۱۰۶

غول بر تخت سلیماں گر نشست
نز د ار باب حقیقت غول ہست

رسالۂ غول عثمان رضی اللہ عنہ

مؤلفہ

جناب مستطاب فرید الانام
(ضیاء الاسلام) السید زیرک حسین المتخلص بہ رضی
سی۔ ایم۔ ایس۔ الامروہوی ثم الحائری

در مطبع مقبول پریس واقع دہلی محلہ چتلی قبر طبع شد
(منشی سید ظفر یار علی جوہر پرنٹر پبلشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہ الطاہرین
المعصومین ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائہم اجمعین الیٰ یوم الدین

اما بعد احقر اللوئین المتمسک بالثقلین السید زیرک حسین المتخلص بہ رضی الملقب بضیاء الاسلام الامروہوی ثم الحارثی ابن مرحوم مغفور امین الفصاحۃ ناطق الملک سید الشعرا السید مومن حسین المتخلص بہ صفی حشرہ اللہ مع جدہ الحسین جمیع ناظرین باتمکین رسالۂ ہذا کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ بایام ملازمت ریاست پٹیالہ اس ہیچمداں کو بپاسِ خاطرِ احباب ایک دوست کے مکان پر محفلِ میلاد شریف میں جو حضراتِ اہلسنت والجماعت کے یہاں عموماً منعقد ہوا کرتی ہے شریک ہونیکا اتفاق ہوا جسمیں حضراتِ خلفاء ثلٰثہ کے فضائل خصوصیّت کے ساتھ زیادہ پڑھے گئے۔ بعد اختتام جلسۂ میلاد شریف جب عام سامعین رخصت ہو گئے اور چند خاص الخاص اشخاص باقی رہ گئے تو شیخ کرم الٰہی صاحب نے مجھسے مخاطب ہو کر مولوی صاحب (میلاد خوان) کی خوش بیانی اور چرب زبانی اور صحت مضامین واحادیث وغیرہ کی بابت سوال فرمایا گویا داد چاہی۔ اسپر ایک صاحب نے اُنسے ارشاد کیا کہ ڈاکٹر صاحب تعریف نہ کرینگے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ مذہب امامیہ رکھتے ہیں۔ اسپر خود مولوی صاحب میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب! آپ لوگ حضرات خلفاء ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے مرتبہ کو حضرت

علی کرم اللہ وجہ کے مرتبہ سے کیوں گراتے ہیں۔ حالانکہ تینوں خلیفہ قریب قریب ہر فضیلت میں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت علیؑ ہجرت کی شب کو جناب رسول خداؐ کے مکان میں رہے جو ایک محفوظ مقام تھا اور حضرتؓ ابوبکر نے پیغمبر خداؐ کا ساتھ راستہ بھر نہ چھوڑا حتےٰ کہ غار میں بھی ساتھ ہی ساتھ رہے یہ وہ مقام تھے جن میں جان کا خطر ہی خطر تھا۔ لہذا ثابت ہوا کہ جو خدمت رسول خداؐ کی ہجرت کی رات کو حضرت علیؑ بجالائے اُس سے خدمت حضرت ابوبکر بدرجہا بڑھی ہوئی ہے کیونکہ وہ رسولؐ کے محافظ مال اور یہ محافظ جان تھے۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ اُنہوں نے اپنے عہد خلافت میں اسلام کو کس خوبی اور جوانمردی سے دنیا بھر میں پھیلا دیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عہد خلافت میں فتنہ و فساد زیادہ ہوگیا۔ اور بجائے اسکے کہ کافروں کے ملک فتح کرتے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھا کر اسلام کو قوت دیتے ممالک مفتوحہ کا انتظام اور امن وامان قائم نہ رکھ سکے۔ پس ثابت ہوا کہ اس فضیلت میں حضرت علیؑ حضرت عمرؓ پر کسی طرح فوقیت نہیں رکھتے۔

تیسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں انکو حضرت علی کرم اللہ وجہ پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ حضرت علیؑ رسول خداؐ کی ایک بیٹی کے شوہر ہیں۔ اور حضرت عثمان کے گھر میں دو بیٹیاں رسولؐ اللہ کی آئیں اور اسی سبب سے حضرت عثمان ذوالنورین مشہور ہوئے۔ یہ بات حضرت علیؑ کو حاصل نہیں لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عثمان بھی حضرت علیؑ سے افضل ہیں۔

مولوی صاحب سے یہ فضائل خلفائے ثلثہ سنتے ہی حاضرین میں واہ واہ کا ایسا شور بلند ہوا کہ واہ واہ۔ اِدھر واہ واہ ہو رہی تھی اور اُدھر مولوی صاحب جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اور ہنس ہنسکر مجھسے فرماتے تھے کہ ڈاکٹر جی جواب دیجئے۔ کہ کسکی فضیلت بڑھی اور کسکی گھٹی۔ اب آپ کو حضرات ثلثہ کی افضلیت حضرت علیؑ پر قبول نہ کرنیکی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ اُس جلسہ میں ایسے بھی دو ایک حضرات موجود تھے جو میرے ساتھ بالکل

بے تکلف تھے۔ فرمانے لگے کہ ڈاکٹر صاحب مولوی صاحب نے بات تو بڑی زبردست کہی ہے۔ اب آپ بھی اپنے عقیدہ کو درست کر کے ہم لوگوں میں آ ملیں۔ غرض میں تو یہ چاہتا تھا کہ اس طوفانِ بے تمیزی کو مذاق کی ہوا میں اُڑا کر اپنا پیچھا چھڑاؤں۔ اور وہ لوگ تھے کہ جسطرح شہد پر مکھیاں دامن سے چمٹے ہی جاتے تھے۔ مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ حضرات یہ تمام واقعات آپ ہی کے لئے خلفائے ثلٰثہ کی فضیلت کو زیادہ کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک ذرہ بھر انکی شان کو دوبالا نہیں کرتے۔ بلکہ اکثر واقعات جو آپکے نزدیک فضائل میں داخل ہیں ہمارے خیال میں وہی واقعات انکی تحقیر کر رہے ہیں۔ مثلاً اس میں کلام نہیں کہ حضرت عمر نے بموجب آپکے اعتقاد کے اسلام کو خوب چمکایا اور دور دور تک دین محمدی کا نقارہ بجوایا۔ مگر شاید مولوی صاحب نے اپنے علماء کی کتب احادیث و تواریخ کا کبھی مطالعہ نہیں فرمایا۔ اگر کتابوں پر عبور ہوتا تو ہرگز یہ ثبوت فضیلت حضرت عمر میں پیش نہ کیا جاتا۔ اور آج ان پر جہالت کا الزام لگتا۔ ہمنے مانا کہ مولوی صاحب کے فرمانے کے بموجب حضرت عمر نے دنیا بھر کے بتخانے منہدم کرا کے انکی جگہ مسجدیں تعمیر کرادیں کروڑوں کافروں کو قتل فرمایا لاکھوں کو اسلام میں داخل کیا۔ شہر فتح کئے منبر بنوائے۔ واعظ جگہ جگہ بھجوائے آخر نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے بڑھے ہوئے مؤیّد دین کہلائے۔ مگر علمائے اہل سنن نے اپنی کتابوں میں جناب رسولِ خدا کی یہ حدیث تحریر فرمائی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (اللہ تعالےٰ اس دین کی تائید مرد فاجر سے کرائیگا) اب مولوی صاحب سمجھائیں کہ وہ مرد فاجر کون ہے جو مؤیّد دین اسلام ہوا۔ یہ سنکر مولوی صاحب کو غصہ آیا اور مجھسے فرمایا کہ یہ حدیث شیعوں نے خود گھڑ کر رسولؐ سے منسوب کردی ہے۔ ہماری کتابوں میں کہیں مذکور نہیں۔ چونکہ مجھکو یاد نہ تھا کہ یہ حدیث کس کتاب میں مسطور ہے لہذا اسی وقت سے ارادہ کرلیا کہ انشاء اللہ تعالےٰ کتب معتبرۂ اہلسنت والجماعت سے اوصاف خلفاء اربعہ جمع کر کے مع حوالہ کتب اپنے پاس رکھونگا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے میرے ارادہ کو پورا کردیا اور بقدر ضرورت

اوصاف خلفاء اربعہ سلسلہ وار یکے بعد دیگرے مرتب کرلئے۔ اور نام اس مختصر مجموعہ کا **الخلفاء** رکھا۔

اس رسالہ میں حتے الامکان اصل عبارتیں حدیثوں کی لکھکر اُنکے نیچے اُردو میں ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ اور جس حدیث کی اصل عبارت دستیاب نہیں ہوئی وہاں مجبوراً محض ترجمہ یا خلاصہ پر اکتفا کیا گیا۔ اور بجز چند خاص مقامات کے جا بجا تنقیدی نوٹ بھی نہیں چڑھائے باجود اسکے ناظرین حق شناس احادیث مندرجہ رسالہ ہذا پر اگر سرسری نظر بھی ڈال لینگے تو انشاء اللہ تعالے کیفیت حضرات خلفاء بخوبی واضح ولائح ہو جائیگی۔ اور باعتبار مراتب ایک کا دوسرے کے ساتھ پورے طور پر موازنہ ہو جائیگا۔

امید قوی ہے کہ جو حضرات اس رسالہ کو ملاحظہ فرماکر استفادہ حاصل کریں گے وہ اس نیازمند (مؤلف) کو دعاے خیر سے ضرور یاد فرمائیں گے والسلام علے جمیع المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ



پہلا باب (۱)

خلیفۂ اوّل یعنی حضرت ابوبکر کے مختصر اوصاف کے بیان میں

حضرت ابو بکر جنکو ہمارے بھائی اہلسنّت والجماعت نے بعد وفات سرور کائنات جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا حاکم ووالی اور نائب رسول اللہ قرار دیا اور جنہیں آنحضرت کا یار غار اور معظم یاراں و افضل جاں نثاراں مانتے ہیں اُنکے چند اوصاف بطور مشتے نمونہ از خروارے درج ذیل ہیں۔

۱۔ سنیوں کے اعتقاد میں حضرت ابوبکر جہادوں میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت فرماتے تھے اور اپنی ہمراہی سے لشکر اسلام کی قوّت بڑھاتے تھے۔ لیکن صاحب روضۃ الصفا اپنی کتاب میں یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں کہ "معظم یاراں (حضرت ابو بکر) روے بہزیمت نہادند و در خدمت پیغمبرؐ بغیر از مرتضےٰ علیؑ و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف دیگرے نماندہ۔ دراں حالت غشی بر آنحضرتؐ طاری شد۔ چوں افاقہ یافتہ چشم باز کرد از مرتضےٰ علیؑ پرسید کہ مردم چہ ساختند جواب داد کہ نقض عہد کردہ فرار نمودند" (**قول مولف**۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبل از روانگی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اپنے تمام ہمراہیوں سے مطمئن نہونے کے باعث) عہد لیا تھا کہ ہم جہاد سے منہ نہ پھیرینگے۔ اور اعداے دین کے مقابلہ میں جب تک فتح نہ کرلیں یا اپنی جانیں نثار نہ کردیں ثابت قدم رہینگے اور آپکو تنہا نہ چھوڑینگے۔ مگر جب دیکھا کہ دشمن زبردست ہے اور ہم لوگ کمزور اور ضعیف ہیں مبادا کفار غالب ہوجائیں اور ہم رسول خدا

کی رفاقت میں مفت جانیں گنوائیں تو سب نے عہد شکنی کرلی اور اپنی جانوں کی حفاظت مقدم جانکر رسولؐ خدا کو معرض خطر میں چھوڑکر میدان کارزار سے ہوا ہوگئے۔ انہی لوگوں میں حضرت خلیفۂ اول بھی شامل تھے۔ ہنگامِ کارزار دلیراں چنیں کنند۔ مرحبا!)

صاحب روضۃ الصفا پھر تحریر فرماتے ہیں کہ "زید بن وہب از عبید اللہ ابن مسعود پرسید کہ چنیں شنیدہ ام کہ روز اُحُد بغیر از علیؑ و ابو دجانہ و سہیل ابن حنیف نزد رسولؐ ہیچکس نبود آیا ایں خبر بایں واقع است جواب داد کہ نخست مسلماناں روے بہزیمت نہادند۔ نزد آنحضرتؐ بغیر از علیؑ ہیچکس نماند و بعد از ساعتے عاصم بن ثابت و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف و طلحہ بن عبید اللہ آمدہ در خدمت خیرؐ البشر کمر بستند۔ زید گوید کہ پرسیدم کہ ابوبکر و عمر کجا بودند گفت ایشاں نیز بگوشہ رفتہ بودند"۔ (**قول مؤلف**۔ اس آخری خبر سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت عمر بھی بھاگ گئے تھے۔ اور اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو بادشاہ اور وزیر کا ساتھ چھوٹ بھی نہیں سکتا۔ جہاں بادشاہ وہاں وزیر۔ حضرت ابوبکر نے جہاد سے منہ موڑا تو حضرت عمر نے بھی اُنکا ساتھ نہ چھوڑا۔ جس طرح جناب رسول خداؐ کے وزیر حضرت امیر خیبر گیر ہیں کہ جب رسول خداؐ زغۂ اعدا میں گھرے ہوئے تھے اور کفار ہر طرف سے حملے کر رہے تھے تو حیدر کرار غیر فرار باستقلال تمام تن تنہا اُنہیں رد فرماتے تھے اور اپنے بادشاہ (جناب رسالت پناہؐ) کو صدموں سے بچاتے تھے)

۲۔ صاحب تحفہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقِ لَمَّا جَالَ النَّاسُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ یَوْمَ اُحُدٍ کُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَاءَ (یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے پدر بزرگوار ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت لوگ جنگِ اُحُد میں جناب رسول خداؐ سے جُدا ہو کر بھاگ گئے تھے تو میں اُن میں سے سب سے پہلے پلٹ کر آیا تھا۔)

اسکے علاوہ تاریخ خمیس میں ابن حاتم سے منقول ہے قَالَ اَبُوْبَکْرٍ لَمَّا صَرَفَ النَّاسُ یَوْمَ اُحُدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ جَاءَ النَّبِیَّؐ (یعنی حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ جب حضرت رسول خداؐ کے ہمراہی اُنکو بروز جنگِ احد معرکۂ قتال میں چھوڑ کر

بھاگ گئے تھے تو اُن سب سے پہلے میں حضرت نبی کی خدمت میں لوٹ کر آیا تھا۔

قول مؤلف - مندرجہ بالا دونو حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر جناب رسول مقبول سے بکمال درجہ اُنس رکھتے تھے۔ اوّل تو ایسے محبّ صادق اور یارِ غار کا اپنے دلدار کو دشمنوں میں تنہا چھوڑ بھاگنا ہی ہماری سمجھ میں نہیں آتا اگر علماء اہل سنّت شرح و بسط کے ساتھ اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں نہ لکھ جاتے اور مطلب کو زبان زدِ خاص و عام نہ کر دیتے تو بھی میں تو اپنی ذات سے صاف منکر ہو جاتا مگر کیا کیا جائے کہ یہاں تو معاملہ ہی دگرگوں ہو رہا ہے۔ مگر اب بھی اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا جانے کفار نے کیا کیا سختیاں اُنکے ساتھ برتی ہونگی جو آپکے قدم معرکہ سے اُکھڑ گئے اور جناب رسول خدا کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ دینا گوارا کر لیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر آخر جذبۂ محبت نے اپنا اثر دکھایا اور پھر دکھایا۔ کہ جو اس ٹھکانے آتے ہی دوڑتے ہوئے تمام لشکر اسلام سے پہلے رسول اللہ کی خدمت میں آموجود ہوئے۔ ع محبت اسکو کہتے ہیں معاون ایسے ہوتے ہیں۔

۳- صاحب کنز العمال اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کَانَ اَبُوْبَکْرٍ اِذَا ذَکَرَ یَوْمَ الْاُحُدِ بَکٰی (یعنی حضرت ابوبکر جنگ احد سے فراری ہونے کے سبب رویا کرتے تھے)

قول مؤلف - کیسے نہ روتے؟ اوّل تو جناب رسول خدا کے یارِ غار تھے۔ ثانیاً آپکی صاجزادی حضرت عائشہ جناب رسالت مآب کی زوجہ تھیں۔ خدانخواستہ اگر آنحضرت کا معرکۂ قتال میں کچھ بال بیکا ہو جاتا تو اپنی لختِ جگر آرامِ جان صاجزادی کو کیا منہ دکھاتے۔ اور عجب نہیں کہ اکیلا رسول خدا کو دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگنے پر ہی حضرت عائشہ اپنے بابا جان سے مکدّر ہو کر شاکی ہوئی ہوں۔ اور وہی خجالت جو اپنی پیاری بیٹی سے اُٹھانی پڑی اُنکو رُلاتی ہو۔!۔

۴- ملا قوشجی شرح تجرید میں غزوہ حنین کے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں وَقَدْ سَارَ النَّبِیُّ فِیْ عَشْرَۃِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتَعَجَّبَ اَبُوْبَکْرٍ مِّنْ کَثْرَتِہِمْ وَقَالَ لَنْ نُّغْلَبَ الْیَوْمَ لِقِلَّتِہِمْ فَانْہَزَمُوْا بِاَجْمَعِہِمْ وَلَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ سِوٰی تِسْعَۃِ نَفَرٍ عَلِیٍّ وَّالْعَبَّاسِ وَابْنِ الْفَضْلِ وَاَبِیْ سُفْیَانَ ابْنِ الْحَرْثِ وَنَوْفَلِ بْنِ الْحَرْثِ

وَرَبِيْعَةُ بْنُ الْحَرْثِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَعُتْبَةُ وَمُعْتَبٌ ابْنَيْ اَبِيْ لَهَبٍ
(یعنی بروز جنگِ حنین جناب رسول الثقلین دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ لڑنے گئے
پس ابوبکر نے کثرت اور شوکتِ لشکرِ اسلام دیکھکر فرمایا کہ آج ہم مسلمان کفار پر اسکے
قلیل ہونیکے سبب غالب ہونگے۔ اور آخر کار لڑائی کے وقت سارا اسلام کا لشکر
بھاگ گیا۔ سوائے نو شخصوں کے علیؑ۔ عباسؓ۔ ابن الفضل۔ ابوسفیان بن الحرث۔
نوفل بن الحرث۔ ربیعہ بن الحرث۔ عبداللہ بن زبیر۔ اور عتبہ اور معتب دو نوا بولہب
کے بیٹے۔ (اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابوبکر جہاد میں تو ضرور شریک تھے۔ چنانچہ
لشکر اسلام کی کثرت اور شوکت ملاحظہ فرماکر مسلمانوں کی فتحیابی کی پیشین گوئی فرمائی۔
مگر جب لڑائی کا وقت آیا تو بھاگ گئے)۔

۵۔ معارج النبوۃ اور حبیب السیر میں مسطور ہے کہ سریہ ذات الرمل میں جناب
رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت ابوبکر کو علمدار لشکر بناکر بھیجا۔ کفار نے اطراف
وجوانب سے ایک مرتبہ حملہ کیا۔ اور سپاہ اسلام بھاگ پڑی اور حضرت ابوبکر شکست
کھاکر واپس چلے آئے۔

۶۔ صاحب ازالۃ الخفا تحریر فرماتے ہیں "چوں غزوۂ خیبر واقع شد حضرت
صدیق از حاضران واقعہ بود و بمقتضائے سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در
خلفاء کہ بمنزلہ منتظر الامارہ معاملہ می کردند حضرت صدیق امیر لشکر شد۔ ہر چند در آخر دفعہ
فضیلت علی مرتضےٰ غالب تر آمد" یعنی حضرت ابوبکر جنگ خیبر کو فتح نہ کرسکے اور آخر کار
حضرت علی مرتضےٰ نے اسکو فتح کیا۔

۷۔ صاحب کنز العمال تحریر فرماتے ہیں کہ وَفِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَقَعَتْ غَزْوَةُ خَيْبَرَ
فَدَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ لَهٗ خُذْ رَايَةَ الْاِسْلَامِ فَذَهَبَ
وَحَارَبَ خَارِجَ الْحِصْنِ الْاَوَّلِ فَهُزِمَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَصْحَابُهٗ ثُمَّ سَلَّمَ اللِّوَاءَ غَدًا اِلٰى
عُمَرَ فَاَخَذَهٗ بِالْحَرْبِ فَهُزِمَ عُمَرُ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ لَاُعْطِيَنَّ
الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ (یعنی اس سنہ میں غزوہ خیبر

واقع ہوا۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بلایا کہ رایت اسلام کو لے۔ یہ علم لیکر گئے اور قلعہ اول پر محاربہ ہوا۔ پس ابوبکر اور اُنکے ہمراہیوں نے فرار کیا اور منہزم ہو گئے۔ بعد اسکے دوسرے دن حضرت عمرؓ کو علم تسلیم ہوا۔ پس یہ لڑنے گئے اور یہ بھی مع ساتھیوں کے بھاگ آئے۔ پس جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ البتہ میں کل یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو خدا کو اور رسولؐ خدا کو دوست رکھتا ہے اور مکرر حملہ کرتا ہے اور غیر فرار ہے۔ یعنی لڑائی سے نہیں بھاگتا (قول مؤلف۔ ارشاد جناب رسولؐ خدا سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ جن لوگونکو پہلے لشکر اسلام کا علمبردار بنایا گیا وہ نہ خدا کو دوست رکھتے ہیں اور نہ رسولؐ خدا کو اور جہاد سے بھاگنے والے ہیں۔ یا کچھ اور پہلو نکلتا ہے؟)

اور اسی حدیث کے بعض طرق میں بعد فَهُزِمَ عُمَرُ وَاَصْحَابُهٗ کے جملہ فَسَاءَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور بعض میں فَبَاتَ بِلَيْلَتِهٖ مَهْمُوْمًا بھی مذکور ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ بعد فرار عمر ابن الخطاب جناب رسالتمآب غمگین رہے۔ اور تمام شب آنحضرتؐ کو ہم و غم میں گزری

۸۔ قرطبی نے لکھا ہے هٰذَا اَوَّلُ دَلِيْلٍ عَلٰى شَجَاعَتِهٖ حَدُّهَا ثُبُوْتُ الْقَلْبِ عِنْدَ حُلُوْلِ الْمَصَآئِبِ وَلَا مُصِيْبَةَ اَعْظَمُ مِنْ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فَظَهَرَتْ عِنْدَهٗ الشَّجَاعَةُ (یعنی آنحضرتؐ کی وفات کے وقت حواس بجا رہنے اُسکی شجاعت کی بڑی دلیل ہے۔ اور شجاعت کی حد قلب کا ثابت رہنا ہے حلول مصائب کے وقت اور کوئی مصیبت جناب رسولؐ خدا کی وفات سے بڑی نہیں) پس شیخ اول سے اُسوقت میں شجاعت ظاہر ہوئی۔ اور اُسوقت ہوش و حواس بجا رہنے ضروری تھے کیونکہ سقیفۂ بنی ساعدہ کا معاملہ درپیش تھا۔ اور وہ معاملہ ایسا ضروری اور لازم تھا کہ شیخین (ابوبکر و عمر) اُس ضرورت کے باعث حضرت رسولؐ خدا کی تجہیز و تکفین میں بھی شریک نہو سکے۔ چنانچہ کنز العمال میں لکھا ہے عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ وَكَانَا فِي الْاَنْصَارِ فَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ يَرْجِعَا مِنْ هُنَاكَ (یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ جناب رسول صلعم کے دفن میں شریک نہوے اور وہ مجمع انصار میں تھے اور آنحضرتؐ کے دفن کے بعد یہ دونوں وہاں سے پلٹ کر آئے)۔ اور فخر الدین رازی نے نہایۃ العقول میں نصب امام

کی بحث میں لکھا ہے کہ اوّل ابوبکر نے خطبہ پڑھا اور نصب امام کی ضرورت بیان کی اور سب ہمراہیوں نے انکا کہنا قبول کیا۔ بعد اسکے لکھا ہے کہ ثُمَّ تَبَکَّرُوْا اِلٰی سَقِیْفَۃِ بَنِیْ سَاعِدَۃَ وَ تَرَکُوْا اَهَمَّ الْاَشْیَاءِ وَهُوَ دَفْنُ الرَّسُوْلِ وَ رَأَوْا نَصْبَ الْاِمَامِ اَهَمَّ یعنی یہ لوگ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف گئے اور جو چیز اہم اشیا تھی یعنی دفن رسولؐ اُسکو ترک کر دیا اور چھوڑ دیا۔ اور تجویز کیا کہ بمقابلہ دفن رسول خدا نصب امام اہم اور ضروری ہے اور بغیر اس شجاعت اور جوانمردی کے ریاست اور جاہ و حشمت پر سر انکا بلند کرنا محال تھا۔ جیسا مولوی روم فرماتے ہیں ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند	مصطفےٰ را بے کفن بگزاشتند

۹۔ خواجہ احمد بن اعثم کوفی اپنی معتبر تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جب تمام حاضرین جلسہ بیعت کر چکے اُسوقت صدیق اکبر نے حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بُلانیکا پیغام بھیجا۔ آپنے قبول کیا اور جسوقت کہ مجمع میں تشریف لائے رسم سلام ادا کرکے اپنے مرتبہ سے ہو بیٹھے اور فرمایا کہ مجھے کسلئے بلایا ہے؟ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آپکو ان سب مہاجرین و انصار نے اسلئے بلایا ہے کہ آپ بھی ہم سے متفق ہو جائیں اور جس طرح جملہ اصحاب نے ابوبکر کو خلیفہ بناکر بیعت کر لی ہے آپ بھی بیعت کرلیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ تمنے اس منصب کو ہمارے ہاتھ سے بہانہ کرکے چھینا ہے۔ اور حضرت محمد صلّے اللہ علیہ وسلّم کی رشتہ داری کے ذریعہ سے اپنے آپ کو برتر بنایا ہے۔ مین تمہاری حجّت کو تم ہی پر تمام کرتا ہوں۔ اور مدلل دعوے تمہارے روبرو پیش کرتا ہوں۔ مجھسے وہ بات سنو جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ اور تمکو لازم تھا کہ اُسے بیان کرتے۔ اے رسولؐ کے دوستو دیکھو دنیا میں حضرت محمدؐ کا کون زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔ خدا سے ڈرو اور بہانہ نہ ڈھونڈھو۔ انصاف پر قادر ہو کر انصاف کی بات کہو۔ ابوعبیدہ بن جرّاح نے کہا کہ اے ابوالحسن آپ ہی اس کام کے لائق میں بلکہ سب سے پہلے اسلام لانے اور قرابت میں سب پر فضیلت رکھنے کے سبب اس سے زیادہ منصب کے سزاوار ہیں لیکن اب رسولؐ کے اصحاب نے اتفاق کر لیا ہے۔ اور

ایک کام پورا ہو چکا ۔ اب آپ بھی اصحاب کی خوشی کے لئے رضامند ہوجائیں اور جھگڑا کر کے اس مصلحت کو درہم برہم نہ کریں علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابو عبیدہ تم نبیؐ کے پیارے اور امین ہو اور اس امت کے معتمد۔ اپنے حال پر رحم کھاؤ اور جو سچ ہو اُسے ظاہر کرو۔ رب العزت نے جو بزرگی خاندان نبوت کو عطا کی ہے اُسے اپنے کنبوں کی طرف منتقل نہ کرو۔ ہمارے ہی گھر میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ہمارے ہی مکانوں میں جبرئیل وحی لیکر آئے ہیں۔ علم اور فقہ اور دین اور سنت اور فریضہ کے معدن ہم ہی ہیں خلق اللہ کی بھلائی کو ہم ہی خوب جانتے ہیں۔ تم لالچ خورے نہ بنو اور اپنے آپ کو ہلاکت کے بھنور میں نہ ڈالو۔ اسمیں تمہارا ہی نقصان ہے۔ بشیر بن البراء نے کہا کہ اے ابوالحسن خدا کی قسم اگر تمہاری یہ باتیں بیعت سے پہلے لوگوں کے کانوں تک پہنچتیں تو کوئی صحابی آپکی مرضی کے خلاف نہ کرتا۔ اور سب یک دل و یک زبان ہو کر آپکی بیعت اختیار کر لیتے لیکن آپ تو اپنے گھر میں ہو بیٹھے اور ہم سے علیحدگی اختیار کی۔ لوگوں نے جانا کہ آپ بہانہ کر کے اس کام سے الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں جب بات طے ہو گئی تو آپ تشریف لائے۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ اے بشیر کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ میں جناب رسول خدا کی نعش مطہر کو گھر میں پڑا رکھتا۔ اور کفن و دفن کی تدبیر سرسری طور پر کر کے جھگڑے کے لئے کمربستہ ہو جاتا اور خلافت لینے پر اڑ بیٹھتا"۔ (منقول از نور ایمان)

۱۰۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے إنّ ابا بکرٍ تفقّد قوماً تخلّفوا عن بیعتہ عند عليٍّ فبعث اليهم عمر ابن الخطّاب فجاء ونادٰاھم وھم في دار عليٍّ فابوا ان یخرجوا فدعی عمر بالحطب وقال والذي نفس عمر بیدہ لتخرجنّ اولاحرقنّ علیکم علٰی ما فیھا فقیل یا ابا حفص انّ فیھا فاطمۃ فقال وانّ فخرجوا فبایعوا الّا علیّاً فانّہ زعم انّہ قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبي علی عاتقي حتّی اجمع القرآن فوقفت فاطمۃ علی بابھا فقالت ترکتم جنازۃ رسول اللہ بین ایدینا وقطعتم امرکم منکم تستامرونا ولم تردّوا لنا حقّا فاتی عمر ابا بکرٍ فقال لہ الا تاخذ ھذا المتخلّف عنک بالبیعۃ فقال ابوبکرٍ لقنفذٍ

هو مولى لك اذهب فادع عليا قال فذهب قنفذ الى علي فقال ما حاجتك
قال يدعوك خليفة رسول الله قال علي لسريع ما كذبتم على رسول الله فرجع
قنفذ وابلغ الرسالة قال فبكى ابو بكر وقال لقنفذ عد اليه وقل له امير المؤمنين
يدعوك لتبايع فجاء قنفذ فادى ما امر به فرفع باعلى صوته فقال سبحان
الله لقد ادعى ما ليس له فرجع قنفذ فابلغ الرسالة فبكى ابو بكر طويلا ثم
قام عمر فمشى معه جماعة حتى اتوا باب فاطمة فدقوا الباب فلما سمعت
اصواتهم نادت باعلى صوتها يا ابت يا رسول الله ماذا لقينا بعدك من
ابن الخطاب وابن ابي قحافة فلما سمع القوم صوتها وبكاءها انصرفوا باكين
وكادت قلوبهم تتصدع واكبادهم تنفطر وبقي عمر ومعه قوم فاخرجوا
عليا ومضوا به الى ابي بكر فقال له بايع فقال ان انا لم افعل فمه قالوا
اذا والله الذي لا اله الا هو نضرب عنقك قال اذا تقتلون عبد الله و
اخا رسول الله قال عمر اما عبد الله فنعم واما اخو رسول الله فلا وابو بكر
ساكت لا يتكلم فقال عمر الا تامر فيه بامرك فقال لا اكرهه على شيء ما كانت
فاطمة على جنبه فلحق علي بقبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو
يبكي وينادي يا ابن عم ان القوم استضعفوني وكادوا يقتلونني يعني

جب ابو بکر نے اُن لوگوں کو جنہوں نے بیعت کرنے سے اختلاف کیا تھا غیر حاضر پایا
تو عمر ابن خطاب کو اُن لوگون کے پاس بھیجا جبکہ وہ لوگ علیؑ کے مکان میں تھے۔
پس عمر آئے اور سب کو بلایا جب اُن لوگوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا تو عمر نے لکڑی
مہیا کی اور کہا کہ قسم ہے اُس شخص کی جسکے ہاتھ میں عمر کی جان ہے ہم ان لوگوں کو ضرور
نکالینگے یا جلا دینگے کہ سب کے سب جل مریں۔ پس کسی نے کہا کہ اے ابا حفصہ
(عمر) اس میں تو فاطمہؑ بھی ہیں۔ اُنہوں (عمر) نے کہا کہ ہوں۔ تب لوگ نکل آئے
اور بیعت کی لیکن علیؑ (نہ نکلے) عمر نے خیال کیا کہ علیؑ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک
قرآن جمع نہ کرلونگا میں گھر سے نہ نکلونگا اور نہ ردا دوش پر رکھونگا (اسلئے باہر نہ آئے)

بعدہ جناب فاطمہؑ دروازہ کے پاس کھڑی ہوئیں اور فرمایا کہ تم لوگوں نے رسول اللہؐ کا جنازہ چھوڑ دیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ اب ہم پر تحکم کرنیکے لئے آئے ہو اور ہمارے حقوق کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اسکے بعد عمر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ اُس مخالف (علیؑ) سے بیعت نہ لینگے؟ ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا کہ جا اور علیؑ کو بُلا لا۔ تب قنفذ علیؑ کے پاس گیا۔ آپنے پوچھا تو کیا چاہتا ہے؟ قنفذ نے کہا آپکو خلیفۂ رسولؐ بُلاتے ہیں۔ علیؑ نے فوراً کہا کہ کسقدر تم لوگ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتے ہو۔ اسپر قنفذ پھر گیا اور پیغام سُنا دیا۔ اسپر ابوبکر دیر تک روئے۔ تب عمر نے ابوبکر سے کہا کہ تم اُس مخالف بیعت (علیؑ) سے بیعت نہ لوگے؟ تب ابوبکر نے قنفذ سے کہا کہ جا کر کہہ کہ امیر المومنین بیعت کے لئے بُلاتے ہیں۔ تب قنفذ آیا اور جو حکم لایا تھا کہہ سنایا۔ حضرت علیؑ نے باواز بلند (غضبناک ہو کر) فرمایا سبحان اللہ کیا اچھا دعوے ہے جسکا مطلق حق نہیں۔ اسپر پھر قنفذ آیا اور پیغام کہدیا۔ ابوبکر بہت رونے لگے۔ تب عمر اُٹھے اور اُنکے ساتھ ایک جماعت بھی چلی۔ یہانتک کہ فاطمہؑ کے گھر پہنچے۔ اور دروازہ اقدس کھٹ کھٹایا۔ جب حضرت فاطمہؑ نے اُنکی آواز سُنی تو بہت شور کے ساتھ چلّانے اور واویلا کرنے لگیں کہ اے بابا! اے رسول اللہؐ!! (اپنی بیٹی کی خبر لیجئے) آپکے بعد ابن خطاب (عمر) اور ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کے ہاتھوں یہ کیسا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ پس جسوقت قوم نے حضرت فاطمہؑ کی فریاد سُنی تو روتے ہوئے پھر گئے درحالیکہ اُنکے دل دُکھتے تھے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوتے تھے۔ مگر حضرت عمر مع ایک جماعت کے ٹھہرے رہے اور علیؑ کو نکالا اور ابوبکر کے پاس لے گئے اور کہا کہ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہو؟ جواب دیا قسم ہے اُس خدا کی جسکے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اُس حالت میں ہم لوگ تمہاری گردن کاٹینگے۔ آپنے فرمایا کہ اس صورت میں ایک بندۂ خدا اور رسولِ خدا کے بھائی کو قتل کروگے؟ عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو خیر مگر رسول اللہ کا بھائی غلط۔ اُسوقت ابوبکر ساکت تھے اور کچھ بولتے نہتھے۔ تب عمر نے اُنسے کہا کہ اپنے کام کے لئے انسے کہتے کیوں نہیں ہو۔ ابوبکر نے کہا کہ جب تک فاطمہؑ اُنکے پہلو میں ہیں۔ میں کسی بات پر جبر نہیں

کر سکتا۔ اسکے بعد حضرت علیؑ قبر رسول اللہ پر تشریف لائے۔ اور فریاد و فغاں کر کے کہنے لگے کہ اے ابن عم (میری خبر لیجیے کہ) قوم نے مجھے نہایت ضعیف بنا دیا اور میرے قتل پر آمادہ ہو رہے ہیں۔

۱۱۔ اسی کتاب الامامة والسیاسة میں روایت مذکورۂ بالا کے بعد لکھا ہے کہ حضرات شیخین نے کہا کہ ہم لوگوں نے جناب فاطمہؑ کو غضبناک کیا ہے چلکر اُنکی تالیف قلب کرنی چاہیے۔ جب یہ لوگ جناب سیدہؑ کے مکان پر پہنچے اور ملاقات کرنیکی اجازت طلب کی تو حضرت فاطمہؑ راضی نہوئیں۔ تب حضرت علیؑ تشریف لائے اور شیخین کو گھر میں لے گئے۔ جب یہ لوگ اندر گئے تو جیسے ہی جناب فاطمہ زہراؑ کی نظر شیخین پر پڑی معصومہ نے اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ اور جب ان لوگوں نے سلام کیا تو جناب فاطمہؑ نے سلام کا جواب بھی نہ دیا بعدہ ان لوگوں نے بہت کچھ تالیف قلب کی جتنے کہ ابوبکر نے کہا کہ تم مجھے میری بیٹی سے زیادہ عزیز ہو مگر حضرت فاطمہ زہراؑ کو کچھ ایسا ہی صدمہ پہنچا تھا کہ اُن حضرتؑ نے کچھ نہ سنا اور مطلق باور نہ کیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر نے کہا ہے حکم رسولؐ کے خلاف کچھ نہیں کیا ہے تو حضرت فاطمہؑ نے فرمایا نُشْهِدُكُمَا اللهَ اَلَمْ تَسْمَعَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ يَقُوْلُ رِضَا فَاطِمَةَ مِنْ رِضَائِيْ وَسَخَطُ فَاطِمَةَ اِبْنَتِيْ مِنْ سَخَطِيْ مَنْ اَحَبَّ فَاطِمَةَ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَرْضٰى فَاطِمَةَ فَقَدْ اَرْضَانِيْ وَمَنْ اَسْخَطَ فَاطِمَةَ فَقَدْ اَسْخَطَنِيْ قَالَا نَعَمْ سَمِعْنَاهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ قَالَتْ فَاِنِّيْ اُشْهِدُ اللهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ اَنَّكُمَا اَسْخَطْتُمَانِيْ وَمَا اَرْضَيْتُمَانِيْ وَلَئِنْ لَقِيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَاَشْكُوَنَّكُمَا اِلَيْهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا عَائِذٌ بِاللهِ تَعَالٰى مِنْ سَخَطِهٖ وَسَخَطِكِ يَا فَاطِمَةُ ثُمَّ انْتَحَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَبْكِيْ حَتّٰى كَادَتْ نَفْسُهٗ اَنْ تَزْهَقَ وَهِيَ تَقُوْلُ وَاللهِ لَاَدْعُوَنَّ اللهَ عَلَيْكَ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ اُصَلِّيْهَا (یعنی میں تم لوگوں کو قسم دیتی ہوں خدا کی کہ آیا تم نے رسول اللہ سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ فاطمہؑ کی رضا میری رضا ہے اور فاطمہؑ کی سختی عین میری سختی ہے۔ پس جو شخص فاطمہؑ سے محبت رکھے اور جو فاطمہؑ کو خوش کرے اُسنے مجھے خوش کیا اور جو فاطمہؑ پر سختی کرے اُسنے مجھپر سختی کی۔ دونوں نے کہا کہ ہاں ہمنے ایسا سنا ہے۔ تب جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ میں خدا اور ملائکہ کو گواہ رکھتی ہوں کہ تم دونوں نے

مجھکو غصہ دلایا۔ اور مجھکو رضامند نہ رکھا اور جب میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ملاقات کرونگی تو ضرور آنحضرتؐ سے تم دونوں کی شکایت کرونگی۔ تب ابوبکر نے کہا کہ اے فاطمہؑ میں جناب سول خدا کے غضب سے اور تمہارے غصہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں یہ کہکر ابوبکر اتنا روئے کہ دم بند ہوگیا لیکن جناب فاطمہؑ کہتی رہیں کہ خدا کی قسم میں ہر نماز میں جو پڑھونگی تمہارے لئے بددعا کرتی رہونگی)

۱۲- صاحب کنز العمال تحریر فرماتے ہیں جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰی اَبِی بَکْرٍ تَطْلُبُ مِیْرَاثَهَا وَجَاءَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَطْلُبُ مِیْرَاثَهٗ وَجَاءَ مَعَهُمَا عَلِیٌّ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ فَقَالَ عَلِیٌّ وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ وَقَالَ زَکَرِیَّا یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (یعنی جناب سیدہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ اپنے پدر بزرگوار کا ورثہ مانگنے کے لئے ابوبکر کے پاس تشریف لائیں اور حضرت عباس بن عبد المطلب (عم جناب رسول خداؐ) اپنا حصہ عصبہ لینے کے لئے ابوبکر کے پاس آئے اور حضرت علی علیہ السلام معاونت کے لئے اُن دونوں کے ساتھ تھے۔ ابوبکر نے کہا کہ حسب ارشاد حضرت رسول خداؐ پیغمبر کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ سنکر حضرت امیر المومنین علیؑ نے فرمایا کہ قرآن میں وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ آیا ہے اور دوسری آیت قرآن میں ہے کہ زکریاؑ نے فرمایا یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ان دونوں آیتوں سے انبیاء کا وارث ہونا اور اُنکے ورثہ کا ورثاء پر تقسیم ہونا اور ورثاء کا اُس میں سے حق پانا ثابت ہے)

۱۳- صحیح مسلم میں ہے اَنَّ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ یَّدْفَعَ اِلٰی فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا شَیْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُکَلِّمْهُ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ لَیْلًا وَلَمْ یُؤْذِنْ بِهَا اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصَلّٰی عَلَیْهَا عَلِیٌّ (یعنی جب حضرت فاطمہؑ نے اپنی میراث طلب کی اور ابوبکر نے کچھ نہ دیا اور انکار کیا تب خود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور جب اپنا حق نہ پایا تو محروم واپس گئیں اور پھر اُنسے بات نہ کی

تا آنکہ (جناب فاطمہؑ نے) انتقال فرمایا۔ اور حضرت فاطمہؑ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صرف چھ مہینے زندہ رہیں۔ (ماخوذ از نور الایمان)

۱۴۔ حافظ عبد الرحمن صاحب حنفی اپنی کتاب المرتضیٰ میں تحریر فرماتے ہیں
عَلِيٌّ وَالعَبَّاسُ وَالزُّبَيْرُ قَعَدُوا فِي بَيْتِ فَاطِمَةَ حَتّٰى بَعَثَ إِلَيْهِمْ أَبُوبَكْرٍ عُمَرَ ابْنَ الخَطَّابِ لِيُخْرِجَهُمْ مِنْ بَيْتِ فَاطِمَةَ وَقَالَ لَهُ إِنْ أَبَوْا فَقَاتِلْهُمْ فَأَقْبَلَ بِقَبَسٍ مِنْ نَارٍ عَلٰى أَنْ يُضْرِمَ عَلَيْهِمُ الدَّارَ فَلَقِيَتْهُ فَاطِمَةُ فَقَالَتْ يَا ابْنَ الخَطَّابِ أَجِئْتَ لِتُحْرِقَ دَارَنَا قَالَ نَعَمْ أَوْ تَدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَتْ فِيهِ الأُمَّةُ فَخَرَجَ عَلِيٌّ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعَهُ یعنی علی مرتضےٰ۔ حضرت عباسؓ و زبیر بی بی فاطمہؑ کے گھر میں ہو بیٹھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے عمر فاروق کو اُنکے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اُنکو بی بی فاطمہؑ کے گھر سے نکالدیں اور یہ کہدیا کہ اگر اُنکو نکلنے سے انکار ہو تو اُنسے لڑائی کرو۔ عمر فاروق تھوڑی سی آگ بھی گھر پھونکنے کے ارادہ سے ہمراہ لے گئے۔ اس اثناء میں بی بی فاطمہؑ راستہ میں اُنسے مل گئیں۔ اور پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کہاں جاتا ہے۔ کیا ہمارا گھر پھونکنے آیا ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں۔ ورنہ جس بیعت میں تمام امت داخل ہوئی ہے۔ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ علی مرتضےٰ باہر نکلے اور ابوبکر صدیق سے آکر بیعت کی۔ (ماخوذ از نور الایمان صفحہ ۴۴)

۱۵۔ روضۃ الاحباب میں ہے "و علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ بروایت صحیح تا فاطمہؑ زندہ بود بیعت نہ کرد چہ خاطری غبار یافتہ بود بواسطہ آنکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ در مہم خلافت و بیعت گرفتن از مردم خبر نکرد تا وے حاضر شود و باوے در آن امر مشاورت نماید و اکثر بنی ہاشم با علیؑ اتفاق نمودند و بیعت نکردند و جمعے از قریش مثل زبیر و طلحہ و خالد بن سعید العاص و گروہے از انصار توقف و تعلل کردند و عاقبت بعد از آں بہ چند روز متابعت نمودند"۔ (از نور الایمان)

۱۶۔ جمع بین الصحیحین میں ہے وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وِجْهَةٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ

يُبَايِعُ تِلْكَ الْاَشْهُرَ (یعنی حضرت فاطمہ زہرا کے زمانہ حیات میں لوگ حضرت علیؑ کی رواداری اور تعظیم کیا کرتے تھے۔ جب جناب معصومہؑ نے وفات پائی تو لوگوں کے رخ اُن حضرتؑ کی طرف سے پھر گئے اور حضرتؑ نے بمجبوری اور کسی کو اپنا معاون نہ پاکر ابوبکر سے صلح کرلی (نہ کہ بیعت) اور تا مدت حیات فاطمہؑ زہرا (جو بقول اہلسنت چھ مہینہ کی مقدار رہے) دعوی خلافت کرتے رہے۔ اور اس مدت میں ہرگز بیعت یا صلح حضرت ابوبکر سے نہ فرمائی)۔

اور جامع الاصول میں ہے فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ اِنْصِرَافَ وُجُوْہِ النَّاسِ عَنْہُ ضَرَعَ اِلٰی مُصَالَحَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ (اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے لوگوں کے رُخ اپنی طرف سے پھرے ہوئے دیکھے تو مضطر ہوکر ابوبکر سے صلح کرلینی چاہی۔

۱۷۔ حضرت امیرالمومنین علی مرتضےٰ علیہ السلام اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔

تَعَلَّمْ اَبَا بَکْرٍ وَّلَا تَکُ جَاھِلًا	بِاَنَّ عَلِیًّا خَیْرُ حَافٍ وَّنَاعِلِ
وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصٰی بِحَقِّہٖ	وَاَکَّدَ فِیْہِ قَوْلَہٗ بِالْفَضَائِلِ
فَلَا تَبْخَسَہٗ حَقَّہٗ وَارْدُدِ الْوَرٰی	اِلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِغَافِلِ

یعنی یاد رکھ اے ابوبکر اور جاہل مت بن کہ علیؑ ہر اُس شخص سے جو ننگے پاؤں ہے اور ہر اُس شخص سے جو جوتہ پہنے ہوئے ہے افضل و بہتر ہے۔ اور علیؑ وہ شخص ہے کہ رسول اللہ نے اُس کے حق میں وصیت کی اور اپنے اقوال سے اُسکے فضائل کے بارے میں تاکید فرمائی پس اُسکا حق نہ مار اور مخلوق خدا کو اُسکی طرف پھیر دے اور یہ جان لے کہ اللہ غافل نہیں ہے۔

۱۸۔ موطا امام مالک اور تاریخ واقدی اور مشکوٰۃ وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے اُحد کے بارے میں فرمایا کہ خداوندا میں ان ذبیحان راہ نیک کے حسن انجام و خاتمہ بخیر ہونے کی گواہی دیتا ہوں حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ ہم بھی مثل انہی شہیدوں کے ہیں۔ ہمارے حق میں بھی آپ دعا فرما سکتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہیں کہ بعد میرے تم دین میں کیا کیا خرابی ڈالوگے۔ یہ سُنکر ابوبکر رونے لگے۔

۱۹- صحیح بخاری میں ہے عَنْ عَائِشَۃَ سَقَطَتْ قِلَادَتِیْ بِالْبَیْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُوْنَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَنَاخَ النَّبِیُّ رَاحِلَتَہٗ فَنَزَلَ وَثَنٰی رَاْسَہٗ فِیْ حِجْرِیْ رَاقِدًا فَاَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَلَکَزَ لَکْزَۃً شَدِیْدَۃً وَقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِیْ قِلَادَۃٍ فَبِی الْمَوْتُ اَیْ نَزَلَ بِیَ الْمَوْتُ بِمَکَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَقَدْ اَوْجَعَنِیْ (یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ صحرا میں میرا قلادہ گر گیا اور ہم مدینہ میں پہنچ گئے۔ اور رسول خدا نے اپنی سواری کا اونٹ بٹھایا۔ اور اپنا سر مبارک میری گود میں رکھکر آرام فرمایا۔ اتنے میں ابوبکر آئے اور مجھے لاتوں سے خوب ہی پیٹا گویا اسوقت مجھپر موت نازل ہوئی تھی۔ اور جسم میرا درد کرنے لگا۔[1]

۲۰- تفسیر درمنثور میں سیوطی آیہ کریمہ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر کی شجاعت بیان فرماتے ہیں کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک غلام تھا اُسکا اونٹ گم ہو گیا۔ خلیفہ صاحب نے پوچھا این بعیرک (تیرا اونٹ کہاں ہے؟) قَالَ اَضْلَلْتُہُ اللَّیْلَۃَ (اُسنے کہا کہ آج رات کو گم ہو گیا) فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ یَضْرِبُہٗ (حضرت ابوبکر اُس غلام کو مارنیکے لئے کھڑے ہو گئے) اُسوقت جناب رسول خدا نے متبسم ہو کر فرمایا اُنْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَا الْمُحْرِمِ مَا یَصْنَعُ (اے لوگو اس صاحب احرام کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے!)

۲۱- سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کَانَ اَبُوْبَکْرٍ سَبَّابًا (جناب خلافت مآب حضرت ابوبکر بڑے گلیارے تھے) **مؤلف** کیوں نہو! گالیاں بکنے سے شان خلافت بڑھتی ہے اور شجاعت کے لئے دشنام دہی بھی ایک لازمی بات ہے۔

۲۲- معارج النبوۃ کے آخر باب دوم رکن سوم میں یہ عبارت لکھی ہے۔ گویا روایت ریاض النضرۃ کا ترجمہ ہے۔ "چوں صحابہ بہ سی و نہ نفر رسید ندا ابوبکر گفت یا رسول اللہ چرا اسلام پنہان داریم و آشکار نکنیم۔ فرمود ہنوز قوت نداریم۔ ابوبکر مبالغت بسیار نمود۔ حضرت رسالت پناہ بیروں رفتند و در مسجد حرام نشستند و ابوبکر بایستاد و خطبہ خواند۔ مشرکاں را بغایت ناخوش آمد بغلظت تمام برخاستند و ابوبکر را درمیان گرفتند و عتبہ بن ربیعہ نعلین برگرفت و چنداں بر روے ابوبکر زد کہ بینی وے از رخسار

[1] اور دوسری جگہ تفسیر تیمم کے باب میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ابوبکر نے اپنے ہاتھ سے میری تہیگاہ پر مارا بروایت شرح مشکوۃ اور الخازن وغیرہ کتب معتبرہ اہلسنت میں بھی منقول ہے

ممتاز نمی گشت تا بنو تیم رفتند و ابو بکر را از دست ایشاں خلاصی دادند و در پارچہ پیچیدہ بخانہ بردند و وے بصدد ہلاکت رسیدہ بود و آں روز تا شبانگاہ بیہوش افتادہ بود"۔

اور روضۃ الاحباب میں بدون استدلال جناب عتیق بحذف اسم راوی یہ مذکور ہے کہ "دست از پیغمبر صلے اللہ علیہ باز داشتند و روے بر ابو بکر نہادند و سرش و محاسن وے را گرفتند و چنداں بر روے زدند کہ سرش شکستہ شد۔ و در روایتے است کہ چنداں نعلین بر سر و روے و سائر اعضائے او زدہ بودند کہ بیہوش بافتاد۔ بنو تیم کہ قوم ابو بکر بودند خبردار شدند و او را از دست کفار خلاص کردند"۔ اور یہ قصہ تاریخ الخلفاء میں بھی مذکور ہے۔

۲۳۔ درباره جمع قرآن صاحب مشکوۃ تحریر فرماتے ہیں قَالَ زَیْدٌ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اِنَّکَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّھِمُکَ وَقَدْ کُنْتَ تَکْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْہُ (یعنی زید ناقل ہے کہ ابو بکر نے مجھسے کہا تو ایک جوان عاقل مرد ہے۔ ہم تجھکو متہم نہیں سمجھتے اور بیشک تو رسول خدا کے لئے وحی لکھا کرتا تھا۔ اب تو قرآن کی تلاش کر کے اُسکو جمع کردے) افسوس حضرت ابو بکر کا جمع کرایا ہوا قرآن حضرت عثمان کو ناپسند ہوا اسلئے تلف کرا دیا گیا۔ اور آپکی سعی و کوشش برباد ہوگئی۔

۲۴۔ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے وَلَمَّا بَلَغَ الْخَبَرُ اَیْ خَبَرُ خَالِدٍ مَعَ ذٰلِکَ الْاِمْرَاَۃِ اَبَابَکْرٍ قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ خَالِدًا اَزْنٰی فَارْجُمْہُ قَالَ مَا کُنْتُ لِاَرْجُمَہٗ فَاِنَّہٗ تَاَوَّلَ فَاَخْطَاءَ قَالَ فَاِنَّہٗ قَتَلَ مُسْلِمًا فَاقْتُلْہُ بِہٖ قَالَ مَا کُنْتُ لِاَقْتُلَہٗ بِہٖ فَاِنَّہٗ تَاَوَّلَ فَاَخْطَاءَ قَالَ فَاعْزِلْہُ قَالَ مَا کُنْتُ لِاَشِیْمَ سَیْفًا سَلَّہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ اَبَدًا (یعنی جس وقت خالد اور اُسکی زوجہ کی خبر ابو بکر اور عمر کو پہنچی کہ خالد نے مالک بن نویرہ کو مع اُسکے گروہ کے قتل کر کے اُسکی زوجہ سے زنا کیا تو عمر نے کہا کہ خالد نے زنا کیا ہے تو اُسکو سنگسار کر۔ جواب دیا کہ میں اُسکو سنگسار نہ کرونگا اسلئے کہ اُسنے تاویل کی پھر اسمیں خطا ہوگئی۔ پھر عمر نے کہا کہ اُسنے مسلمانوں کو قتل کیا ہے تو اُنکے قصاص میں اُسکو قتل کر۔ جواب دیا کہ میں اس سبب سے بھی اُسے قتل نہ کرونگا اُسنے تاویل کی پھر خطا کی۔ پھر عمر نے کہا کہ اُسکو معزول کر۔ جواب دیا کہ جس تلوار کو خدا نے کھینچا ہے میں اُسکو میان میں نہ کرونگا۔) **لمولف**۔ یہ واقعہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر کی رحمدلی پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵- صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں مجھسے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلا تاکہ میں لکھدوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی آرزو کرنیوالا (یعنی حضرت علیؑ) کہے کہ میں خلافت کے لائق ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اور مومنین اس سے انکار کرینگے کہ سوائے ابوبکر کے کوئی اور خلیفہ ہو۔

کیوں حضرات شیعہ! اب تو آپکو معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی نے اپنے پدر بزرگوار کو رسولِ خدا کے منصوص من اللہ خلیفہ ہونیکا خلعت پہنا دیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو (معاذ اللہ) غادر اور مفتری ٹھہرا دیا! مگر ہائے ہائے! کسکو روئیے کسکو پیٹیے۔ کس پر غصہ اُتاریئے۔ گھر کا بھیدی بُرا ہوتا ہے یا یوں کہو کہ سچ پوشیدہ نہیں رہتا اور دوسرے لفظوں میں اگر چاند پر خاک ڈالی جائے تو وہ چھپ نہیں سکتا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔ جیسا کہ صاحب جامع الاصول نے سارے کرے دھرے پر دو حرف لکھکر پانی پھیر دیا چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں وَضَعَهُ الْاٰحَادُ اَوَّلًا وَفَشْوُهُ ثُمَّ كَثُرَ النَّاقِلُوْنَ فِيْ عَصْرِهٖ وَبَعْدُ فِي الْاَعْصَارِ فَلِذٰلِكَ لَمْ يَحْصُلِ التَّصْدِيْقُ جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع محض ہے اور جھوٹی حدیث بنالی گئی ہے جسکی تصدیق نہیں ہو سکتی۔

۲۶- کنز العمال میں ملا علی تحریر فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ الْاَعْرَابِيِّ رُوِيَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ لَا قَالَ فَمَا اَنْتَ قَالَ اَنَا الْخَالِفَةُ یعنی ایک اعرابی حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ رسولِ خدا کا خلیفہ تو ہی ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا نہیں۔ اعرابی نے کہا کہ پھر تو کون ہے؟ کہا کہ میں خالفہ ہوں۔ اور ابن اثیر نے نہایۃ میں خالفہ کی بابت تحریر فرمایا ہے وَاَمَّا الْخَالِفَةُ فَهُوَ الَّذِيْ لَا غِنٰى عِنْدَهٗ وَلَا خَيْرَ فِيْهِ جس سے ظاہر ہے کہ خالفہ اُسے کہتے ہیں جس میں خیر کی بو نہو۔

۲۷۔ فضل نے اپنی کتاب باطل میں اور سبط ابن جوزی نے خواص الائمہ میں لکھا ہے فَلَمَّا صَلَّی الظُّهْرَ رَقَی اَبُوْبَکْرٍ عَلَی الْمِنْبَرِ وَقَالَ اَقِیْلُوْنِیْ فَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ یعنی حضرت ابوبکر نماز ظہر پڑھکر منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بیعت کا اقالہ کرلو کیونکہ میں بہتر نہیں ہوں حالانکہ علیؑ تمہارے درمیان میں موجود ہیں۔

۲۸۔ ملا علی متقی کنز العمال میں محدثین ثقات سے مثل ابو عبیدہ اور طبرانی اور ابن عساکر وغیرہ سے حضرت ابوبکر کا قول بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں وَدِدْتُ اَنِّیْ سَاَلْتُ عَنْهُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَدِدْتُ اَنِّیْ سَاَلْتُهٗ فِیْمَنْ هٰذَا الْاَمْرُ فَلَا اُنَازِعُهٗ اَهْلَهٗ وَوَدِدْتُ اَنِّیْ کُنْتُ سَاَلْتُهٗ هَلْ لِلْاَنْصَارِ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ شَیْءٌ یعنی میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ جناب رسول خدا سے سوال کرتا کہ انحصار امر خلافت کس شخص میں ہے۔ اگر مجھکو یہ امر معلوم ہوتا تو میں اُسکے اہل سے نزاع نہ کرتا۔ اور اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میں حضرت رسول خدا سے دریافت کرتا کہ آیا انصار کے لئے بھی خلافت میں کچھ حصہ ہے؟)

یہ بات حضرت خلافت مآب ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت ارشاد فرمائی تھی چنانچہ کنز العمال میں ہے عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْقَ قَالَ فِیْ مَرَضِ مَوْتِهٖ اِنِّیْ لَا اٰسٰی عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا عَلٰی ثَلٰثَةٍ فَعَلْتُهُنَّ پھر اُن اشیاء کا ذکر کیا ہے کہ منجملہ اُسکے عبارت مذکور ہوئی۔

۲۹۔ ابو نعیم وغیرہ نے عبد الرحمٰن اصفہانی سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر منبر رسول خدا پر بیٹھے تھے کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ تشریف لائے اور ابوبکر کو پکار کر فرمایا کہ اِنْزِلْ عَنْ مَجْلِسِ اَبِیْ (میرے پدر بزرگوار کی جگہ سے اُتر آ) ابوبکر نے کہا کہ تمنے سچ کہا۔ یہ منبر تمہارے والد ہی کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور رونے لگے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ واللہ میری فہمائش سے حسنؑ نے یہ بات نہیں کہی۔ ابوبکر نے کہا کہ سچ ہے میں تمکو الزام نہیں دیتا۔

۲۰- کتاب نہایۃ العقول میں امام فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کُل مسائل شرعی سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے۔

اس قول کے تائید میں خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر کے متعلق چند ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔
(۱) کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ ایک ضعیفہ اپنے نبیرہ کی میراث مانگنے کے لئے دربار خلافت میں حاضر ہوئی تو اُسکو حضرت ابو بکر نے یہ فرماکر واپس کر دیا کہ میں نے تیرے حق میں کوئی چیز کتاب اور سنّت میں نہیں پائی۔ (۲) ایک مرد کو احراق نار کی سزا دلوائی (۳) چور کا بایاں ہاتھ قطع کرایا (۴) کنز العمال میں ہے کہ حضرت ابو بکر میراث عمہ اور خالہ سے ناواقف تھے۔
(۵) تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر مسئلہ کلالہ اور میراث جدہ سے ناواقف تھے۔ (۶) صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے چھٹا حصہ ترکہ متوفی کا نانی کو دادی کے ہوتے ہوئے دلوا دیا۔ اور عبد اللہ ابن سہیل نے اسکی تصحیح کی۔

۲۱- تاریخ بغداد اور خلاصہ تاریخ مذکور ہے یہ مختصر تاریخ بغداد مولفہ ابن جزلہ میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَ اِیْمَانُ اِبْلِیْسَ وَاحِدٌ (یعنی حضرت ابو بکر صدیق کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک ہے)

۲۲- ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے بعد قبول اسلام شراب نوشی کی۔

۲۳- نہایۃ العقول میں ہے کہ خلفاء خاطی اور غیر معصوم تھے اور شیطان اُنپر تسلط رکھتا تھا۔ حالانکہ قرآن میں ہے کہ شیطان مومنین پر غالب نہیں ہوتا بلکہ صرف گمراہوں پر تسلط کرتا ہے۔ چنانچہ سورہ حجر پارہ چہار دہم میں پروردگار عالم فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ (میرے بندوں پر تجھے ہرگز غلبہ نہوگا لیکن اُن گمراہوں پر جو تیری پیروی کرینگے۔ اور تحقیق جہنم اُنکے وعدہ کی جگہ ہے) اور سورہ نحل میں ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ہ اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ (اُسکا زور اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اُسکا زور اُنھی لوگوں پر چلتا ہے جو اُسکو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اُسکو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

۴۴- مدارج النبوۃ۔ رکن چہارم میں مسطور ہے کہ بروز صلح حدیبیہ جب حضرت رسول خدا نے صلح کرنی چاہی تو شیخین نے مخالفت کی۔ پس عروہ نے جناب رسول مقبول صلعم سے عرض کی کہ یہ چند اوباش جو آپکے گرد ہیں انکا آپکو خوب تجربہ ہوا ہوگا کہ وقت پر کیسے کچھ ثابت قدم رہتے ہیں اسپر حضرت ابوبکر اسقدر برہم ہوے کہ گالیاں دینے لگے۔

۴۵- علامہ سیوطی در منثور میں لکھتے ہیں کہ شب احزاب خندق حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جو کوئی اسوقت لشکر مخالف کی خبر لائیگا تو قیامت میں وہ شخص میرے ساتھ ہوگا۔ بعدہ حضرت صلعم نے خاص طور پر حضرت ابوبکر کو جانیکا حکم دیا۔ مگر حضرت ابوبکر نے بخوف جان جانے سے صاف انکار کر دیا۔

۴۶- زین الفتے تفسیر سورۂ ہل اتٰے میں لکھا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ابوبکر سے تین سوال کیے اور وہ یہ ہیں کہ (۱) کونسی چیز اللہ کے لیے نہیں ہے (۲) کونسی چیز اللہ کے نزدیک نہیں ہے (۳) کونسی چیز اللہ نہیں جانتا ہے۔ حضرت ابوبکر ان سوالوں کے جواب میں عاجز ہوے اور اُس یہودی کو اپنے ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں لائے۔ حضرت علیؑ نے فوراً جواب دیدیا اور فرمایا (۱) اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے (۲) اللہ کے نزدیک فقر و جور نہیں ہے (۳) اللہ اپنے نفس کے لیے بیٹا بیٹی نہیں جانتا۔ یہ سنکر وہ یہودی مسلمان ہوگیا۔ اور کہا کہ بیشک تم رسول اللہ کے وصی ہو۔

۴۷- کتب سیر و تواریخ میں مرقوم ہے کہ بقول حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق و ابو عبیدہ جراح و بشیر ابن سعد انصاری یہ صفات خلیفہ میں مطلوب ہیں کہ خلیفہ اولیاء و عشیرۂ پیغمبر صلعم اور مہاجرین اولین اور قوم قریش سے ہو۔ سب سے پیشتر ایمان لایا ہو اور رسول صلعم خدا کی تصدیق کی ہو اور شدائد اور اذیت پر صبر کیا ہو اور رسول صلعم خدا کی مواسات[1] کی ہو اور بجور مردم اور قلت عدد سے نہ گھبرایا ہو۔ دوسرے چاہیے کہ خلیفہ سب آدمیوں سے فصیح اور صورت وار اور عالی نسب واجب الا صاحب گروہ ہو۔ منجملہ تمام صفات مذکورۂ بالا کے صفت صورت داری بھی خلیفۂ رسول صلعم کے لیے لازمی قرار پائی۔ اسلئے حُلیۂ حضرت خلیفۂ اول کتاب استیعاب سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ عبد البر تحریر فرماتے ہیں کَانَ اَبُوْبَکْرٍ رَجُلاً نَحِیْفاً اَبْیَضَ خَفِیْفَ الْعَارِضَیْنِ اَحْنَاءَ لَا یَمْسِکُ

[1] جان و مال سے یاری و غمخواری کرنا ۱۲

إِزَارَهٗ تَسْتَرْخِيْ عَنْ حَقْوَيْهِ مَعْرُوْقُ الْوَجْهِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مَائِلُ الْجَبْهَةِ عَارِيْ الْأَشَاجِعِ هٰكَذَا وَصَفَهُ ابْنَتُهٗ عَائِشَةُ یعنی ابوبکر تنگ اندام - دُبلے - سفید بھرکی آدمی تھے انکے دونوں رخسارے بالوں سے خالی - ٹھڈی پر ڈاڑھی سج گردن یا کوزہ پشت - انکی شلوار پڑھو اور سُرین کی طرف ڈھلی رہتی تھی - اور نیچے گری پڑتی تھی - چہرہ ایسا خشک کہ دونو رخسارے اندر سے باہم ملتے تھے - اور دونوں آنکھیں حلقہ چشم میں گھسی ہوئی تھیں - اور انکی پیشانی باہر کو نکلی ہوئی تھی - اور انگلیاں خشک تھیں - اس طرح انکی بیٹی عائشہ نے انکی صفت بیان فرمائی - اور کتاب نہایہ میں ابن اثیر نے اس سے زیادہ بیان کیا ہے - وہ لکھتے کہ وہ اخیف بھی تھے - یعنی ایک آنکھ سیاہ اور دوسری نیلی تھی - سالوتریوں کی اصطلاح میں اس صفت والے کو طاقی کہتے ہیں -

۳۸ - کہا جاتا ہے کہ بعد مرنیکے مابین زوجین علاقہ زن و شوئی قطع ہوجاتا ہے - مگر حسب وصیت حضرت ابوبکر کو انکی زوجہ اسما بنت عمیس نے غسل دیا کیونکہ سوائے انکے حضرت خلافت مآب نے دوسرے کو یہ خدمت آخری بجالانے کو منع فرمادیا تھا - تاکہ کوئی نامحرم انکے بدن پر نظر نہ کرے - اس وصیت آخری سے حضرت خلافت پناہ کی حیاداری کی پوری تصدیق ہوتی ہے -

۳۹ - شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخلفا میں تحریر فرماتے ہیں عن حذیفۃ اخبرہ ابوبکر اَنَّ النبی صلعم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الخ یعنی جناب رسول خدا نے ابوبکر سے فرمایا کہ تم میں شرک خفی موجود ہے اور وہ ایسا غیر معلوم ہے جیسے چیونٹی کی رفتار -

۴۰ - صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہیں کہ از عمر ابن الخطاب مروی است کہ گفت ان بیعۃ ابوبکر کانت فلتۃ وقی اللہ المومنین شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ یعنی بعد وفات حضرت ابوبکر حضرت عمر نے فرمایا کہ بیعت ابوبکر جو ناگہانی طور پر واقع ہوگئی تھی - خدا تعالے نے اسکے شر اور خرابی سے مومنوں کو نجات دی - آئندہ اگر کوئی شخص اس طرح حصول خلافت کے لیے جسارت کرے تو اُسے قتل کر دینا چاہیے - (اس سے معلوم ہوا کہ خلافت حضرت ابوبکر کو حضرت عمر اچھا نہ جانتے تھے)

ای رضی کوتاہ کن این قصۂ بوبکر را		ہیچو بسیار است اوصافش نویسی تا کجا	



خلیفہ دوم یعنی حضرت عمر کے مختصر اوصاف کے بیان میں

اس باب میں حضرت عمر کے (جنکو ہمارے بھائی اہلسنت والجماعت نے بعد وفات حضرت ابوبکر اپنا حاکم ووالی اور نائب رسول اللہ قرار دیا) اوصاف بطور مشتے نمونہ از خروارے باختصار بسیار درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ جناب خلافت مآب عمر ابن الخطاب جہادوں میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی ہمراہی سے بھاگ جاتے تھے۔ چنانچہ صاحب روضۃ الصفا نے فرمایا ہے اور انکا بیان اوصاف حضرت ابوبکر میں لکھا جا چکا ہے اور یہاں پھر بطور یاددہانی تحریر کیا جاتا ہے کہ زید بن وہب کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن مسعود سے سوال کیا کہ "ابوبکر وعمر کجا بودند۔ گفت ایشاں نیز بگوشہ رفتہ بودند"

۲۔ تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے ذَکَرَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ اَنَّ ثُلُثَ النَّاسِ کَانُوْا مَجْرُوْحِیْنَ وَثُلُثُہُمْ انْہَزَمُوْا وَثُلُثُہُمْ ثَبَتُوْا مِنَ الْمُنْہَزِمِیْنَ مَنْ وَرَدَ الْمَدِیْنَۃَ کَانَ اَوَّلُہُمْ سَعْدُ بْنُ عُثْمٰنَ اَخْبَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قُتِلَ ثُمَّ بَعْدَہٗ رِجَالٌ وَدَخَلُوْا عَلٰی نِسَآءِہِمْ وَجَعَلَ النِّسَآءُ یَقُلْنَ اَعَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَفِرُّوْنَ وَکُنَّ یَحْثُوْنَ التُّرَابَ عَلٰی وُجُوْہِہِمْ وَیَقُلْنَ ھَاکَ الْمِغْزَلَ اُغْزِلْ اسکا مطلب یہ ہے کہ جنگ احد میں اسلام کے لشکر کی تین حالتیں تھیں کچھ زخمی تھے اور کچھ بھاگ گئے تھے۔ اور کچھ ثابت قدم تھے۔ اور بھاگنے والے جو

مدینہ میں پہنچے تو پہلے سب سے سعد بن عثمان نے خبر دی کہ حضرت رسول اللہ شہید ہو گئے۔ بعد ازاں اور بھاگنے والے مدینہ میں پہنچے اور پردہ نشین عورتوں کے پاس چلے گئے۔ عورتیں اُن سے کہتی تھیں کہ آیا تم رسول خدا کو معرکہ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ آئے اور اُن بھاگنے والوں کے مُنہ پر خاک ڈالتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ چرخا موجود ہے تم اس چرخے کو کاتو۔

پھر اسکے بعد اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ کچھ آدمی تو بھاگ کر دور چلے گئے تھے۔ بعض اُن میں سے مدینہ میں گئے اور بعض اور طرفونکو بھاگ گئے اور اکثر پہاڑ کی تلی میں پہنچے۔ اور وہا جمع ہو گئے۔ اور بھاگنے والوں میں عمر بھی ہیں۔ مگر پہلے بھاگنے والوں میں نہیں ہیں۔ اور دور بھاگ کر نہیں گئے بلکہ پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور عثمان بھی بھاگے اور یہ موضع بعید پر جا پہنچے اور تین دن کے بعد پلٹ کر آئے۔ جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ تم بڑی دور بھاگ گئے تھے۔ اصل عبارت کتاب کی یہ ہے۔ اِنَّ نَفَرًا قَلِیْلًا تَوَلَّوْا وَاَبْعَدُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ وَمِنْهُمْ مَنْ ذَهَبَ اِلٰی سَائِرِ الْجَوَانِبِ وَاَمَّا الْاَکْثَرُوْنَ فَاِنَّهُمْ تَوَلَّوْا عِنْدَ الْجَبَلِ وَاجْتَمَعُوْا هُنَاكَ وَمِنَ الْمُنْهَزِمِیْنَ عُمَرُ اِلَّا اِنَّهٗ لَمْ یَکُنْ فِیْ اَوَائِلِ الْمُنْهَزِمِیْنَ وَلَمْ یُبْعِدْ بَلْ ثَبَتَ عَلَی الْجَبَلِ اِلٰی اَنْ صَعِدَ النَّبِیُّ وَمِنْهُمْ اَیْضًا عُثْمَانُ هَزَمَ هُوَ مَعَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَهُمَا سَعْدٌ وَعُقْبَةُ اَنْهَزَمُوْا حَتّٰی بَلَغُوْا مَوْضِعًا بَعِیْدًا ثُمَّ رَجَعُوْا بَعْدَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِیْهَا عَرِیْضَةً انتہی

المؤلف۔ اس عبارتِ تفسیر نیشاپوری سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر پہاڑ کی تلی میں جا چھپے اور حضرت عثمان موضع بعید تک بھاگتے چلے گئے مگر حضرت ابو بکر کا پتہ نہ اُن لوگوں میں ملتا ہے جو پہاڑیوں میں جا کر چھپے اور نہ اُن فراریوں میں جو بھاگ کر دور نکل گئے تھے۔ اور خود فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں واپس آیا جس سے معلوم ہوا کہ کسی قریب کے مقام

پر تشریف لے گئے تھے۔ اور احد سے مدینہ منورہ زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے صرف
تقریباً دو میل کا فاصلہ ہے۔ اور لوگ وہاں بھی چلے گئے تھے جن کی بابت اوپر
بیان ہو چکا ہے کہ عورتیں اُنکے مُنہ پر خاک ڈالتی تھیں (یَحْثُونَ التُّرَابَ عَلٰی
وُجُوْهِهِمْ) اور اُنسے چرخہ کاتنے کو کہتی تھیں (هَاكَ الْمِغْزَلُ اُغْزُلْ) پس
معلوم ہوا کہ ابوبکر بھی اُسی گروہ میں شامل تھے اور مدینہ کو چلے گئے تھے۔

۳۔ سیوطی درمنثور میں تحریر فرماتے ہیں اَخْرَجَ ابْنُ جُرَیْرٍ عَنْ كُلَیْبٍ
قَالَ خَطَبَ عُمَرُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ اٰلِ عِمْرَانَ وَكَانَ یُعْجِبُهٗ اِذَا خَطَبَ اَنْ
یَّقْرَأَهَا فَلَمَّا انْتَهٰى اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ قَالَ
لَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ هَزَمْنَا فَفَرَرْتُ حَتّٰى صَعِدْتُ الْجَبَلَ وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ
اَنْزُوْ كَاَنِّیْ اَرْوِیَةٌ یعنی حضرت خلافت مآب عمر ابن الخطاب نے جمعہ کے دن خطبہ
پڑھا اور اُس میں سورہ آل عمران کو تلاوت فرمایا۔ جب اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ
الخ پر پہنچے اُسوقت ارشاد فرمایا کہ احد کی لڑائی کے دن ہم بھاگے پس میں بھی بھاگنے
والوں کی طرح بھاگا۔ یہاں تک کہ میں پہاڑ پر چڑھ گیا گویا اُسوقت بزکوہی بنگیا تھا۔

۴۔ کتاب کنز العمال میں حضرت عمر کا قول اس طرح درج ہے کہ فرمایا تَفَرَّقْنَا
عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ یَوْمَ اُحُدٍ فَصَعِدْتُ الْجَبَلَ یعنی جب ہم روز احد جناب رسول خدا کو چھوڑ کر
بھاگے تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔

۵۔ تفسیر کبیر میں ہے وَمِنَ الْمُنْهَزِمِیْنَ عُمَرُ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ مِنْ اَوَائِلِ
الْمُنْهَزِمِیْنَ یعنی حضرت عمر لڑائی سے بھاگنے والوں میں ہیں۔ لیکن پہلے بھاگنے والوں
میں نہیں ہیں۔

۶۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابو قتادہ نے کہا اِنْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ وَانْهَزَمْتُ
مَعَهُمْ فَاِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِی النَّاسِ فَقُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ فَقَالَ
اَمْرُ اللّٰهِ یعنی مسلمان جنگ حنین سے بھاگے اور میں بھی اُن بھاگنے والوں
میں تھا۔ میں نے ناگاہ عمر ابن خطاب کو اُن بھاگنے والوں میں دیکھا۔ میں نے

اُنسے کہا کہ لوگ کیوں بھاگ آئے۔ جواب دیا کہ امر خدا یوں ہی واقع ہوا۔

۷۔ صاحب حبیب السیر تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ ذات السلاسل میں حضرت ابو بکر کے شکست کھانے کے بعد حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب کو علم دیکر مع فوج اسلام جہاد کے لئے روانہ کیا۔ اور وہ بھی مثل ابو بکر صدیق کے منہزم واپس آئے۔

۸۔ صاحب کنز العمال تحریر فرماتے ہیں عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلٰی خَیْبَرَ فَلَمَّا اَتَاھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ بَعَثَ عُمَرَ وَمَعَہُ النَّاسَ اِلٰی مَدِیْنَتِھِمْ وَاِلٰی قَصْرِھِمْ فَلَمْ یَلْبَثُوْا اَنْ ھَزَمُوْا عُمَرَ وَاَصْحَابَہٗ فَجَآءَ یُجَبِّنُھُمْ وَیُجَبِّنُوْنَہٗ نَسَآءَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ عَلَیْھِمْ رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُقَاتِلُھُمْ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰہُ لَہٗ لَیْسَ بِفَرَّارٍ الحدیث بِطُوْلِہٖ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت خلافت مآب عمر ابن الخطاب جنگ خیبر میں شریک تھے۔ بلکہ سردار لشکر کرکے بغرض مقابلۂ کفار انکو حضرت رسول خدا نے روانہ فرمایا تھا۔ اور وہاں سے تاب مقابلہ نہ لاکر منہزم ہو گئے۔

۹۔ کتاب درمنثور اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ حضرت خلافت مآب عمر ابن الخطاب نے سورہ بقر کو بارہ برس میں سیکھا اور جب ختم کیا تو ایک اونٹ کی قربانی کی۔

۱۰۔ سیوطی نے درمنثور میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خلافت مآب عمر فاروق عَلَقْ کے معنی نہ جانتے تھے جو از جملہ الفاظ قرآن ہے۔ اور اَلْحَمْدُ کے معنی بھی معلوم نہ تھے۔ اور اَبًّا کے معنی سے بھی واقف نہ تھے۔ اور ازالۃ الخفا میں ہے کہ اُنکو معنی لفظ حرج کا علم نہ تھا۔

۱۱۔ حضرت عمر کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص اُن سے قرآن شریف کے کسی لفظ کے معنی پوچھتا تھا تو وہ اُسکو بے آبرو کرتے تھے۔ یہانتک کہ بعض اوقات برہمی کے سبب اُسکو مارتے بھی تھے۔ چنانچہ سیوطی نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر خطاب کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ یا امیر المومنین الجَوَارِ الکُنَّس کے

کیا معنی ہیں۔ حضرت خلافت مآب نے اُسکا عمامہ اُسکے سر سے گرا دیا اور کچھ جواب نہ دیا
اسی قاعدہ حضرت عمر کے متعلق ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں بایں مضمون
تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ ضبیغ تمیمی ہمکو ملا اور اُسنے
حروف قرآن کی تفسیر دریافت کرنا شروع کی۔ یہ سنکر حضرت خلافت مآب کی خدمت میں
عرض کی کہ یا امیر المومنین وَالذّٰرِیَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا کے کیا معنی ہیں؟
یہ سنتے ہی اُسکو جھڑکا کہ تو وہی ہے۔ اور کھڑے ہو گئے اور آستینیں چڑھا کر اُسکے
کوڑے مارنے لگے۔ یہانتک کہ اُسکا عمامہ گر گیا۔ دیکھا تو اُسکے سر پہ بال ہیں حضرت
عمر نے قسم کھا کر کہا کہ اگر میں تیرا سر منڈا ہوا پاتا تو ضرور تیرے سر پہ بھی مارتا۔ پھر اُسکو
ایک مکان میں قید کیا۔ اور ہر روز نکالتے تھے اور مارتے تھے۔ اور جب وہ اُس
روز روز کی مار سے اچھا ہوا تو سو کوڑے اور مارے۔ الیٰ آخر القصۃ۔

۱۲۔ صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِیِّ وَجَعُہُ
قَالَ ائْتُونِی بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ قَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّبِیَّ غَلَبَہُ
الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا کِتَابُ اللّٰہِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوْا وَکَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُوْمُوْا عَنِّیْ
وَلَا یَنْبَغِیْ عِنْدِیَ التَّنَازُعُ یعنی جب رسولِ خدا پر مرض کا غلبہ ہوا تو آنحضرت
نے فرمایا کہ سامانِ کتابت لاؤ۔ میں تمکو ایسی چیز لکھدوں جس سے تم گمراہ نہو۔ اسکے
بعد عمر نے کہا کہ جناب رسولِ خداؐ پر درد غالب ہے۔ ہمارے پاس کتاب خدا موجود ہے
ہمکو وہی کافی ہے۔ آپکے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بعد ازاں لوگوں میں اختلاف
پڑا۔ بعضوں نے کہا کہ سامانِ کتابت دیدو۔ اور بعضوں نے وہی کہا جو عمر نے کہا تھا
اور شور و غل بلند ہوا۔ اُسوقت جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ
کیونکہ میرے سامنے نزاع کرنا سزاوار نہیں۔
اسی مطلب کو خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں اور شیخ احمد علی
فاروقی سرہندی نے اپنے مکتوب سی و ششم مجلد ثانی میں اس طرح تحریر فرمایا ہے
اِنَّ النَّبِیَّ قَالَ فِیْ مَرَضِہٖ ائْتُوْنِیْ بِدَوَاتٍ اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَا تَضِلُّوْنَ بَعْدِیْ

فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھجُرُ حَسبُنَا کِتَابَ اللہِ فَلَغَطَ النَّاسُ فَقَالَ اخْرُجُوا عَنِّیْ لَا یَنْبَغِیْ التَّنَازُعُ لَدَیَّ یعنی حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مرضِ موت میں ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دوات یعنی سامانِ کتابت لاؤ تاکہ میں تمکو ایسی چیز لکھدوں کہ تم بعد میرے گمراہ نہو۔ عمر نے کہا کہ یہ مرد ہذیان بکتا ہے۔ ہمکو خدا کی کتاب کافی ہے (ہم نہیں لکھواتے) پس لوگوں میں اختلاف ہوا اور شور بلند ہوا پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ کہ تمکو میرے پاس جھگڑنا جائز نہیں ہے (احترام پیغمبر اسی طرح کیا جاتا ہے جیسا حضرت خلافت مآب عمر ابن الخطاب نے کیا اور رسولِ خدا کی شان میں ایسے ہی الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جیسے اُنھوں نے کئے۔ توبہ! توبہ!)

۱۳۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغۃ میں حضرت عمر کا قول اس طرح تحریر ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صلعم اَرَادَ اَنْ یَّذْکُرَہُ لِلْاَمْرِ فِیْ مَرَضِہٖ فَصَدَدْتُہٗ وَلَقَدْ اَرَادَ فِیْ مَرَضِہٖ اَنْ یُّصَرِّحَ بِاِسْمِہٖ فَمَنَعْتُ مِنْ ذٰلِکَ یعنی حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اپنے مرض الموت میں ارادہ کیا کہ حضرت علیؑ کا اُنکی خلافت کے لئے ذکر فرمائیں اور اُنکے نامِ مبارک کی خلافت کے لئے تصریح فرمادیں مگر میں نے اس سے آنحضرتؐ کو روکدیا اور منع کردیا (کیا خوب کام کیا۔ سبحان اللہ!)

۱۴۔ جامع کبیر سیوطی میں مسطور ہے عَنْ عَامِرِ الشَّعْبِیِّ قَالَ کَتَبَ رَجُلٌ مُّصْحَفًا وَکَتَبَ عِنْدَ کُلِّ اٰیَۃٍ تَفْسِیْرَھَا فَدَعَا بِہٖ عُمَرُ فَقَرَضَہٗ بِالْمِقْرَاضِ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے مصحف مجید لکھا اور ہر آیت کے پاس اُسکی تفسیر بھی لکھی خلیفہ جی نے اُس قرآن کو مقراض سے پارہ پارہ کردیا۔ (خلافت نبوی کا فرض ادا کیا گیا!)

۱۵۔ صاحب اتقان تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر کے حکم سے زید قرآن لکھتا تھا تو لوگ اُسکے پاس آتے تھے۔ اور وہ کوئی آیت بغیر دو عادل گواہوں کے نہ لکھتا تھا۔ اور آخر سورہ براءت سوائے خزیمہ بن ثابت کے کسی کے پاس نہ ملا تو زید نے کہا لکھ لو کہ جناب رسول خداؐ نے خزیمہ کی شہادت دو مردوں کی گواہی کے برابر ٹھہرادی ہے۔ اور حضرت عمر ابن الخطاب خود بہ نفس نفیس آیۂ رجم لائے تو اُسکو زید نے نہ لکھا اسلئے کہ عمر تنہا تھے۔

اور اپنے عہد خلافت میں بھی آیہ رجم حضرت عمر نے قرآن میں درج نہ کرائی۔ اس خیال سے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر نے کتاب اللہ میں زیادتی کر دی۔ حالانکہ آیہ رجم حضرت عمر فاروق کو بخوبی یاد تھی۔ (اس سے حضرت عمر کی عین دیانت داری ثابت ہے) اور وہ آیہ یہ ہے اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّۃَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ اسی آیہ کے متعلق محاضرات میں راغب اصفہانی نے در ذکر ما ادعی انہ من القرآن مما لیس فی المصحف تحریر فرمایا ہے وَرُوِیَ اَنَّ عُمَرَؓ قَالَ لَوْلَا اَنْ یُّقَالَ زَادَ عُمَرُ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ لَاَثْبَتُّ فِی الْمُصْحَفِ فَقَدْ نَزَلَتِ الشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّۃَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ یعنی عمر نے کہا کہ تم لوگ اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہہ یا کریں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں خود بخود بڑھا دیا ہے تو میں اس آیت کو ضرور مصحف میں لکھوا دیتا کیونکہ یہ نازل ہوئی تھی (اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّۃَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝)

۱۶۔ ازالۃ الخفا میں منقول ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے کہ كُلُّ النَّاسِ اَعْلَمُ مِنْ عُمَرَ حَتّٰى الْعَجَائِزُ یعنی تمام آدمی عمر سے زیادہ عالم ہیں یہاں تک کہ بڑھیا عورتیں بھی۔

۱۷۔ کنز العمال میں لکھا ہے عَنْ عُمَرَ قَالَ الْبَوْلُ قَائِمًا اَحْصَنُ لِلدُّبُرِ وَالْبَوْلُ جَالِسًا اَرْخٰى لِلدُّبُرِ یعنی حضرت عمر نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دبر کی خوب حفاظت کرتا ہے۔ اور بیٹھ کر پیشاب کرنا دبر کو سست اور ڈھیلا کرتا ہے (مخصوص تجربہ کی بات معلوم ہوتی ہے!)

۱۸۔ اہلسنت کی کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر نہایت غلیظ القلب اور درشت خو تھے۔ چنانچہ صاحب فتوح (اعثم کوفی) لکھتے ہیں کہ جب عمر ابن الخطاب کی ولیعہدی کی خبر لوگوں میں مشہور ہوئی تو ایک جماعت اصحاب کبار نے جسکے ساتھ طلحہ بن عبد اللہ بھی تھے بیعت خلافت مآب حضرت عمر ابن الخطاب سے انکار کیا اور کہا کہ اس فظ غلیظ القلب کو ہم پر کس لئے امیر کیا گیا ہے۔ اور اسی حالت میں طلحہ بن عبد اللہ ابوبکر کے پاس گئے اور کہا کہ اے خلیفہ تم عمر ابن الخطاب کو مسلمانوں پر خلیفہ کرتے ہو؟ حضرت صدیق نے فرمایا کہ میں اسکو خلیفہ کیوں نہ کروں؟ طلحہ نے کہا کہ عمر سخت آدمی ہے اور تم جانتے ہو کہ آدمیوں کو اسکی غلظت سے تمہاری زندگی میں کیا کیا رنج پہنچے ہیں۔ اور اگر عیاذاً باللہ تم سرائے فانی سے

دارجاودانی کو انتقال کروگے تو کیسی تکلیفیں اور ایذائیں لوگوں کو پہنچینگی۔ اور جاننا چاہیے کہ ہمارے ساتھ وہ کس طرح زندگی بسر کرینگے۔ اور بیشک قیامت میں تم سے اس باب میں سوال کیا جائیگا کہ زیر دستوں کے ساتھ تمنے کیا کارروائی کی اور کس شخص کو مسلمانوں کا اپنا خلیفہ اور نائب چھوڑا۔

اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے وَدَخَلَ عَلَيْهِ بَعْضُ الصَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مِّنْهُمْ مَا اَنْتَ قَائِلٌ لِرَبِّكَ اِذَا سَأَلَكَ عَنِ اسْتِخْلَافِ عُمَرَ عَلَيْنَا وَقَدْ تَرٰى غِلْظَتَهٗ یعنی ابوبکر کے پاس اصحاب کا ایک گروہ آیا اور ایک ایک شخص نے اُنسے کہا کہ اے ابوبکر تم پروردگار کو کیا جواب دوگے جب کہ تم سے سوال کریگا کہ تمنے عمر کو مسلمانوں پر کیوں خلیفہ مقرر کیا تھا۔ حالانکہ اُسکی غلظت اور درشت خوئی تم ظاہر بظاہر دیکھتے تھے۔

۱۹- ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغۃ میں ہے کہ حالت تشنگی میں حضرت عمر کا گزر ایک جوان انصاری پر ہوا۔ اور اُس سے پانی مانگا۔ اُسنے شہد کا شربت حاضر کیا۔ آپنے وہ شربت نہ پیا اور فرمانے لگے کہ میں نے سُنا کہ حق تعالے فرماتا ہے اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (تم دنیا کی زندگانی میں اپنے مزے اُڑا چکے اور اس سے خاطرخواہ نفع اُٹھا چکے) جوان نے عرض کی کہ یہ آیت آپکے حق میں نہیں اسکا شروع تو پڑھیے وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا (اور جس دن کافر جہنم میں جھونکے جائینگے (تو اُن سے کہا جائیگا کہ) تم زندگانی دنیا میں اپنے مزے اُڑا چکے) آیا ہم اُن میں ہیں؟ یہ سنکر حضرت نے شربت پی لیا اور فرمایا کہ تمام آدمی فقہ میں عمر سے زیادہ ہیں۔ اور اس روایت کی اصل عبارت یہ ہے مَرَّ عُمَرُ بِشَابٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ ظَمْاٰنُ فَاسْتَسْقَاهُ فَخَاضَ لَهٗ عَسَلًا فَرَدَّهٗ وَ لَمْ يَشْرَبْ وَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَقَالَ الْفَتٰى اِنَّهَا وَاللّٰهِ لَيْسَتْ لَكَ اِقْرَاْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا قَبْلَهَا وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ

الدنیا اغنی منھم تشرب وقال کل الناس افقہ من عمر۔

۲۰۔ شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے وخطب عمر فقال لا یبلغنی ان امرأۃ تجاوز صداقھا زوجات رسول اللہ الا ارتجعت ذلک منھا فقامت الیہ امرأۃ فقالت واللہ ما جعل اللہ ذلک لک انہ تعالیٰ یقول واتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا فقال عمر الا تعجبون من امام اخطأ وامرأۃ اصابت ناضلت امامکم فنضلتہ یعنی ایک دن حضرت خلافت مآب عمر ابن خطاب نے خطبہ میں فرمایا کہ جو عورت رسول خدا کی ازواج سے زیادہ مہر لیگی وہ میں اس سے واپس لیلونگا۔ یہ سنکر ایک عورت کھڑی ہو گئی اور کہا کہ حق تعالےٰ نے آپکو یہ اختیار نہیں دیا۔ خدائے عزوجل فرماتا ہے واتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (اور ان میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ نہ لینا) یہ سنکر فرمانے لگے کہ آیا تم تعجب نہیں کرتے ہو اس امام سے جسنے خطا کی اور اس عورت سے جو صواب پر پہنچی تمہارے امام سے اسنے مباحثہ کیا اور اسپر غالب ہوئی۔ (جیسی روح ویسے فرشتے۔ جیسے پیر ویسے مرید۔ پھر تعجب کا کونسا محل ہے؟)

۲۱۔ اسی کتاب میں ہے وکان عمر یعس لیلۃ فمر بدار سمع فیھا صوتا فارتاب وتسور فوجد رجلا عند امرأۃ وزق خمر فقال یا عدو اللہ اظننت ان یسترک اللہ وانت علی معصیۃ فقال لا تعجل یا امیر المؤمنین ان کنت اخطأت فی واحدۃ فقد اخطأت فی ثلث قال اللہ تعالیٰ لا تجسسوا وقد تجسست وقال واتوا البیوت من ابوابھا وقد تسورت وقال اذا دخلتم بیوتا فسلموا علی اھلھا وما سلمت فقال ھل عندک من خیر ان عفوت عنک قال نعم واللہ لا اعود فقال اذھب فقد عفوت عنک یعنی ایک رات حضرت خلافت مآب عمر ابن الخطاب بطور عسس کے پھر رہے تھے ناگاہ ایک مکان پر گزر ہوا جہاں کچھ آواز سنی جس سے شک پیدا ہوا اور دیوار کو د کر اندر پہنچے۔ وہاں ایک مرد کو پایا جسکے پاس ایک عورت اور شراب کی مشک تھی۔ فرمانے لگے کہ

اے دشمن خدا۔ آیا تو نے گمان کیا تھا کہ خدا تیری پردہ پوشی کریگا حالانکہ تو گناہ کر رہا ہے
اُسنے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں۔ اگر میں نے ایک خطا کی ہے تو آپنے تین خطائیں کی ہیں۔
خدا تعالٰے نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا یعنی جستجو نہ کرو۔ اور آپنے بے شبہہ جستجو کی۔
اور فرمایا وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا یعنی گھروں میں اُنکے دروازوں کی راہ سے
آؤ۔ اور آپ دیوار پھاند کر آگئے۔ اور فرمایا ہے اِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا
(جب تم گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو) اور آپنے سلام نہ کیا۔ یہ سنکر فرمانے لگے کہ
اگر میں تجھسے در گزر کروں تو آیا تیرے پاس کچھ بھلائی ہے؟ اُسنے کہا ہاں۔ میں پھر
ایسا کام نہ کرونگا۔ پھر فرمایا جا تجھے میں نے معاف کیا ع یہ ہے شانِ خلافت
اسکو کہتے ہیں خبرداری۔

۲۲۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جناب خلافت مآب حضرت عمر ابن
الخطاب نے سولھویں سال میں دیوان عطا مقرر کیا اور ہر شخص کے واسطے سالانہ مقرر
فرمایا۔ اور ابتدا حضرت عباس بن عبد المطلب (عمِ جناب رسول خداؐ) سے کی اور اُنکے
چچا ہونے کی رعایت کے سبب اُنکو سب پر مقدم کیا۔ اور ہر سال کے واسطے اُنکے لئے
بارہ ہزار اور بقولے چوبیس ہزار درہم مقرر ہوے۔ اُنکے بعد ساداتِ اہلبیتؑ کو
مقدم رکھا۔ (صاحب روضۃ الاحباب نے اُنکے نام تحریر نہیں فرمائے۔ غالباً مراد
اُنکی آل ابولہب سے ہوگی) اور زوجاتِ پیغمبر میں سے ہر ایک کے لئے دو ہزار درہم
مقرر کئے۔ اور ہر ایک صحابی اہلِ بدر کو پانچ پانچ ہزار درہم دئے۔ اور چار آدمیوں کو
یعنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور ابوذرؓ اور سلمانؓ کو اہل بدر میں داخل
کیا۔ اور بعد ازاں چار چار اور تین تین اور دو دو ہزار اور ہزار پانسو اور ڈھائی ڈھائی سو کے
منصب مقرر کئے۔ اس شاہانہ تقسیم اور مراتب بندی سے حضرت عمر کی شان امارت
دریادلی۔ مرتبہ فہمی اور مستحقین کی حق شناسی کا ثبوت مل رہا ہے۔ ورنہ خزانۂ بیت المال سے
ہر سال اسقدر زر خطیر نکالدینا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑا جگر گردہ درکار ہے ع انعام ہمچو
باشد و شاہاں چنیں کنند غالباً شاہانِ مغلیہ نے ہفت ہزاری پنجہزاری کے منصب مقرر کریکا اسی کا رسبق سیکھا تھا۔

۳۴۔ روضۃ الاحباب اور فتوح میں مرقوم ہے کہ جسوقت سائب بن اقرع لوٹ کی جمع اور تقسیم میں مصروف تھے۔ ایک دہقانی عجم نے اُنکے پاس آکر عرض کی کہ اگر مجھکو جان و مال سے امان دو تو میں تمکو ایک گنج عظیم بتاؤں جس میں لعل و جواہرات اور حُلّے اور زیور بہت ہیں۔ جنکی قیمت کا اندازہ مبصر اور جوہری نہیں کر سکتے۔ سائب نے اُسکی عرض قبول کی اور وہ حسب وعدہ انہیں اُس خزانہ پر لے گیا۔ دو صندوق لعل اور جواہر آبدار سے لبریز دستیاب ہوئے۔ اُس مال کو لوگ خزینہ بجیرجان کہتے تھے اور بجیرجان یزدجرد کا وزیر تھا۔ اور بادشاہ کو اُسکی زوجہ سے خفیہ تعلق تھا۔ یہ حُلّے اور زیورات اور لعل و جواہر بادشاہ نے اُسکو عطا کئے تھے۔ جب یہ خزانہ گرانبہا سائب کے ہاتھ آیا اُسنے لوگوں سے چھپا کر مع خمس غنیمت خلیفہ کے پاس حاضر کیا۔ اور جناب خلافت مآب عمر ابن خطاب نے ان لعل و جواہر آبدار کو کہ زمانہ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے بنظر اعتبار دیکھا۔ یعنی خمس غنیمت کو تو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ مگر اُس خزانہ کو لوگوں سے پوشیدہ بیت المال میں رکھوا دیا یا اپنے گھر پہنچا دیا۔ سائب کہتے ہیں کہ جب عمر ابن خطاب اعیان صحابہ کے ساتھ مشورت کرنے لگے تو میں رخصت ہوکر کوفہ کو چلا۔ جس دن میں کوفہ میں پہنچا اُسی دن قاصد امیر المسلمین میرے پاس پہنچا اور کہا کہ امیر المومنین نے تمکو طلب کیا ہے۔ اور خط مجھکو دیا ہے۔ اُس میں لکھا تھا کہ اے سائب میں تجھکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بعجلت تمام میرے پاس پہنچ۔ میں بموجب حکم اُسی وقت روانہ ہوا۔ اور جب خلیفہ کے پاس پہنچا تو کہا کہ اے سائب اُس رات کو جب تم میرے پاس سے چلے گئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت ملائکہ آسمان سے اُترتی ہے۔ اور اُن پتھروں کے ٹکڑوں کو جو تم میرے پاس لائے تھے میری طرف پھینکتے ہیں۔ اور ہر ایک سنگپارہ آگ کی طرح گرم ہوکر میرے جسم پر لپٹتا ہے۔ اُس سے مجھے زحمت ہوئی اور رنج پہنچا۔ آخرکار میں نے اُنکے ہاتھ پر خدا تعالےٰ سے عہد کیا کہ وہ تمام گنج اہلِ لشکر کو پہنچا دوں کہ وہ آپس میں تقسیم کریں۔ تو اس خزانہ کو لیجا اور

اُنکو بھیجا دے کہ اپنے حقوق کے واسطے مصرف میں لائیں اور بعد ازاں میں نے اُسے لے لیا۔ اور مسجد کوفہ میں لایا اور بمشورت حذیفہ بقیمت مبلغ دو ہزار درہم عمرو ابن مخزومی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

۴۴۔ کتب معتبرہ اہلسنت والجماعت میں مرقوم ہے کہ حضرت عمر ہرگز خواہش امارت و طمع خلافت نہیں رکھتے تھے اور درحقیقت اُس سے ناراض تھے۔ چنانچہ شیخ فریدالدین عطار نے کتاب تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر نے خواجہ اویس کو دیکھا تو فرمایا کہ کون ہے جو اس خلافت کو بعوض گردہ نان مجھ سے مول لیلے۔ خواجہ اویس نے کہا کہ جسکو عقل نہو، اور تم کیا بیچتے ہو۔ چھوڑ دو تاکہ جو چاہے وہ لے لے۔ خرید و فروخت کا یہاں کیا کام ہے، اسکے بعد اُسنے عمر کو چشم عظمت سے نہیں دیکھا۔ پھر حضرت عمر نے اویس سے کہا کہ میرے حق میں دعا کرو۔ اویس نے کہا کہ آیا تم ایمان کی خواہش نہیں کرتے ہو۔ میں نے دعا کی ہے اور ہر نماز میں دعا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ (پروردگارا مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخشدے) اگر تم ایمان اپنی قبر میں سلامت لیجاؤ گے تو یہ دعا تمکو خود پالیگی۔ ورنہ میں اپنی دعا کو ضائع نہیں کرتا۔

۴۵۔ کتاب روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ ایک شخص بشیر نام منافق کا ایک یہودی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ مرد منافق نے کہا کہ آؤ کعب بن اشرف کے سامنے چلیں کہ وہ میرے اور تیرے درمیان حکم کردے۔ اور یہودی نے کہا کہ آؤ جناب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چلیں۔ تاکہ وہ ہمارے درمیان درستی کے ساتھ حکم فرمائیں منافق راضی ہوگیا۔ اور متخاصمین جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے روبرو حاضر ہوئے اور اپنی مخاصمت کا قضیہ عرض کیا۔ چونکہ یہودی راستی پر تھا اور منافق باطل پر آنحضرت نے قضیہ کو یہودی کے موافق فیصل کیا۔ منافق اُس حکم سے ناراض ہوا۔ اور یہودی کے ساتھ فیصلۂ جناب رسول خدا کے مرافعہ (اپیل) کے لئے عمر خطاب کے سامنے گیا۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ آیت لائے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ

اَلَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ (یعنی کیا تم نے اُنکو نہیں دیکھا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ تم پر نازل کیا گیا وہ سب پر ایمان لائے ہیں۔ (اور) چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت (یعنی شیطان و اہل عصیان وطغیان و بانی فتنہ وفساد) کے پاس (بغرض فیصلہ لے جائیں)۔

۲۶۔ جامع کبیر میں مسطور ہے مِنَ الزُّهْرِیِّ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اَتَى الْغَائِطَ وَهُوَ فِیْ سَفَرٍ ثُمَّ اسْتَطَابَ هُوَ بِالْمَاءِ بَلَنْ دَاخِلَتِیْهِ فَجَعَلَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ یَضْحَكُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ تَوَضَّاَ كَمَا تَوَضَّاُ الْمَرْاَةُ یعنی حضرت فاروق اکبر جناب خلافت پناہ عمر کو آبدست لینا نہ آتا تھا۔ چنانچہ ایک بار سفر میں اصحاب جناب رسالت مآبؐ نے اُنکو آبدست کرتے دیکھ پایا تو خوب قہقہہ اُڑایا۔

۲۷۔ مانی ہوئی بات ہے کہ اسلامی دنیا کے کسی زمانہ میں زمانۂ خلافت حضرت عمر کی طرح اسلام کو ترقی اور رونق حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہی سبب ہے کہ اسلام کی نمایاں اشاعت کا سہرا خلیفۂ دوم کے سر رکھا گیا اور ظاہری شان وشوکت کا خلعت اُنھی کے زیب بدن کیا گیا۔ اور فتوح اسلام کا چمکتا ہوا تمغہ حضرت ہی کے زیب گلو ہوا۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا کیونکہ اُنھوں نے چالیس ہزار شوالے ڈھا کر بجائے اُنکے چالیس ہزار مسجدیں قائم کیں اور نوکرور کافروں کو مسلمان کیا اور نوکرور کافر قتل کرائے۔ اُنکے زمانہ میں چھتیس ۳۶ ہزار شہر فتح ہوے۔ اور اُنتیس ۲۹ ہزار منبر قائم کئے گئے اور اُن پر علماء وعظ کے لئے بٹھائے گئے۔ یہ سب کچھ اُنھی کی سعی وکوشش اور جانفشانی سے وقوع میں آیا۔ اور اسلام نے ترقی اور رونق پائی۔ مگر صحیح بخاری میں لکھا ہے اِنَّ اللهَ یُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ یعنی (جناب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ) اللہ تعالے اِس دین کی تائید مرد فاجر کے ہاتھ سے کرائیگا۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مرد فاجر کون ہے جسکے ہاتھ سے دین کی تائید ہوئی اور اُسنے ترقی اور رونق پائی!

۲۸۔ پروردگار عالم قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ

مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (پھر ان عورتوں میں سے جنسے تم متعہ کرلو تو مقرر کیا ہوا مہر انکو دیدو اور مہر مقرر ہوجانیکے بعد آپس میں اگر تم کچھ کمی بیشی پر راضی ہوجاؤ تو تم پر کوئی الزام نہیں) اور اس آیت کے بعد کوئی دوسری آیت اس حکم کو منسوخ کرنیوالی نازل نہیں ہوئی۔ اسلئے ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے ہمیشہ کے لئے اپنے بندوں کو متعہ کرنیکی اجازت دی ہے۔ باوجود اس اجازت دوامی کے حضرت خلافت مآب عمر ابن الخطاب نے اپنے ذاتی حکم سے متعہ کو حرام قرار دیا چنانچہ صحیح مسلم و سیرۃ الفاروق اور اہلسنت والجماعت کی دوسری کتب معتبرہ میں حضرت عمر کا یہ قول درج ہے مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اُحَرِّمُهُمَا یعنی دو متعہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں تھے (ایک متعۃ الحج اور دوسرا متعۃ النساء) مگر میں دونوں کو حرام کرتا ہوں۔

۲۹۔ ربیع الابرار علامہ زمخشری اور کتاب مستطرف و فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے مشرف باسلام ہونے کے بعد بھی شراب نوشی فرمائی اور نشہ کی حالت میں عبد الرحمن ابن عوف کو ہڈی سے مارا اور دو شعر پڑھے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا سے کہدو کہ ہمکو مے نوشی سے بچائے اور ہمارا کھانا بند کردے اور ہمنے آج سے روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔

۳۰۔ صاحب جامع صغیر حضرت عمر کے قول کی نسبت امام ابوحنیفہ کا فتوے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذُكِرَ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ قَوْلٌ قَالَهُ عُمَرُ فَقَالَ قَوْلُ الشَّيْطَانِ یعنی عبد الصمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے سامنے ایک قول بیان کیا گیا جو عمر کا تھا اسپر امام صاحب نے فرمایا کہ یہ قول شیطان ہے)۔

۳۱۔ صاحب مدارج النبوۃ تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت صلح حدیبیہ حضرت عمر نے فرمایا کہ مجھکو رسول اللہ کی نبوت میں ایسا شک کبھی نہ ہوا تھا جیسا کہ آج ہوا۔

۳۲۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مسائل میں جسقدر غلطیاں کیں انکا احصار نہیں ہوسکتا۔ اس قول کی تائید میں چند مسائل جو حضرت عمر

کو معلوم نہ تھے اور جن میں حضرت خلافت مآب سے غلطیاں صادر ہوئیں درج ذیل ہیں۔ (۱) شرح مواقف۔ کنز العمال۔ رجال مشکوٰۃ۔ اور سیرۃ الفاروق وغیرہ کتابوں میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک زن حاملہ کو رجم کا حکم دیا اسپر حضرت علیؑ نے تنبیہ کی کہ اسکا رجم جائز نہیں۔ (۲) استیعاب اور سیرۃ الفاروق میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ایک زانیہ مجنونہ کو سنگساری کا حکم دیا اور حضرت علیؑ نے منع فرمایا اور حدیث نبوی یاد دلائی اُسوقت حضرت عمر نے فرمایا لولا علی لھلک عمر یعنی اگر علی نہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ (۳) صاحب کنز العرفان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر حدّ شرابخواری نہیں جانتے تھے اور حضرت علیؑ نے بتلادی۔ (۴) کتاب ربیع الابرار زمخشری وجلال الدین سیوطی میں ہے کہ حضرت عمر نے چاہا کہ زیورات خانۂ کعبہ کو اور اُسکے مال ومتاع کو خرچ کریں۔ حضرت علیؑ نے منع کیا اور عدم جواز کا مسئلہ بتایا۔ (۵) ازالۃ الخفا میں ہے کہ حضرت عمر اسقاطِ حمل کا خونبہا نہ جانتے تھے اور اُنہوں نے برسر منبر اپنے جہل کا اعتراف کیا جسے ایک شخص عامی نے بتا دیا۔ (۶) کنز العمال اور ازالۃ الخفا میں ہے کہ حضرت عمر مسئلہ قصاص سے اُس حالت میں ناواقف تھے جبکہ بعض ورثہ نے معاف کر دیا ہو چنانچہ ایک مرتبہ باوجود ایک وارث کے معاف کر دینے کے آپ نے قتل کا حکم دیا۔ اُسوقت ابن مسعود نے بتادیا کہ ایسی حالت میں قصاص جائز نہیں بلکہ دیت لیجائیگی۔ اور اُسکی تعلیم کے موافق دربار خلافت سے فیصلہ ہوا۔ (۷) ذخائر العقبےٰ میں منقول ہے کہ ایک عورت سے حضرت عمر نے دھمکیاں دیکر اقرار جرم کرایا اور اُسکے قصاص کا حکم دیا۔ جب اُسے قتل کرنیکو لئے جاتے تھے تو راستہ میں حضرت علیؑ مل گئے اور حال دریافت کیا اور اُسکو پھر حضرت عمر کے پاس واپس لائے اور دریافت فرمایا کہ آیا تمنے اِسکا اقرار دھمکا کر لیا تھا؟ حضرت عمر نے اقرار کیا۔ تب حضرت علیؑ نے حدیث نبی یاد دلاکر ارشاد فرمایا کہ اسپر قصاص نہیں ہوسکتا۔ اُسوقت اُس عورت کی خلاصی ہوئی۔

۳۳۔ سیرۃ الفاروق میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ میں نے کل جو کچھ کہا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ بلکہ خدا کی کتاب اور اُسکے وعدے کے خلاف تھا۔

۳۴۔ مدارج النبوۃ اور سیرۃ الفاروق میں لکھا ہے کہ سال ششم ہجرت میں جبکہ جناب

رسول خدا مکہ تشریف لے گئے تو حدیبیہ کے مقام پر پہنچکر فرمایا کہ میں ایک شخص کو قریش کے پاس صرف یہ پیغام دیکر بھیجنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے حج کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ بعدہ آنحضرت نے اس کام کے لئے حضرت عمر کو حکم دیا مگر حضرت عمر نے جانے سے صاف انکار کردیا۔ اور عرض کی کہ مجھکو کفار قریش مار ڈالینگے۔

۳۵۔ صحیح مسلم میں ہے فارسل الی ابی بکر رضی اللہ عنہ ان ائتنا ولا یأتنا معک احد کراھۃ محضر عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال عمر لابی بکر رضی اللہ عنھما واللہ لاتدخل علیھم وحدک یعنی حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر کو بلوا بھیجا کہ آپ آیئے لیکن عمر ابن خطاب کی حضوری (یعنی صورت) سے کراہت ہونیکے سبب کہلا بھیجا کہ دوسرا کوئی شخص آپکے ساتھ نہ آئے تب حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا واللہ آپ تنہا ان لوگوں کے پاس نہ جایئے۔

علےٰ ہذا القیاس تاریخ طبری میں ہے فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یأتنا احد معک وکرہ ان یأتیہ عمر یعنی حضرت ابوبکر سے (حضرت علیؑ نے) کہلا بھیجا کہ آپ آیئے اور آپکے ساتھ کوئی دوسرا نہ آئے اور حضرت عمر کے آنے سے کراہت کی۔ (یہ روایتیں حضرت علیؑ اور حضرت عمر کی باہمی محبت اور صفائی پر خوب دلالت کررہی ہیں!)۔

۳۶۔ سیرۃ الفاروق میں ہے کہ حضرت عمر نے اونٹ کے لالچ میں جناب رسول خدا پر تلوار کھینچی

۳۷۔ اسی کتاب میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے عمر سے فرمایا کہ تو مسلمانوں کے ستانے سے کب باز آئیگا جب خدا تجھپر غضب نازل کریگا (یہ ارشاد جناب رسول خدا اسوقت کا بیان کیا جاتا ہے جو وقت حضرت عمر ایمان لائے تھے)۔

۳۸۔ حضرت عمر کو لقب فاروق یہودیوں نے عطا کیا ہی چنانچہ روضۃ الاحباب میں شیخ جمال الدین محدث تحریر فرماتے ہیں "محمد بن سعد کاتب واقدی از زہری روایت کردہ کہ گفت بما رسیدہ کہ اہل کتاب (یہود) اول ویرا فاروق خواندند مسلماناں بمتابعت ایشاں کردند واز پیغمبر دریں باب چیزے نرسیدہ"

اے رضی تا کے نویسی آخر اوصاف عمر
راہ اکنوں پیش گیر و قصہ اش کن مختصر



خلیفۂ سوم یعنی حضرت عثمان کے اوصاف کے بیان میں

اِس باب میں حضرت عثمان کے (جو ہمارے برادران اہلسنت و الجماعت کے اعتقاد میں اُنکے دین و دنیا کے بادشاہ اور مرشدِ واجب الاطاعت اور رسولِ خدا کے تیسرے خلیفہ۔ یا۔ نائب ہیں) مختصر اوصاف بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان بھی مثل حضرات شیخین کے بقصد نصرت جہادوں میں جناب رسولخدا کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ کتابِ روضۃ الصفا میں اُس موقع پر جہاں زید بن وہب نے عبد اللہ ابن مسعود سے دریافت کیا ہے کہ فلاں وفلاں اشخاص جہاد سے بھاگ گئے تھے اور اُسنے اُنکے بھاگنے کی تصدیق کی مسطور ہے کہ "از حالِ عثمان بن عفان استفسار نمودم۔ جواب داد کہ او نیز بہ طرفے رفتہ بود۔ روزِ سوم از جنگ بخدمت آنحضرت فائز شد۔ رسولؐ فرمود بدرستیکہ دریں واقعہ عریض رفتی۔ و در بعضے از اخبار آمدہ کہ عثمان با دو کس از یاراں چوں از جنگاہ بیروں رفتند راہ گم کردند۔ بعد سہ روز بملازمت آنحضرت آمدند۔ حضرت فرمود لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِيهَا عَرِيضَةً۔ (تم لوگ خوب لمبی چوڑی بھاگے)

۲۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں سبب نزول آیۂ کریمہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (اے رسول[1] اِس معاملے میں تمہارا کچھ اختیار نہیں۔ خواہ خدا اُنکی توبہ قبول کرے یا اُنکو عذاب دے اسلیے

[1] یعنی پارہ ۴

وہ ظالم ہیں۔) یہ لکھا ہے کہ انّہ علیہ السّلام سبّ الذین انہزموا یوم احد وکان فیہم عثمان بن عفّان فنزلت ھذہ الآیۃ فکفّ عنہم یعنی جناب رسول خدا نے اُن لوگوں پر سب کی جو روز احد جنگ سے بھاگ گئے تھے اور اُن بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بھی تھے۔ اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی پس آنحضرت خاموش ہوگئے اور سب کرنے سے باز رہے۔

اور تفسیر ثعلبی میں لکھا ہے واختلفوا فی نزول ھذہ الآیۃ فقال عبداللہ بن مسعود اراد رسول اللہ ان یدعوا علی المنہزمین عنہ من اصحابہ یوم احد وکان عثمان منہم فنہاہ اللہ تعالیٰ عن ذلک یعنی اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنے ایسے اصحاب پر جو روز احد لڑائی سے بھاگ گئے تھے بد دعا کرنیکا ارادہ کیا تھا اور حضرت عثمان اُن بھاگنے والوں میں تھے۔ پس خدا نے حضرت رسول خدا کو اس ارادہ سے منع فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی لیس لک من الامر شئ الخ اور آخر میں اس آیت کے ہے او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظلمون۔

میں کہتا ہوں کہ اصحاب ثلثہ جو حضرت رسول خداؐ کے خلیفہ اور نائب اور جانشین سمجھے جاتے ہیں آیہ وافی ہدایہ فضّل اللہ المجاھدین علی القاعدین باموالھم وانفسہم کے مصداق ہونے چاہئیں اس لئے کہ بموجب عقیدہ حضرات اہل تسنن یہ تینوں حضرات جناب رسولؐ خدا کے بہت بڑے جان نثار اور بڑے لڑاکو اور جنگجو تھے اور جہادوں کے موقعوں پر جان تو جان ہے دین وایمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھتے تھے۔ مگر تفسیر کشاف میں ابن عباسؓ سے مروی ہے الفرار من الزحف من اکبر الکبائر (جنگ کفار سے فرار کرنا از جملۂ اکبر کبائر ہے۔) اور اسی طرح امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے اعلم ان ھذا الذنب لاشک انہا کبیرۃ لانہم خالفوا صریح نص الرسول وصارت تلک المخالفۃ سببا لانہزام المسلمین وقتل جمع عظیم من اکابرھم ومعلوم ان کل

ذٰلِكَ مِنْ بَابِ الْكَبَائِرِ اَيْضًا ظَاهِرُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ
یعنی بروز احد فرار کرنیکا گناہ بیشک وبلا شبہہ گناہ کبیرہ تھا اس لئے کہ صریح نص
جناب رسول خدا کی بھاگنے والوں نے مخالفت کی تھی اور یہی مخالفت مسلمانوں کے
بھاگ جانے کا اور انکی ایک بڑی جماعت کے قتل ہو جانے کا باعث ہو گئی۔ اور اسمیں
بڑے بڑے لوگ مارے گئے۔ اور معلوم ہے کہ یہ سب باب کبائر سے ہے۔ اور
اسی طرح خدا تعالٰے کا قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
دُبُرَهٗ الخ کہ صاف اس گناہ کے کبیرہ ہونیکی خبر دے رہا ہے۔ اور اسی طرح جہاد سے فرار
کرنیوالوں کے بارے میں خدا تعالٰے کا یہ فرمانا اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ
فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ اس سے بھی فراریوں کا عذاب میں مبتلا ہونا ثابت ہے۔ پس
ہم نہیں کہہ سکتے کہ خلفاء ثلثہ جنکا پیہم جہادوں سے فرار کرنا کتب معتبرۂ اہلسنت
والجماعت سے ثابت ہے اور جس کی کسی طرح انکار ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ فریقین سنی وشیعہ
اس امر میں متفق ہیں بلکہ غیر قوموں کے مورخوں نے بھی اس واقعہ کو اپنی اپنی تواریخ میں ثبت
وضبط کر لیا ہے۔ پس انکا حشر کیا ہو گا۔ اور مفسرین قرآن صاحب تفسیر کشاف وغیرہ
انکو کس جگہ پہنچائینگے۔

۳۔ تفسیر ثعلبی اور تفسیر المشکل ابن قتیبہ میں ہے اَنَّ عُثْمَانَ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی
اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ اِنَّ فِی الْقُرْاٰنِ لَحْنًا فَقَالَ رَجُلٌ صَحِّحْ ذٰلِكَ الْغَلَطَ فَقَالَ
دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَا يُحِلُّ حَرَامًا وَّلَا يُحَرِّمُ حَلَالًا یعنی حضرت عثمان نے فرمایا کہ حقتعالٰے
کا یہ قول اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ غلط ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اسکی غلطی کو صحیح
کر دیجئے تو جواب دیا کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام تو
کرتا ہی نہیں (پھر مغز زنی سے کیا حاصل؟)

۴۔ کتاب اتقان میں لکھا ہے حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ مُوْسٰی
اَخْبَرَنِی الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيْتِ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لَمَّا كُتِبَتِ الْمَصَاحِفُ
عُرِضَتْ عَلٰی عُثْمَانَ فَوَجَدَ فِيْهَا حُرُوْفًا مِّنَ اللَّحْنِ فَقَالَ لَا تُغَيِّرُوْهَا فَاِنَّ

العرب ستغیرها او قال ستعربها بالسنتها ولوکان الکاتب من ثقیف والملی من ھذیل لم یوجد فیہ ھذہ الحروف جسکا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن کے نسخے تیار ہوے تو حضرت عثمان کے روبرو پیش کئے گئے اُسنے قرآن میں کچھ حروف غلط پائے تو فرمایا کہ انکو بدستور رہنے دو کہ عرب اپنی زبانوں سے ان غلط حرفوں کو درست کر لینگے۔ یا کہا کہ اعراب دے لینگے۔ اور اگر لکھنے والا ثقیف سے ہوتا اور املا کرنیوالا ہذیل سے ہوتا تو یہ غلط حروف قرآن میں نہوتے۔

۵۔ شیخ عبد الحق شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "آوردہ اند کہ اول قرآن نازل شد بلغت قریش کہ لغت آنحضرتؐ بود و چوں بر سائر عرب تکلم بآں شاق آمد آنحضرتؐ از حضرت رب العزت التماس نمود کہ دریں امر توسعہ شود پس امر آمد کہ ہر کس بہ لغت خویش بخواند و ہمچنیں می خواندند تا زمان امیر المومنین عثمان و چوں وے رضی اللہ عنہ مصاحف متعددہ بنویسانید و بہ بلاد اسلام فرستاد قرار برہماں لغت داد کہ زید بن ثابت بامر ابی بکر و استصواب عمر رضی اللہ عنہما جمع کردہ بود امر کرد بمحو باقی لغات" اور شیخ محدث نے جو مجمل فرمایا ہے (و امر کرد بہ محو باقی لغات) اُسکی تفصیل کتب معتبرہ اہلسنت میں اس طرح لکھی ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے جمع کئے ہوے قرآن کے سوا تمام قرآنوں کے پھاڑ ڈالنے کا اور بعض کے نزدیک جلا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بعضوں نے صاف کہدیا ہے کہ اُس زمانہ میں قرآن آگ سے جلائے گئے اور اختلاف کا منشا یہ ہے کہ روایت میں لفظ یُحرق وارد ہوا ہے۔ بعضے اُسکو حائے مہملہ سے پڑھتے ہیں اور بعضے خائے معجمہ سے۔ پس حائے مہملہ سے جلانا مراد ہے اور خائے معجمہ سے یُخرق ہوا جس سے پھاڑ ڈالنا ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض علماء معتبرین اہلسنت نے کہا ہے کہ حائے مہملہ کے ساتھ زیادہ صحیح ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن جلا دینے ہی کا حکم واقع ہوا تھا اور دربار خلافت سے جب یہ حکم صادر ہوا تو اس کی پوری پوری تعمیل بھی کی گئی۔ جیسا کہ صاحب فتح الباری تحریر فرماتے ہیں کہ قولہ و امر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق وفی روایۃ الاکثر ان یخرق

بالخاء المعجمة وللمروزی بالمهملة ورواه الاصیلی بالوجهین قد وقع فی روایة شعیب عند ابی داؤد والطبرانی وغیرهما وامرهم ان یحرقوا کل مصحف یخالف المصحف الذی ارسل به قال فذلک زمان حرقت المصاحف بالحراق النار۔ اور جب حضرت عثمان نے ابن مسعود کے قرآن کو جلایا تو ابن مسعود نے کہا کہ اگر میں مالک ہو جاؤں جس طرح یہ لوگ مالک ہوئے ہیں تو انکے قرآن کے ساتھ میں بھی وہی کروں جو میرے قرآن کے ساتھ انہوں نے کیا ہے۔ یعنی اگر میں بھی پورا قابو پاؤں تو عثمان کے جمع کیے ہوئے قرآن کو جلا دوں۔ چنانچہ کتاب محاضرات راغب اصفہانی میں مسطور ہے وقیل احرق عثمان رضی اللہ عنہ مصحف ابن مسعود وان ابن مسعود رضی اللہ عنہ کان یقول لو ملکت کما ملکوا لصنعت بمصحفهم مثل الذی صنعوا بمصحفی۔

(اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابی جناب رسولِ خدا کے زمانِ حضرت عثمان ہی میں ایسے موجود تھے جو انکے جمع کیے ہوئے قرآن کو بے اعتبار اور جلا دینے کے قابل سمجھتے تھے)۔

۲۔ حضرت خلافت مآب عثمان نے اجماع سے نسخ قرآن کو جائز قرار دیا۔ چنانچہ شرح بزدوی میں لکھا ہے کہ فکذا الاجماع یجوز ان یکون ناسخا للکتاب والسنة والاجماع عند بعض مشائخنا منهم عیسی بن ابان والیه ذهب بعض المعتزلة تمسکوا بما روی ان عثمان لما حجب الام عن الثلث الی السدس باخوین قال ابن عباس کیف تحجبها باخوین وقال اللہ تعالی فان کان له اخوة فلامه السدس والاخوان لیس باخوة فقال حجبها قومک یا غلام فدل علی جواز النسخ بالاجماع وبان مؤلفة القلوب سقط نصیبهم من الصدقات بالاجماع المنعقد فی زمان ابی بکر رضی اللہ عنه وبان الاجماع حجة من حجج الشرع موجبة للعلم کالکتاب والسنة الخ یعنی اجماع کا قرآن و حدیث کو منسوخ کرنا اہلسنت کے مشائخ کے نزدیک جائز ہے۔ انہی میں سے عیسیٰ بن ابان ہے۔ اور بعض معتزلہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان لوگوں نے اس روایت سے تمسک کیا ہے کہ حضرت عثمان

نے ماں کو دو بھائیوں کی وجہ سے ثلث سے سدس کی طرف محجوب کیا۔ یعنی ماں کا حصّہ نصف کم کر دیا۔ تو ابن عباسؓ نے کہا کہ تو دو بھائیوں کی وجہ سے اسکو کیونکر محجوب کرتا ہے، حالانکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اگر میت کے دو سے زیادہ بھائی ہوں تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصّہ ہے۔ تب عثمان نے جواب میں کہا کہ تیری قوم نے اسکو محجوب کیا ہے۔ تو یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ اجماع سے نسخ قرآن جائز ہے۔ (توبہ! توبہ!!) اور اس سے تمسک کیا ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصّہ جو قرآن میں منصوص ہے بسبب اجماع کے جو ابوبکر کے زمانہ میں منعقد ہوا تھا صدقات سے کم ہو گیا۔ اور اس سے تمسک کیا ہے کہ اجماع شرع کی حجتوں میں ہی ایک حجت ہے جو موجب علم ہے مثل قرآن و حدیث کے۔

(ع بریں عقل و دانش بباید گریست!)

۷۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب حضرت خلافت مآب عثمان بن عفان کے ایام خلافت کا پہلا جمعہ آیا اور وہ ادائے خطبہ کے واسطے منبرِ رسولِ خدا پر تشریف لے گئے اور چاہا کہ مثل خلفاء سابق زبان نطق بیان سے خطبہ ادا فرمائیں تو اُنکے اوپر خوف اور دہشت نے ایسا غلبہ کیا اور آدمیوں کا رعب اُنکے دل پر ایسا غالب ہوا کہ زبان بند ہو گئی اور کچھ نہ کہہ سکے بجز اسکے کہ اپنی زبان فصاحت و بلاغت بیان سے کلمۂ الحمد للہ تو ارشاد فرما دیا۔ مگر اسکے سوا دوسرا کلام نہ کر سکے۔ ہر چند کوشش کی اور چاہا کہ کچھ حمد و ثنائے الٰہی بجا لائیں لیکن ادا نہ کر سکے۔ ناچار بغیر خطبہ پڑھے ہی منبر سے اُتر آئے اور بطور معذرت چند عجز کے کلمات حضار کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے کہ ایہا النّاس خدا تعالےٰ سہولیت بعد دشواری کے اور نطق بعد گمراہی کے جلد عطا فرمائیگا۔ اور تم لوگ امام فعّال کے زیادہ محتاج ہو نہ امامِ قوّال کے۔ اور میں خدا سے تمہارے اور اپنے واسطے طلبِ آمرزش کرتا ہوں۔

۸۔ صاحب روضۃ الاحباب تحریر فرماتے ہیں کہ اہل سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو برابر تین مہینہ تک حضرت عثمان کی ناک سے خون رعاف جاری رہا۔ (یعنی ایسی نکسیر پھوٹی کہ بند ہی ہونے میں نہ آتی تھی)۔

اس امر کی بابت جناب رسول خدا نے پیشین گوئی بھی فرمائی تھی۔ چنانچہ کتاب تطہیر الجنان برحاشیہ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۱ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم یَقُوْلُ لَیَرْعُفَنَّ عَلٰی مِنْبَرِیْ هٰذَا جَبَّارٌ مِنْ جَبَابِرَةِ بَنِیْ اُمَیَّةَ فَلْیَسِیْلُ رُعَافُہٗ یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے سنا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ایک جبار جبابر بنی امیہ سے میرے اس منبر پر بیٹھیگا اور اسکی ناک سے خون عاف جاری ہوگا۔

اسی مسئلہ کے متعلق علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ وَاَصَابَ عُثْمَانَ رُعَافٌ حَتّٰی تَخَلَّفَ عَنِ الْحَجِّ (میں اس امر سے تعجب نہیں کرتا ہوں کہ بنی عثمان سے خون جاری تھا بلکہ اس جہت سے مجھکو تعجب ہے کہ یہ معجزہ جناب مخبر صادق کا ہے کہ چند سال قبل وقوع اسکی خبر دیدی تھی)۔ مگر پھر چکنے گھڑے پر بوند پڑی اور پھسل گئی۔

۹۔ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ منٰے مقام خیمہ گاہ نہیں ہے۔ اور صاحب روضتہ الاحباب لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان جب وارد منٰے ہوئے تو اپنا خیمہ اور سراپردہ میدان منٰے میں کیا۔ اور تمام حجاج بیت الحرام کو جمع کرکے مثل اہل جاہلیت کی دعوت کی۔ اور اپنی شان و شوکت شرفائے ممالک و اطراف پر ظاہر فرمائی۔ اور یہ بدعت جدید شریف و وضیع کے سامنے بہت بری معلوم ہوئی۔ اس لئے کہ اس طریقہ کو شعار بے اعتبار جاہلیت سے جانتے تھے۔ اور زمانہ بعثت سے اس زمانہ تک کسی نے اہل دین سے اس کام پر اقدام نہیں کیا تھا۔ اور مجمع عرفات میں نماز چار رکعتی کو جسے رسول خدا اور نیز شیخین ہمیشہ اس جگہ ایام حج میں قصر فرماکر دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور خود بھی ان دنوں تک اسی طریقہ کو جاری رکھا تھا چار رکعت ادا کی اور قصر نہ کی۔ شاہ اولیا علی مرتضٰے اور عبد الرحمن نے انکے پاس جاکر اسکا سبب پوچھا۔ انہوں نے جواب نصب سراپردہ کا تو نہ دیا مگر قصۂ اتمام نماز کا یہ جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ حجاج یمن کہتے ہیں کہ امیر مومنان عثمان بن عفان دو رکعت پڑھتے ہیں حالانکہ وہ مکہ میں اپنے اہل رکھتے ہیں اور طائف میں مال رکھتے ہیں۔ اور جیسا یہ لوگ کہتے ہیں ویسا ہی ہے۔ عبد الرحمن نے کہا کہ جو بات

تمنے بیان کی اسکے متعلق تمہارے پاس کوئی واضح سند موجود نہیں۔ مگر یہ جو تمنے کہا کہ میرے اہل مکہ میں ہیں بس تم اپنے اہل کو جسوقت چاہو مکہ سے باہر لیجا سکتے ہو کہ مخالفت سنت نبوی نہ کرنی چاہیے۔ اور تمنے یہ جو کہا کہ میرا مال طائف میں ہے تو تمہارے اور طائف کے درمیان میں تین شبانہ روز راہ ہے۔ اور حجاج یمن کی غلط بیانی تغییر طریقۂ مرضیۂ محمدؐ و سیرت حمیدۂ شیخین کا موجب نہیں ہو سکتی۔ عثمان نے کہا کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے جو مجھکو حاصل ہوا۔ عبد الرحمن یہ سنکر مجلس سے باہر چلے گئے۔

۱۰۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ سے ایک عورت کو امیر المومنین عثمان کے پاس لائے کہ بعد عقد نکاح اور خلوت صحیحہ کے چھ مہینہ کی مدت میں لڑکا پیدا ہوا اور حضرت عثمان نے محض بتوہم زنا اسکے رجم کا حکم دیدیا۔ جب حضرت علی مرتضےٰؑ کو اس حکم کی خبر پہنچی تو آپ خلیفہ صاحب کی مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عثمان اگر تم اس حکم میں غور کرتے تو اچھا ہوتا۔ کیونکہ خدا یتعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا یعنی آیۂ سابق کے ہیں مدت فصال اور اقل مدت حمل کے بیان میں اور مدت فصال المقتضائے آیۂ کریمہ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ دو سال ہے پس اقل مدت حمل چھ مہینہ ہوئی اور زنا اس عورت کا تعین نہیں ہوتا۔ پس عثمان نے ان مقدمات کے ملاحظہ کے بعد ایک شخص کو بھیجا کہ اس عورت کو سنگسار کرنے میں جلدی نہ کی جائے مگر جب فرستادہ مقام رجم پر پہنچا تو تابعین اس عورت کا کام تمام کر چکے تھے۔

۱۱۔ اہل سیر لکھتے ہیں کہ حلیۂ شریف انکا یہ ہے کہ انکا قد مائل بطوالت تھا۔ جیسے خوش قامت کہنا چاہیے۔ اور رنگ رخسار صبیح (مائل بہ گندم گوں) تھا۔ اور وہ شخص وجیہ و حسین اور باشان و شوکت۔ عظیم اللحیہ (دراز ریش) اور اصلع الراس تھے۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے فرمانے کے بموجب حضرت عثمان اپنے زمانہ کے یوسف تھے۔ اور ہمیشہ لباس فاخرہ پہنتے تھے اور اپنے ہم چشم عربوں کی طرح صرف ازار اور ردا ہی پر اکتفا نہ فرماتے تھے۔ اکثر انکا قمیص بائیس دینار کی قیمت کا ہوتا تھا۔ اور وہ عالی ہمت اور فراخ حوصلہ شخص تھے۔ چنانچہ اپنے عزیز و اقارب کو اپنے جود و کرم کے

باعث مال دنیا سے مستغنی کردیا تھا۔

۱۲۔ صواعق محرقہ اور اہل سنت کی دیگر کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے آب باران اور سبزہ زار صحرا کو عامۂ خلائق اور چارپایوں پر حرام کرکے اپنے اور اپنے اقربا کے لئے وقف کردیا۔ اور اسی طرح تجارت کی کشتیوں پر عامۂ خلائق کو آنے سے روکدیا اور بحری تجارت کو خاص اپنی ذات مبارک اور اپنے اقربا کے واسطے مخصوص کرلیا۔ اور شہر کے بازاروں میں منادی کرادی کہ جب تک خلیفہ صاحب کے گماشتے بیع و شرے سے فارغ نہو جایا کریں رعایا میں سے کوئی بندۂ خدا خرید و فروخت نکرنے پائے۔

۱۳۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان اپنے اقربا میں انعام تقسیم فرماتے تھے تو کسی کو سو ہزار بدرۂ زر سے کم نہیں دیتے تھے۔ اور ہر بدرہ میں چالیس اوقیہ طلا ہوتا تھا۔ (اس سے جناب خلافت مآب کی صلہ رحمی کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے اور اسی سے غنی کہلائے)

۱۴۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب دجال خروج کریگا تو اسکی پیروی وہی لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہیں۔

۱۵۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے عثمان کے افعال و کردار کو دیکھکر فرمایا کہ جناب رسول خدا کے لئے آپ سے ایک غیر اچھا ہے۔ (دیکھو دیوان حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام)۔

۱۶۔ تاریخ خلفاء کرام میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان اپنے اہل قرابت کے بڑے طرفدار تھے۔ اور اپنے مسبوق (حضرت عمر) کی طرح تیز فہم نہ تھے۔ اور لوگوں کے دھوکوں میں جلد آجاتے تھے۔

۱۷۔ تاریخ خلفاء کرام میں مسطور ہے کہ حضرت عثمان میں قوت فیصلہ تھی ہی نہیں۔ اور ہر امر میں خلط غالب کی طرف مستحیل ہوجاتے تھے۔

۱۸۔ تاریخ خلفاء کرام میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے بیت المال کا سارا خزانہ اپنے اقربا پر تقسیم کردیا تھا۔

۱۹۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ جب حضرت عثمان کے اسراف پر حضرت عمار یاسر نے

اعتراض کیا تو اسپر اُنکے اقران نے عمار یاسر پر بہت ظلم کیا مگر حضرت خلافت مآب نے اُن ظالموں کے ساتھ کچھ نہ کیا۔

۱۹۔ تاریخ خلفاء کرام اور ارونگ صاحب کی تاریخِ خلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان بڑے مسرف تھے۔ اسپر بھی بڑی دولت جمع کی تھی۔ چنانچہ آپکی وفات کے بعد بہت سا مال آپکے گھر میں سے برآمد ہوا۔

۲۰۔ تاریخ خلفاء کرام میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت خلافت مآب عثمان پر مسرف ہونیکا الزام لگایا تو آپکو بہت غصہ آیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیت المال کے خرچ کا خلیفۂ وقت کو اختیار ہے۔ اور جو شخص جھوٹ بیان کرے اُسپر اللہ کا قہر ہو۔ اسپر حضرت عمارؓ یاسر نے (جو حسب فرمودہ جناب رسول خداؐ سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرے ہوے تھے) اُٹھکر حضرت عثمان کی باتوں پر اعتراض کیا۔ اُسوقت حضرت عثمان کے اقران نے اُنکو اسقدر مارا کہ بیہوش ہوگئے اور حضرت عثمان اُنکا پٹنا اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔

۲۱۔ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے قتل ہوجانیکے بعد حضرت علیؑ فرماتے تھے قَتَلَهُ اللهُ وَاَنَا مَعَهٗ یعنی عثمان کو اللہ نے قتل کیا اور میں اللہ کے ساتھ تھا۔

۲۲۔ فتوح میں مسطور ہے کہ اُمُّ المومنین عائشہ حضرت عثمان سے بہت رنجیدہ تھیں۔ اور سبب ناراضی یہ تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جو گزارہ حضرت عائشہ کے لیے مقرر کیا تھا حضرت عثمان اُسکے دینے میں تنگی کرتے تھے۔ اور جب حضرت عائشہ نے دیکھا کہ قوم قتلِ عثمان پر متفق ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ اے عثمان تمنے بیت المال کو خاص اپنا بنا لیا۔ اور امت پیغمبرؐ کو سختی میں چھوڑ دیا۔ اور اپنے اقربا کو مسلمانوں کے بیت المال میں اختیار دیا۔ اور ہر ایک کو ملکی سلطنت پر فائز کیا۔ خدا تمکو آسمان و زمین سے بے نصیب کرے۔ اگر یہ نہو تا کہ تم مسلمانوں جیسی سیرت رکھتے ہو اور نماز پنجگانہ پڑھتے ہو تو اس طرح مارے جاتے جیسے اونٹوں کو مارتے ہیں

اُسوقت حضرت عثمان نے اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوحٍ وَّامْرَاَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا الصَّالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ

۴۳- کتب معتبرہ اہل سنت والجماعت میں مختلف عبارتوں کے ساتھ یہ مطلب درج ہے کہ مروان کی شرارتوں کے باعث اُسکو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ نے شہر بدر کرادیا تھا اور بعد وفات آنحضرت شیخین نے بھی اُسکو جلاء وطن ہی رہنے دیا۔ اور معتوب جناب رسول مقبول کو موردِ لطف ومحبت بنانا جائز نہ کیکر مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ لیکن حضرت عثمان نے عنان خلافت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی حکم رسول پر حرف غلط کی طرح قلم پھیر دیا۔ اور مروان کو باعزتِ تمام وحرمت تمام دربارِ خلافت میں طلب فرماکر عہدہ جلیلۂ وزارت پر سرفراز کیا۔ اور اسی طرح عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح حضرت عثمان کے خالہ زاد بھائی کا (جو مرتد ہوکر مدینہ سے مکہ چلا گیا تھا) خون فتح مکہ کے دن جنابِ رسول خدا نے ہدر فرمادیا تھا۔ اور حضرت عثمان اُسکا ہاتھ پکڑکر رسولؐ خدا کی خدمت میں لائے اور جان بخشی کے خواہاں ہوئے۔ اور آخرکار اپنے عہدِ خلافت میں اُسکو مصر کا حاکم بنایا اور اُسی کے قصہ اور قضیہ میں حضرت عثمان کی جان گئی۔

۴۴- امام احمد حنبل اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم رَاَيْتُ كَاَنَّ مِيْزَانًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتُ بِاَبِيْ بَكْرٍ فَرَجَحْتُ بِاَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ وُزِنَ اَبُوْبَكْرٍ بِعُمَرَ فَرَجَحَ اَبُوْبَكْرٍ بِعُمَرَ ثُمَّ وُزِنَ عُمَرُ بِعُثْمَانَ فَرَجَحَ عُمَرُ بِعُثْمَانَ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيْزَانُ فَقَالَ النَّبِيُّ هٰذِهٖ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ یعنی جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ایک ترازو آسمان سے آئی۔ میں اور ابوبکر اُس میں تولے گئے۔ میرا وزن ابوبکر سے گراں تھا۔ پھر ابوبکر کے ساتھ عمر تولے گئے تو ابوبکر کا وزن بھاری رہا پھر عمر وعثمان تولے گئے تو عمر کا وزن عثمان سے گراں ہوا۔ پھر ترازو آسمان پر اُٹھ گئی۔ پس جنابِ رسول خدا صلعم نے

فرمایا کہ خلافت نبوت انہی پر ختم ہو جائیگی۔ پھر جو مالک ہوگا وہ بادشاہ ہے۔

۲۵۔ صاحب منہاج السنۃ شافعی سے نقل فرماتے ہیں کہ خلفاء نبی صرف تین ہیں۔ ابوبکر و عمر و عثمان۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر علمائے حدیث ساکنان بصرہ و شام حضرت علیؑ کو خلیفہ نہیں مانتے تھے۔ بلکہ اُنکے زمانہ کو فساد و فتنہ و تفرقہ اہل اسلام کا سبب سمجھتے تھے۔

علاوہ بریں علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ قَالَ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِہٖ رُوِیَ عَنْ جُمْهَانَ عَنْ سَفِیْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ هٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ مِنْ بَعْدِیْ یعنی بخاری نے اپنی تاریخ میں جمہان سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر و عثمان خلیفہ ہونگے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ کے باعتقاد فرقہ اہلسنت و الجماعت آخری خلیفہ ہیں بس جو لوگ حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کو چوتھا خلیفہ جانتے ہیں یقیناً چاہِ ضلالت میں غرق۔ اور اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے)۔

۲۶۔ واقدی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے وَكَانَتْ عَائِشَةُ تُحَرِّضُ عَلَيْهِ النَّاسَ جُهْدَهَا وَطَاقَتَهَا وَتَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا قَمِيْصُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَمْ يَبْلُ وَقَدْ بَلِيَتْ سُنَّتُهٗ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا قَتَلَ اللّٰهُ نَعْثَلًا یعنی حضرت ام المومنین عائشہ حضرت عثمان کے قتل پر لوگوں کو تحریص ترغیب دیتی تھیں اور بحسب طاقت زور دیکر لوگوں کو اس کام آمادہ کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے لوگو! رسول خداؐ کے پہننے کا یہ قمیص موجود ہے۔ اور ابھی پرانا نہیں ہوا۔ اور سنت محمدؐ کہنہ اور بیکار ہو گئی۔ (یعنی عثمان نے سنت رسول خدا کو بیکار کر دیا)۔ اے لوگو نعثل[1] کو قتل کرو۔ خدا نعثل کو قتل کرے۔

۲۷۔ کتب معتبرہ اہلسنت و الجماعت سے ثابت ہے کہ اکثر صحابہ جناب رسول خداؐ حضرت عثمان سے برخلاف تھے۔ چنانچہ کتاب حیوۃ الحیوان میں قتل حضرت عثمان کے

---

[1] نعثل ایک یہودی تھا جو ریش درازی میں عثمان سے مشابہ تھا ۱۲

قصہ میں مرقوم ہے وَجَلَسَ عَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ عَلَىٰ صَدْرِهٖ یعنی عمرو بن الحمق عثمان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ اور ابن عبد البر کی استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں عمرو بن الحمق کی بابت لکھا ہے کہ وَهَاجَرَ اِلَى النَّبِيِّ وَاَسْلَمَ بَعْدَ الْحُدَيْبِيَّةِ یعنی عمرو بن الحمق نے جناب رسول خدا کی طرف ہجرت کی اور حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ ازیں جہۃ صحابہ میں داخل ہیں۔ اور یہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھے۔ اور ابن قتیبہ کی معارف میں ہے قَالَ اَبُو الْغَادِيَةِ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَذْكُرُ عُثْمَانَ فِي الْمَسْجِدِ یعنی ابو الغادیہ کہتے ہیں کہ میں نے عمار یاسر کو مسجد میں عثمان کی مذمت کرتے ہوئے سنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انکو بھی حضرت عثمان کی خلافت پسند نہیں تھی۔ اور کنز العمال میں ہے کہ عبد الرحمن بن عدیس بلوی مصری بھی صحابی تھے۔ اور انہوں نے تحت شجرہ جناب رسول خدا سے بیعت کی تھی۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ یہ اُس لشکر کے حاکم تھے جو برائے قتل و محاصرہ حضرت عثمان مصر سے مدینہ آیا تھا۔ اُس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں كَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اَبُوْ عُمَرَ وَهُوَ كَانَ الْاَمِيْرُ عَلَى جَيْشِ الْقَادِمِيْنَ عَنْ مِصْرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ الَّذِيْنَ حَصَرُوْا عُثْمٰنَ وَقَتَلُوْهُ۔ اور اُسی کتاب میں لکھا ہے كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حُذَيْفَةَ اَحَدَ مَنْ اَعَانَ عَلَيْهِ وَاَلَّبَ وَحَرَّضَ اَهْلَ مِصْرَ یعنی محمد بن ابی حذیفہ قتل عثمان پر شدید تر تحریض اور تالیب کرنیوالوں میں تھے۔ پس یہ صحابی رسول بھی حضرت عثمان سے راضی نہ تھے۔ اور اُنکے قتل میں شریک تھے۔ اور اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے کہ مروان بن حکم نے طلحہ کو لشکر میں دیکھا تو کہا هٰذَا اَعَانَ عَلَى قَتْلِ عُثْمَانَ فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَمَا زَالَ الدَّمُ يَنْزِفُ حَتّٰى مَاتَ اس سے ظاہر ہے کہ مروان نے جنگ جمل میں یہ کہکر کہ عثمان کے قتل میں اسنے اعانت کی ہے طلحہ کے تیر مارا اور وہ اُس سے مرگیا۔ اور کتاب فصول مہمہ میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے زبیر سے فرمایا فَاَنْتَ وَاَصْحَابُكَ قَتَلْتُمُوْهُ یعنی اے زبیر تو نے اور تیرے اصحاب نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اور ضیاء مقدسی نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ معاویہ نے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؓ عم جناب رسول مختار سے عوض کی اَنْتُمْ قَتَلْتُمْ عُثْمَانَ یعنی تمنے عثمان کو قتل کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار بھی قتل عثمان

میں شریک تھے۔ اُنکو اچھا نہ جانتے تھے اور اُنکی خلافت سے راضی نہ تھے۔ علاوہ بریں تاریخ واقدی اور فتاوآے تاتارخانیہ میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر بیٹھکر ارشاد فرمایا مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا کَرِھْتُ قَتْلَہٗ وَمَا اَمَرْتُ وَمَا نَھَیْتُ یعنی نہ تو میں نے عثمان کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اور نہ میں نے اُسکے قتل ہو جانیکو مکروہ جانا اور نہ میں نے حکم دیا۔ اور نہ قاتلوں کو قتل کرنے سے منع کیا۔ اور صحابۂ رسول خدا تو عثمان سے اسقدر ناراض تھے کہ بعد قتل اُنکو تین دن تک دفن بھی نہ کیا اور تین دن تک اُنکی لاش کوڑی پر پڑی رہی۔ چنانچہ استیعاب میں ہے لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ اُلْقِیَ عَلَی الْمَزْبَلَۃِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ یعنی جب حضرت عثمان قتل ہوے تو اُنکی لاش تین دن تک مزبلہ (کوڑی) پر پڑی رہی۔ اور سیر حلبی میں ہے وَ تُرِکَ مَطْرُوْحًا عَلٰی مَزْبَلَۃٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ حَتّٰی ذَھَبَ بِھَا اَحَدُ رِجْلِہِ الْکِلَابُ یعنی حضرت عثمان کا لاشہ تین دن تک کوڑی پر پڑا رہا یہاں تک کہ اُنکا ایک پاؤں بھی کتے کھا گئے۔ اور ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کی لاش تین روز کے بعد قبرستان یہود میں دفن کی گئی۔ اور محمد ابن ابوبکر نے اُنکو زنانخانہ میں جاکر اس طرح قتل کیا تھا کہ مصری جماعت خانۂ حضرت عثمان کا محاصرہ کئے ہوے تھی اور جان نثاران عثمان بسقف بام پر چڑھے ہوے مصروف جنگ تھے اُسوقت محمد ابن ابوبکر مع دو ہمراہیوں کے ایک انصاری کے گھر میں سے عثمان کی دیوار کود کے اور وہاں جا پہنچے جہاں صرف عثمان اپنی زوجہ کے پاس تھے محمد ابن ابی بکر نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ چونکہ زوجۂ عثمان اُسکے پاس ہے لہذا تم یہیں ٹھہرو میں جاکر اُسکی مُشکیں کسے لیتا ہوں جب تمہیں بلاؤں آجانا پھر اُسے قتل کر دیا جائیگا۔ غرض محمد ابن ابی بکر بڑھے اور جاتے ہی عثمان کی داڑھی پکڑلی عثمان نے کہا کہ قسم خدا کی اگر تیرا باپ اس جور و ستم کو دیکھتا جو تو مجھپر کر رہا ہے تو بیشک ایسا نہ کرتا نہ یہ فعل اُسے پسند آتا۔ محمد نے جب اپنے باپ کا نام سُنا تو اُنکے ہاتھ ڈھیلے پڑگئے۔ بعد ازآں اُن دونوں ہمراہیوں نے حضرت عثمان کو ٹھکانے لگادیا۔ اور جس رستہ سے آئے تھے اُسی رستہ چلے گئے۔

حال ابوبکر و بن خطاب و عثمان شد عیاں
اے رضی اکنوں ز مولایم علیؑ چیزے بخواں



خلیفہ چہارم (وباعتقاد شیعیان جناب رسول خداؐ کے خلیفہ بلا فصل) یعنی حضرت علی علیہ السلام کے مختصر اوصاف کے بیان میں

السلام اے مرشد ارباب دین	ہادی برحق امیر المومنین
ناصر دین خدا اے انس و جان	جان بکف از بہر فخر مرسلان
اے تو اولٰی من نفوس المومنین	خاتم پیغمبران را جانشین
ایکہ ہستی وارث علم نبیؐ	منکر فضل تو باشد لعنتی
گر ندے آہنستی در کارزار	کے شدے دین پیمبر استوار
چون بعتر آن ود خدا مدحت کند	کے تواند کس ترا مدحت کند

ہرچہ گویم ہست باشوق و شغف
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اوصاف و فضائل غالب کل غالب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام احاطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ مگر چونکہ اوصاف خلفائے ثلثہ کا اوصاف جناب امیر المومنینؑ کے ساتھ مقابلہ کرنا ضرور ہے تاکہ ناظرین پر بخوبی واضح ہو جائے کہ فضیلت اور مرتبہ میں کسکا رتبہ اور پایہ بلند ہے لہذا کتب اہلسنت والجماعت سے مختصر اوصاف جناب امیرؑ ذیل میں درج کرکے عرض کرتا ہوں کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں انشاءاللہ تعالےٰ جو شخص ذرا بھی توجہ سے اس مختصر رسالہ کا ملاحظہ و مطالعہ کریگا اسپر حق و باطل پوشیدہ نہ رہیگا۔ ۵

ور ندادہ حق کسی را این تمیز	پس نباشد مذہب او ہیچ چیز

نے صلوٰۃ دنے صیام اونکو است	دین و ایمانش ہوائے نفس اوست

۱۔ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں اور شیخ عبد الحق دہلوی نے کتاب مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ "چوں مسلماناں روئے بہزیمت نہادند ورسول را تنہا گزاشتند حضرت درخشم شد۔ دراں حالت نظر کرد علی ابن ابیطالب را دید کہ در پہلوے وے ایستادہ۔ فرمود اے علیؑ چوں بود کہ با برادران خود ملحق نہ گشتی۔ گفت یا رسول اللہ لا کفر بعد الایمان ان لی بک اُسوۃ (یعنی ایمان کے بعد کفر تو ہو نہیں سکتا میری پیری تو حضور کے ساتھ متحقق ہے)۔

۲۔ جنگ حنین کے ذکر میں صاحب مواہب لدنیہ تحریر فرماتے ہیں لَمْ یَبْقَ مَعَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَّا اَرْبَعَۃُ نَفَرٍ ثَلٰثَۃٌ مِّنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَّرَجُلٌ مِّنْ غَیْرِھِمْ عَلِیٌّ وَّالْعَبَّاسُ بَیْنَ یَدَیْہِ وَاَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخَذٌ بِالْعِنَانِ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ مِّنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ یعنی معرکہ قتال حنین میں رسول خدا کے پاس کوئی شخص باقی نہ رہا۔ مگر چار آدمی۔ تین تو بنی ہاشم تھے اور ایک غیر بنی ہاشم۔ علیؑ اور عباسؓ روبروے جناب رسول خداؐ تھے۔ اور ابوسفیان بن حارث آنحضرتؐ کے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ اور ابن مسعود پیچھے کی طرف تھے۔

اور ابن عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب میں حضرت عباسؓ عم حضرت رسول خداؐ کا یہ شعر تحریر کیا ہے ؎

نصرنا رسول اللہ فی الحرب سبعۃ	وقد فر من فر عنہ فاقشعوا

یعنی ہم سات شخصوں نے اس لڑائی میں جناب رسول خدا کی مدد کی اور بھاگنے والے تھے وہ بھاگ گئے۔

پھر ابن عبد البر کہتے ہیں قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ السَّبْعَۃُ عَلِیٌّ وَّالْعَبَّاسُ وَالْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ وَاَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحٰرِثِ وَابْنُہٗ جَعْفَرُ وَرَبِیْعَۃُ بْنُ الْحٰرِثِ وَاُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ وَالثَّامِنُ اَیْمَنُ بْنُ عُبَیْدٍ یعنی ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وہ سات آدمی ثابت قدم یہ تھے علیؑ ابن ابیطالب اور عباسؓ اور فضل بن عباس اور ابوسفیان بن الحرث اور جعفر اور

ربیعہ بن الحرث اور اُسامہ بن زید اور آٹھواں ایمن بن عبید بھی تھا۔

۳۔ معارج النبوۃ اور حبیب السیر میں سریۂ وادی الرمل کے ذکر میں لکھا ہے کہ "ابو بکر چوں بدانجا رسید یکبار کفار از اطراف و جوانب حملہ آوردند۔ سپاہ اسلام انہزام یافتند۔ آنگاہ حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رایتے دیگر بستہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ارزانی داشت و آنجناب را با طائفہ از مسلماناں جہت تدارک آن مہم ارسال فرمود۔ فاروق اعظم نیز بطریق صدیق اکبر منہزم باز آمد۔ عمرو عاص متکفل سرانجام آن امر گشت۔ او نیز از میدانِ ستیز گریختہ منفعل بمدینہ رسید بعد ازاں حضرت مقدس نبویؐ جہت جنابِ ولایت مآب مرتضوی لوائے عقد فرمود۔ آنجناب را سردار طائفہ از سپاہ ظفر پناہ فرمود و فرمان داد کہ شیخین و عمرو نیز باآن لشکر درآں سفر موافقت نمایند۔ واز استصواب شاہِ کرامت پناہ تجاوز نہ دارند۔ و آنحضرتؐ تا مسجدِ احزاب امیر المومنین علیؑ را مشایعت فرمود و در شانِ آنجنابؑ دعائیکہ برلب نار رسیدہ نوید فاستجبنا ھا شنیدہ بر زبانِ وحی بیان گزرانیدہ بجانبِ وادی الرمل کسیل نمودہ و علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ متوجہ مقصد گشتند"۔ اور بعد چند سطر کے یہ لکھا ہے کہ "صبحے کہ مقارنِ شامِ خذلانِ مشرکان بود ناگاہ بسرِ ایشاں صمصامِ انتقام در اربابِ کفر و ظلام نہاد و آں جماعت تابِ دیدار انوار ذوالفقار نیاوردہ مانندِ خفاش از پرتو آفتاب فرار نمودند و خورشید نصرت و ظفر از افقِ عنایتِ ملکِ داد گر طالع گشتہ سورۂ والعادیات درآں واقعہ نازل شد۔ و حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب را بفتح بشارت داد۔

۴۔ فخر الدین رازی کتاب اربعین میں تحریر فرماتے ہیں بعث ابابکرٍ الی الخیبر ورجع منھزماً ثم بعث عمر فرجع ایضا منھزماً وبلغ ذالک رسول اللہ فبات لیلۃ مھموماً فلما اصبح خرج الی الناس ومعہ الرایۃ فقال لاعطین الرایۃ رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کراراً غیر فرار فتعرض لہ المھاجرون والانصار فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم این علی فقالوا انہ ارمد العین فتفل فی عینیہ ثم دفع الیہ الرایۃ یعنی جناب رسول خدا

نے ابوبکر کو خیبر کی طرف روانہ کیا اور ابوبکر منہزم ہو کر وہاں سے پلٹ آئے اُسکے بعد عمر کو بھیجا۔ وہ بھی جناب خلیفۂ اوّل کی طرح بھاگ آئے۔ اور جب اُنکے میدان جنگ سے بھاگ آنے کی خبر جناب رسول خداؐ کو پہنچی تو آنحضرتؐ تمام رات مہموم و مغموم رہے صبح کو باہر تشریف لائے اور ایک علم جلالت شیم آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ پس ارشاد فرمایا کہ یہ علم میں ایسے شخص کو عطا کرونگا جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول خدا اُسے دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ کرّار حملہ کرنیوالا ہے۔ اور لڑائی سے نہیں بھاگتا۔ یہ سنکر مہاجرین اور انصار بامید تفویض علم گھر آئے۔ اور جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ انکی آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے لعاب دہن مبارک اُنکی آنکھوں میں لگایا اور علم جلالت شیم اُنکو عطا فرمایا۔

خوشا بخت و خوش دین و دنیائے من	کہ ہمچون علیؑ ہست مولائے من

۵۔ صاحب صواعق محرقہ امام احمد حنبل کا قول تحریر فرماتے ہیں کہ فضائل کی حدیثیں جسقدر علی ابن ابیطالب کی شان میں آئی ہیں اور کسی کے لئے نہیں آئیں۔ اور اسمٰعیل قاضی اور نسائی اور ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ باسانید حسنہ جسقدر حدیثیں حضرت علیؑ کے حق میں ہیں اُتنی کسی صحابی کے لئے نہیں ہیں۔

۶۔ کتاب اتقان میں لکھا ہے اَمَّا تَرْتِیْبُ السُّوَرِ فَہَلْ ھُوَ تَوْقِیْفِیٌّ اَیْضًا اَوْ بِاجْتِہَادٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ فِیْہِ خِلَافٌ فَجُمْہُوْرُ الْعُلَمَاۗءِ عَلَی الثَّانِیْ مِنْھُمْ مَالِکٌ وَ الْقَاضِیْ اَبُوْبَکْرٍ فِیْ اٰخِرِ قَوْلِہٖ قَالَ ابْنُ فَارِسٍ جَمْعُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی ضَرْبَیْنِ اَحَدُھُمَا تَاْلِیْفُ السُّوَرِ کَتَقْدِیْمِ السَّبْعِ الطِّوَالِ وَتَعْقِیْبِھَا بِالْمِئِیْنَ فَھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ تَوَلَّتْہُ الصَّحَابَۃُ اور بعد تھوڑے فاصلے کے لکھا ہے وَمِمَّا اسْتُدِلَّ بِہٖ لِذٰلِکَ اخْتِلَافُ مَصَاحِفِ السَّلَفِ فِیْ تَرْتِیْبِ السُّوَرِ فَمِنْھُمْ مَنْ رَتَّبَھَا عَلَی النُّزُوْلِ وَھُوَ مُصْحَفُ عَلِیٍّ کَانَ اَوَّلُہٗ اِقْرَاْ ثُمَّ الْمُدَّثِّرُ ثُمَّ نٓ ثُمَّ الْمُزَّمِّلُ ثُمَّ تَبَّتْ ثُمَّ الْکَوْثَرُ ثُمَّ التَّکْوِیْرُ اِلٰی اٰخِرِ الْمَکِّیِّ وَالْمَدَنِیِّ اس سب کا خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کے سوروں کی ترتیب صحابہ نے اپنے اجتہاد سے کی ہے۔ اسی وجہ سے ترتیب میں اُنکے قرآن

مختلف تھے۔ اور سورتوں کے شمار میں بھی باہم اختلاف رکھتے تھے۔ مگر حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے قرآن کی ترتیب نزول کے موافق تھی۔ حضرت علیؑ کے قرآن میں پہلے سورہ اقرا تھی پھر مدثر پھر نون پھر مزمل پھر تبت پھر کوثر پھر تکویر اور اسی طرح مکی اور مدنی آخر تک۔

۷۔ احادیث اہلسنت سے جو صواعق محرقہ میں مرقوم ہیں ثابت ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت اور عداوت اور جناب رسول خدا کی دوستی و دشمنی باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بدون خالص محبت کے سچی پیری اور اطاعت ممکن نہیں۔ تو پھر بغض و عداوت کا کیا ذکر ہے۔

۸۔ اصحاب ثلٰثہ فضائل مشکلہ میں حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب سے رجوع فرماتے تھے۔ چنانچہ کتب اہل سنت والجماعت سے ثابت ہے کہ جب کسی مسئلہ میں غلط حکم دیا اور حضرت علیؑ نے اُس غلطی پر متنبہ فرما کر معاملہ کی درستی کرا دی تو حضرت عمر خطاب نے کہا لولا علی لھلک عمر۔ اسی مطلب کو حضرت تسنیم امروہوی نے اس شعر میں ظاہر فرمایا ہے کہ ؎

علیؑ سا گر مرا مولا نہ ہوتا	عمر کے منہ میں پھر لولا نہ ہوتا

اور خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر نے فرمایا اَقِیلُونِی لَستُ بِخَیرِکُم وَعَلِیٌّ فِیکُم (مجھے بیعت اُٹھا لو کیونکہ میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں اور علیؑ تمہارے درمیان میں موجود ہیں)

۹۔ صاحب المودۃ فی القربیٰ لکھتے ہیں عَن اَبِی رَافِعٍ عَن اَبِیہِ لَمَّا کَانَ یَومُ اُحُدٍ نَادیٰ مُنَادٍ لَاسَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَارِ وَلَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیٌّ یعنی ابی رافع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب روز احد حضرت امیر لڑ رہے تھے تو منادی غیب ندا کرتا تھا کہ کوئی تلوار نہیں ہے سوائے ذوالفقار کے اور کوئی جوان نہیں ہے سوائے علیؑ کے۔

۱۰۔ حموینی نے فرائد السمطین میں لکھا ہے عَن جَابِرِ بنِ عَبدِ اللّٰہِ الاَنصَارِی قَالَ کُنتُ یَوماً مَعَ النَّبِیِّ فِی بَعضِ حِیطَانِ المَدِینَۃِ وَیَدُ عَلِیٍّ عَلَیہِ السَّلَامُ

بی یدہ فمررنا بنخل فصاح النخل هذا محمد سید الانبیاء وهذا علی سید الاوصیاء وابو الائمة الطاهرین ثم مررنا بنخل فصاح النخل هذا المهدی ثم مررنا بنخل فصاح النخل هذا محمد رسول اللہ وهذا علی سیف اللہ فالتفت النبی الی علی فقال یا علی سمه الصیحانی فسمی ذالک الیوم الصیحانی یعنی جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ میں ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے بعض باغوں میں تھا اور حضرت رسولِ خداؐ جناب علی مرتضےٰؑ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے ناگاہ ہمارا گزر ایک درخت پر ہوا اُس درخت سے آواز آئی کہ یہ محمدؐ انبیاءؑ کے سردار ہیں اور یہ علیؑ اوصیاءؑ کے سردار اور ائمہ اطہارؑ کے والد بزرگوار ہیں۔ بعد ازآں ہم ایک اور درخت پر گزرے۔ اُس سے آواز آئی کہ یہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور یہ علیؑ خدا کی تلوار ہیں۔ یہ حالت دیکھکر جناب رسولِ خداؐ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ یا علیؑ اِن خرموں کے درختوں کا نام صیحانی نام رکھو۔ پس اُس دن سے اُنکا نام صیحانی ہوگیا۔ اور صیحہ آواز کو کہتے ہیں۔ چونکہ اُن درختوں سے آواز آئی تھی لہٰذا اُن درختوں کو صیحانی کہا گیا۔

۱۱۔ بروز غدیرِ خم حضرت ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جسکا میں حاکم ہوں پس علیؑ بھی اُسکا حاکم ہے۔ اس حدیث میں مولا کے معنی امام۔ آقا اور حاکم ہیں۔ جیساکہ خود جناب امیرؑ ارشاد فرماتے ہیں ؎

ولذالک اقامنی لهم اماما	واخبرهم به بغدیر خم

صاحب حبیب السیر اس شعر کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "امامت پیشوائی وامام پیشوا۔ غدیر آبگیر در دشتِ خم بضم موضع است درمیانِ مکہ و مدینہ۔ در جحفہ بتقدیم جیم مضمومہ کہ میقاتِ اہلِ شام است وبفاصلہ یسیر ترجمہ اس شعر کا یہ لکھا ہے کہ براے آں برپاے داشت مرا برایشاں امام وپیشوا۔ وخبر داد ایشاں را باں در غدیر خم"۔ اسکے بعد غدیرِ خم کا واقعہ لکھا ہے۔ اور درمیانِ واقعہ تحریر کیا ہے کہ "پس عمر اور ادید

وگفت هَنِیْئًا یَا بْنَ اَبِیْطَالِب اَصْبَحْتَ وَ اَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَۃٍ
اور کچھ فاصلہ پر لکھا ہے "امام علی بن احمد واحدے از ابوہریرہ روایت کند کہ مرتضےٰ علیؑ ایں ابیات را در حضور امیر المؤمنین ابوبکر و عثمان و طلحہ و زبیر و فضل بن عباس و عمار و عبد الرحمن و ابوذر و مقداد و سلمان و عبد اللہ ابن مسعود خواند" علاوہ بریں خود جناب مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فرمانے کے وقت ارشاد کر دیا تھا کہ اسوقت علی مرتضےٰؑ کے باب میں خدا یتعالےٰ نے مجھپر تین امروں کے لئے وحی فرمائی ہے۔ پہلے اِنَّہٗ سَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ دوسرے اِمَامُ الْخِیَرَۃِ الْمُتَّقِیْنَ۔ تیسرے قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ۔

شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں ارشاد رسول امجاد بعد صدور حدیث غدیر اس طرح لکھا ہے اُوْحِیَ فِیْہِ رَبِّیْ ثَلَاثًا اِنَّہٗ سَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامُ الْخِیَرَۃِ الْمُتَّقِیْنَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ اُس دن یعنی بروز غدیر خم حسان بن ثابت نے جناب رسول خدا کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اِئْذَنْ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ اَبْیَاتًا اے رسول خدا آپ مجھکو اجازت دیتے ہیں کہ میں اس واقعہ کے بارے میں کچھ اشعار عرض کروں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا قل ببرکۃ اللہ تعؐ اُسوقت حسان نے اشعار تصنیف کئے اور سنائے۔ جن میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ مَن کُنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ بروز غدیر خم فرمانیکا ذکر کیا ہے۔ ازانجملہ یہ شعر ہے ؎

فَقَالَ لَہٗ قُمْ یَا عَلِیُّ فَاِنَّنِیْ
رَضِیْتُکَ مِنْ بَعْدِیْ اِمَامًا وَّ ھَادِیًا

اور حکیم سنائی نے حدیقۃ الحقیقۃ میں لکھا ہے ؎

نائب مصطفےٰ بروز غدیر | کردہ بر شرع خود مراد امیر

اور شیخ فرید الدین عطار نے اپنی مثنوی مظہر حق میں تحریر کیا ہے ؎

چون حند اگفتہ است در خم غدیر | یا رسول اللہؐ ز آیات منیر

ایہا الناس ایں بود الہام او	زانکہ از حق آمدہ پیغام او
گفت زود کن با خلائق ایں ندا	نیست ایندم خود رسولم بر شما
ہرچہ حق گفتہ است من خود آں کنم	بر تو من اسرارِ حق آساں کنم
چونکہ جبریل آمد و بر من بگفت	من بگویم با شما رازِ نہفت
اینچنیں گفتہ است قہارِ جہاں	حق و قیوم و خدائے غیب داں
مرتضٰے والی دریں ملک من است	ہر کہ ایں سر داند آں زن است

پس معلوم ہوا کہ حضرت عطار کے نزدیک معنی مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے جنابِ ولایت مآب حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا والیٔ ملکِ جنابِ رسالتمآبؐ ہونا ہیں۔

۱۲۔ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں ہے کہ جابرؓ بن عبداللہ انصاری صحابیٔ رسولؐ باری کہتے ہیں کہ جب خدا یتعالےٰ نے اپنے پیغمبر پر آیہ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کو نازل فرمایا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم خدا کو اور اُسکے رسولؐ کو تو پہچانتے ہیں۔ اولی الامر کون ہیں۔ جنکی اطاعت کو خدا یتعالےٰ نے آپکی اطاعت کے قریب کیا ہے، جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا ھُمْ خُلَفَائِیْ وَ اَوْلِیَائِیْ وَ حُجَجُ اللّٰہِ عَلٰی اُمَّتِیْ اَوَّلُھُمْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَیْنُ ثُمَّ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ ابْنُ عَلِیٍّ الْمَعْرُوْفُ بِالتَّوْرِیَۃِ بِالْبَاقِرِ وَسَتُدْرِکُہٗ یَا جَابِرُ فَاِذَا لَقِیْتَہٗ فَاَقْرَأْہُ مِنِّی السَّلَامَ ثُمَّ جَعْفَرُ الصَّادِقُ ثُمَّ مُوْسٰی ابْنُ جَعْفَرٍ ثُمَّ عَلِیُّ ابْنُ مُوْسٰی ثُمَّ مُحَمَّدُ ابْنُ عَلِیٍّ ثُمَّ عَلِیُّ ابْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ ثُمَّ مُحَمَّدُ ابْنُ الْحَسَنِ یَغِیْبُ عَنْ شِیْعَتِہٖ وَ اَوْلِیَائِہٖ یعنی وہ میرے خلیفہ اور میرے بعد میرے جانشین ہیں اور حجتِ خدا ہیں میری امت پر پہلے اُنکے علیؑ ابن ابیطالب ہیں پھر حسنؑ پھر حسینؑ۔ پھر علی بن الحسینؑ پھر محمدؐ ابن علیؑ جو توریت میں باقرؑ مشہور ہیں۔ اور قریب ہے کہ تو اُنسے ملے۔ جسوقت کہ تو اُنسے ملاقات کرے تو میری طرف سے اُنکو سلام

کہنا۔ پھر جعفر صادقؑ ابن محمدؑ پھر موسیٰؑ ابن جعفرؑ پھر علیؑ ابن موسیٰؑ پھر محمدؑ ابن علیؑ پھر علیؑ ابنِ محمدؑ پھر حسنؑ ابنِ علیؑ پھر حجتِ خدا محمدؑ بن الحسنؑ بن علیؑ ہیں جو اپنے شیعوں اور دوستوں کی نظروں سے غائب اور پوشیدہ ہونگے۔

۱۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی تفہیماتِ الٰہیہ میں ارشاد فرماتے ہیں وَاِذَا تَمَّتِ العِصمَۃُ کَانَتْ اَفَاعِیلُہٗ کُلُّھَا حَقَّۃً لَا اَقُولُ اَنَّھَا تُطَابِقُ الحَقَّ بَلْ ھِیَ الحَقُّ بِعَینِھَا بَلِ الحَقُّ اَمرٌ یَنْعَکِسُ مِن تِلکَ الاَفَاعِیلِ کَالضَّوءِ مِنَ الشَّمسِ وَاَشَارَ اِلَیہِ رَسُولُ اللہِ حَیثُ دَعَی اللہَ تَعَالیٰ لِعَلِیٍّ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الحَقَّ مَعَہٗ حَیثُ مَا دَارَ وَلَم یَقُل اَدِرْہُ حَیثُ مَا دَارَ الحَقُّ اسکا یہ مطلب ہے کہ رسولِ خدا نے اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الحَقَّ مَعَہٗ حَیثُ مَا دَارَ جو ارشاد فرمایا ہے اُسکو اس طرح نہیں فرمایا اَدِرْہُ حَیثُ دَارَ الحَقُّ یعنی یا اللہ تو علیؑ کو اُس طرف پھرا جس طرف حق پھرے بلکہ یوں فرمایا کہ یا اللہ تو حق کو اُس طرف پھرا کہ جس طرف علیؑ پھریں۔ حق کو علیؑ کا تابع کیا ہے نہ کہ علیؑ کو حق کا تابع بنایا ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ معصوم تھے اور معصوم سے گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اور وہ جو کچھ کہے یا کرے وہ حق ہی ہے۔ افعال حضرتؑ کے بمنزلہ آفتاب تھے۔ اور حق بمنزلۂ ضیاء آفتاب تھا۔ یہ عمدہ دلیل عصمت جناب امیر علیہ السلام کی ہے۔ اور یہی صفت مخصوص امامت وخلافت ہے۔ کتاب کفایہ میں ہے اَنَّ عَلِیًّا مَعصُومٌ یعنی علیؑ معصوم ہیں۔

علاوہ بریں علی ہمدانی نے اپنی مودۃ القربیٰ میں لکھا ہے عَنْ اَصْبَغَ بْنِ نُبَاتَۃَ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ یَقُولُ اَنَا وَعَلِیٌّ وَالحَسَنُ وَالحُسَیْنُ وَتِسْعَۃٌ مِنْ وُلْدِ الحُسَیْنِ مُطَھَّرُونَ مَعْصُومُونَ یعنی اصبغ بن نباتہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسولِ خدا کو اس طرح ارشاد فرماتے سنا کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور نو شخص اولادِ حسینؑ سے طاہر اور معصوم ہیں۔

۱۴۔ علی اکبر مروزی نے نفحات الانس کے حاشیہ میں لکھا ہے فَلَابُدَّ اَنْ یَکُونَ لِکُلِّ اِمَامٍ مِنَ الاَئِمَّۃِ الاِثْنَا عَشَرَ عِصْمَۃٌ خُذْ ھٰذِہِ الفَائِدَۃَ یعنی پس ضروری ہے کہ ہر شخص

کو بارہ اماموں سے عصمت حاصل ہو اسلئے تو اس فائدہ کو حاصل کرے۔ اور جناب عطار نے اپنی مثنوی مظہر العجائب میں تحریر فرمایا ہے ؎

جملہ فرزندان حیدر اولیا	جملہ یک نور اند حق کرد ایں ندا
پاک و معصوم و مطہر چوں نبی	ایں سخن را کس نداند جز ولی

۱۵- کتاب فواتح میں در بیان شرح شعر جناب امیرؑ لکھا ہے "و ترمذی از ابن عباس روایت کند اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی عَلِیٌّ (یعنی پہلی نماز جو رسولِ خداؐ کے ساتھ پڑھی گئی وہ حضرت علی علیہ السلام نے پڑھی) و از انس روایت است بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ صَلّٰی عَلِیٌّ یَوْمَ الثُّلٰثَاءِ" (یعنی حضرت رسولِ خداؐ روزِ دوشنبہ مبعوث برسالت ہوئے اور حضرت علیؑ نے دوسرے دن سہ شنبہ کو اُنکے ساتھ نمازِ جماعت ادا کی) اور شعر حضرت امیرؑ کا یہ ہے۔

صَدَّقْتُہٗ وَجَمِیْعُ النَّاسِ فِیْ ظُلَمٍ	مِنَ الضَّلَالَۃِ وَالْاِشْرَاکِ وَالنَّکَدِ

یعنی میں نے جناب رسولِ خدا کی رسالت کی تصدیق کی اُس حالت میں کہ اور لوگ کفر کی تاریکی میں تھے بہ سبب گمراہی اور بیخبری کے۔

۱۶- علی ہمدانی نے مودۃ القربےٰ میں لکھا ہے عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَا اَنَسُ انْطَلِقْ فَادْعُ لِیْ سَیِّدَ الْعَرَبِ یَعْنِیْ عَلِیًّا فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَلَسْتَ سَیِّدَ الْعَرَبِ قَالَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ فَلَمَّا جَاءَہٗ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِلَی الْاَنْصَارِ فَاَتَوْہُ فَقَالَ لَہُمْ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ھٰذَا عَلِیٌّ فَاَحِبُّوْہُ لِحُبِّیْ وَاَکْرِمُوْہُ لِکَرَامَتِیْ الحدیث یعنی انس سے روایت ہے کہ اُسنے کہا۔ فرمایا جنابِ رسولِ خداؐ نے کہ اے انس تو جا اور سید عرب یعنی علیؑ کو بلا لا۔ عائشہ نے عرض کی کہ یا حضرت کیا آپ سید العرب نہیں ہیں؟ فرمایا کہ میں سید اولاد آدمؑ ہوں اور میں یہ بات فخریہ بیان نہیں کرتا بلکہ محض اظہار کے لئے بیان کرتا ہوں۔ اور علیؑ سید عرب ہے۔ پس جسوقت وہ حضرتؑ آئے تو جنابِ رسولِ خداؐ نے انصار کو طلب فرمایا۔

جب انصار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے گروہِ انصار آیا میں تمہارے لئے دلالت کروں کہ میرے بعد تم اُس چیز سے تمسک کرو اور ہرگز ضلالت میں نہ پڑو۔ اُنہوں نے عرض کی کہ یا حضرتؐ آپ اُسکو بیان فرمائیے۔ اُسوقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ علیؑ ہے۔ تم اِسکو بہ سبب میری محبت کے دوست رکھو۔ اور میری کرامت کے سبب سے اِسکا اکرام کرو۔ اور صواعق محرقہ میں ہے وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ اَنَّہٗ ظَھَرَ عَلِیٌّ مِنَ الْبُعْدِ فَقَالَ ھٰذَا سَیِّدُ الْعَرَبِ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَلَسْتَ سَیِّدَ الْعَرَبِ فَقَالَ اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ وَھُوَ سَیِّدُ الْعَرَبِ یعنی بیہقی نے روایت کی ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ دور سے تشریف لائے۔ حضرت رسولِ خدا نے اُنھیں دیکھکر فرمایا کہ یہ سیدِ عرب ہے پس اُسوقت حضرت عائشہ نے عرض کی کہ یا حضرتؐ کیا آپ سیدِ عرب نہیں ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں سید العالمین ہوں۔ اور علی سیدِ عرب ہے۔

۱۷۔ مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی شافعی نے اپنی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے وَکَانَتْ وِلَادَتُ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ لِثَلٰثِ عَشَرَ خَلَتْ مِنْ رَجَبَ بَعْدَ عَامِ الْفِیْلِ بِثَلٰثِیْنَ سَنَۃً بِمَکَّۃَ رُوِیَ اَنَّہٗ وُلِدَ فِیْ بَیْتِ الْحَرَامِ وَمَا وُلِدَ فِیْ بَیْتِ الْحَرَامِ اَحَدٌ سِوَاہُ لَا قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ وَھِیَ فَضِیْلَۃٌ خَصَّہُ اللّٰہُ بِھَا یعنی حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی ولادت تیرھویں ماہ رجب کو جمعہ کے دن بعد عام فیل تیس سال کے بعد مکہ معظمہ میں واقع ہوئی ہے۔ اور روایت کی گئی ہے کہ وہ جنابؑ بیت الحرام یعنی مکہ میں پیدا ہوئے۔ اور کوئی شخص بیت الحرام میں نہ تو قبل آپکے پیدا ہوا نہ بعد آپکے۔ اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ خدا نے انھی حضرتؑ کو اس سے مخصوص کیا ہے۔

۱۸۔ بخاری و مسلم میں سعد ابن ابی وقاص سے اور احمد و بزاز نے ابوخدری سے اور طبرانی نے اسما بنت قیس و ام سلمہ و حبشی ابن جنادہ و ابن عمر و ابن عباس و جابر بن سمرہ و علی و براء بن عازب و زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے غزوۂ تبوک پر جاتے ہوئے جب حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تو حضرت علیؑ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ کرتے ہیں؟ جناب رسول خدا نے فرمایا اَمَا تَرْضٰی اَنْ

تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسیٰ اِلَّا اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی کیا تم اس امر پر راضی نہو کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰ کے نزدیک ہارون مگر یہ کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔ (خلافتِ بلافصل دو واسطہ نہیں سے ثابت ہے!)

۱۹۔ صاحب صواعق محرقہ تحریر فرماتے ہیں کہ بروز غدیر خم رسول اللہ نے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ یعنی جسکا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ بھی مولا ہے۔ خدایا دوست رکھ اُسکو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اُسکو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

۲۰۔ ایضًا تحریر فرماتے ہیں کہ احمد و ترمذی و نسائی و ابنِ ماجہ نے حبشی بن جنان سے روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا عَلِیٌّ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ لَایُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا عَلِیٌّ یعنی علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ کوئی شخص سوائے علیؑ کے میری امانتوں کو ادا نہیں کرسکتا۔

۲۱۔ ایضًا لکھتے ہیں کہ بروایت ترمذی ابن عمر سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے مابینِ اصحاب عقد مواخات قائم کیا تو حضرت علیؑ روتے ہوئے آئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ اصحابؓ کو تو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا۔ اور مجھے آپنے کسی کا بھائی نہ بنایا تو رسول اللہ نے فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی تو تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔

۲۲۔ بزار و طبرانی نے جابرؓ ابن عبد اللہ سے کتاب اوسط میں روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے فرمایا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اُسکا دروازہ ہے) اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ جو علم سیکھنے کا ارادہ کرے وہ دروازہ سے داخل ہو۔ اور ترمذی کے نزدیک امیر المومنین علیؑ سے مروی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اُسکا دروازہ ہے۔ اور ایک روایت میں ابنِ عدی کے نزدیک یہ ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِیْ یعنی علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے۔

۲۳۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ ایک روز حضرت رسولِ خداؐ مجمع اصحاب میں تشریف رکھتے تھے کہ دو شخص حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے گدھے کو اس شخص کے بیل نے مار ڈالا۔ حاضرینِ مجلس میں سے ایک کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بہائم پر ضمانت نہیں ہو سکتی اُسوقت رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم اِنکے درمیان حکم کرو۔ آپنے اُن دونوں سے دریافت فرمایا کہ تمہارے حیوان بندھے ہوئے تھے یا ایک بندھا ہوا اور دوسرا کھلا ہوا تھا۔ اُنھوں نے عرض کی کہ گدھا تو بندھا ہوا تھا اور بیل کھُلا ہوا تھا۔ اور بیل کا مالک بھی ساتھ تھا۔ یہ سنکر حضرتؑ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں بیل کا مالک ضامن ہے۔ اُسکو گدھے کا تاوان دینا چاہئے۔ اس حکم کو جنابِ رسول خداؐ نے بحال رکھا۔ اور نافذ فرمایا۔ اور اُسی وقت اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا اَقْضَاکُمْ عَلِيٌّ (تم سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنیوالا علیؑ ہے)۔

۲۴۔ بزار نے سعد سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنَّہٗ یَجْنُبُ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ یعنی کسی کو اس مسجد میں جنب (وارد) ہونا جائز نہیں سوائے میرے اور تمہارے۔ اور زید بن ارقم سے بروایتِ احمد و ضیا مروی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا اِنِّیْ اُمِرْتُ بِسَدِّ ھٰذِہِ الْاَبْوَابِ غَیْرَ بَابِ عَلِیٍّ فَقَالَ فِیْہِ قَائِلُکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا سَدَدْتُ شَیْئًا وَّلَا فَتَحْتُہٗ وَلٰکِنْ اُمِرْتُ بِشَیْءٍ فَاتَّبَعْتُہٗ یعنی بیشک میں اِن دروازوں کو بند کرنے پر مامور ہوں سوائے علیؑ کے دروازے کے۔ تم میں سے ایک کہنے والے نے اس باب میں کچھ کہا ہے (یعنی مجھپر حرف گیری کی ہے) اور قسم خدا کی میں نہ کسی چیز کو بند کرتا ہوں نہ کھولتا ہوں۔ لیکن جس شے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے اُسکی متابعت کرتا ہوں۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ مسجدِ نبوی میں جسقدر لوگوں کے دروازے تھے وہ سب بند کر دئے گئے صرف حضرت علیؑ کا دروازہ کھُلا رہا)۔

۲۵۔ بروایتِ طبرانی حاکم سے باسنادِ حسن ابن مسعود مروی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا اَلنَّظَرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ یعنی علیؑ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

۲۶۔ طبرانی نے اوسط میں جابر ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا اَلنَّاسُ

مِنْ شَجَرَۃٍ شَتّٰی وَاَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی تمام لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علیؑ ایک درخت سے۔

۲۷- صواعق محرقہ میں ہے کہ طبرانی وحاکم نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا جب غضبناک ہوتے تھے تو کسی شخص کو آنحضرتؐ سے بات کرنیکی جرأت نہ ہوتی تھی مگر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ آنحضرتؐ سے تکلم کیا کرتے تھے۔

۲۸- ابن حجر مکی نے ابو یعلیٰ و بزار و سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مَنْ اٰذٰی عَلِیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ جسنے علیؑ کو ایذا دی اُسنے مجھکو ایذا دی۔ (مگر سوائے شیخین کے!)

۲۹- ترمذی وحاکم نے عمر ابن حصین سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا مَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ یعنی تم علیؑ سے کیا چاہتے ہو (تین مرتبہ اس کلمہ کی تکرار فرمائی) بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کا والی و حاکم ہے (اس حدیث سے خلفاء ثلثہ زمرۂ مومنین سے خارج ہوئے جاتے ہیں کیونکہ اُنہوں نے حضرت علیؑ کو اپنا والی نہ جانا بلکہ حضرت علی کو مجبور کیا کہ وہ ہم سے بیعت کریں۔ اور ہماری خلافت میں داخل ہوں۔ اسلئے علمائے اہل سنت کی خدمت میں دوستانہ التماس ہے کہ اپنے تینوں بزرگوں کے حق میں اس مضمون کی حدیث ضرور شائع فرمادیں کہ پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ کو سوائے خلفاء ثلثہ کے سب مومنوں کا والی قرار دیا اور خلفاء ثلثہ کو حضرت علیؑ کا والی بنایا ورنہ قیامت میں تینوں بزرگوار ایک ایک کی گردن پکڑینگے۔

۳۰- دیلمی نے عائشہ سے اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا اَلسُّبَّقُ ثَلٰثَۃٌ فَالسَّابِقُ اِلٰی مُوْسٰی یُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَّالسَّابِقُ اِلٰی عِیْسٰی صَاحِبُ اٰلِ یٰسٓ وَالسَّابِقُ اِلٰی مُحَمَّدٍ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ یعنی سبقت کرنیوالے تین شخص ہیں۔ حضرت موسٰےؑ کی طرف سبقت کرنیوالے یوشع بن نون۔ عیسٰےؑ کی طرف صاحب آلِ یاسینؑ۔ اور حضرت محمدؐ کی طرف علیؑ بن ابیطالب۔

۳۱- بروایت بخاری ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اَلصِّدِّیْقُوْنَ ثَلٰثَۃٌ صدیق تین ہیں۔ ایک حزقیل مومن آلِ فرعون۔ دوم صاحب آلِ یاسین (حبیب نجار) سوم علیؑ۔

۳۲۔ حاکم کر مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا عَلِیٌّ اِمَامُ الْبَرَرَةِ وَقَاتِلُ الْفَجَرَةِ مَنْصُوْرٌ مَنْ نَصَرَهٗ مَخْذُوْلٌ مَنْ خَذَلَهٗ یعنی علی پیشوائے ابرار ہی۔ قاتل فجار ہے۔ جسنے اُسکی نصرت کی وہ مظفر و منصور ہے۔ اور جسنے اُسکی رفاقت سے ہاتھ اُٹھایا وہ مخذول و متروک ہے۔

۳۳۔ خطیب نے انس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا عُنْوَانُ صَحِیْفَةِ مُؤْمِنٍ حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ یعنی صحیفہ مومن کا سرنامہ علی ابن ابیطالب کی محبت ہی۔

۳۴۔ طبرانی و دارقطنی نے افراد میں ابن عباس سے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے فرمایا عَلِیٌّ بَابُ حِطَّةٍ مَنْ دَخَلَ مِنْهُ كَانَ مُؤْمِنًا وَمَنْ خَرَجَ مِنْهُ كَانَ كَافِرًا یعنی علی باب مغفرت ہی۔ جو اس دروازہ میں سے داخل ہوا وہ تو مومن ہے اور جو خارج ہوا وہ کافر۔

۳۵۔ بروایت بیہقی و دیلمی انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علی بہشت میں اسطرح چمکتا ہوگا جیسے اہل دنیا کے لئے صبح کے ستارے۔

۳۶۔ بروایت بیہقی و دیلمی انس سے مروی ہی کہ جناب رسول خدا نے فرمایا عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنْ بَدَنِیْ یعنی علی کا میرے نزدیک وہ مرتبہ ہے جو میرے بدن کے نزدیک سر کا۔

۳۷۔ بروایت ترمذی و نسائی و حاکم مروی ہی کہ رسول اللہ نے فرمایا اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلَى الثَّلٰثَةِ عَلِیٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ یعنی جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔ اور وہ علیؑ و عمارؓ و سلمانؓ ہیں۔

۳۸۔ صاحب صواعق محرقہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن الدینار نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ جناب رسول خدا ایام مرض موت میں ایکدفعہ باہر تشریف لائے ایسی حالت میں کہ ہم نماز پڑھ رہی تھی۔ اور فرمایا بیشک میں دنیا سے جاتا ہوں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک تو کتاب خدا ہی۔ دوسری میری سنت۔ پس تم قرآن اور میری سنت سے طلب نطق کرو۔ یعنی قرآن کی تفسیر تاویل میری حدیث سے تلاش کرو۔ کہ تمہاری چشمہائے بصیرت نابینا نہ ہونگی۔ تمہارے قدم لغزش نہ کھائینگے۔ اور تمہارے ہاتھ کوتاہ نہونگے جبتک کہ تم انہیں پکڑے رہوگے پھر فرمایا میں تمہیں ان دو شخصوں کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں۔ (علیؑ و عباسؓ کی جانب اشارہ فرمایا) کوئی شخص اپنی زبان کو ان سے باز نہیں رکھیگا۔ کوئی میری حرمت و سیرت کی حفاظت نہیں کریگا۔ مگر یہ کہ خدا تعالی اُسے ایک نور عطا فرمائیگا کہ اُسی نور سے منور ہو کر بروز قیامت میرے پاس آئیگا۔ احمد ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن ابن عوف سے روایت کی ہی کہ فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ نے طائف کا ارادہ کیا تو بعد خطبہ بلیغ و حمد و ثنائے الہی ارشاد

کیا اُوصِیکُم بِعِترَتِی خَیراً وَاِنَّ مَوعِدَکُمُ الحَوضُ وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ لَتُقِیمُنَّ الصَّلٰوۃَ وَلَتُؤتُنَّ الزَّکٰوۃَ وَاِلَّا اَبعَثَنَّ اِلَیکُم رَجُلاً مِنِّی اَو کَنَفسِی یَضرِبُ اَعنَاقَکُم ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ ثُمَّ قَالَ ھُوَ ھٰذَا یعنی میں تمہیں اپنی عترت سے نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور وعدہ گاہ تمہاری حوض کوثر ہے قسم اُس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے نماز ادا کروگے اور زکوٰۃ دوگے ورنہ میں تم پر ایسے شخص کو مسلّط کرونگا جو مجھ سے ہوگا اور تمہاری گردنیں اُڑائیگا۔ یہ کہکر علیؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے۔ اس حدیث کے راوی سب کے سب ثقہ ہیں۔ صرف ایک ایسا ہے جسکی تضعیف میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے مرض موت میں فرمایا اَیُّھَا النَّاس قریب ہے کہ میری روح قبض کی جائے میں تم سے چلا جاؤں یعنے اِس سے پہلے بھی کہا ہے اور اب پھر کہتا ہوں تاکہ تم عذر نہ کرو۔ خوب جان لو کہ میں خدا کی کتاب اور اپنی اہلبیتؑ کو تم میں چھوڑونگا۔ یہ فرماکر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا ھٰذَا عَلِیٌّ مَعَ القُراٰنِ وَالقُراٰنُ مَعَ عَلِیٍّ لَا یَفتَرِقَانِ حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الحَوضَ فَاَسئَلُھُمَا کَیفَ صَنَعتُم فِیھِمَا یعنی یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ۔ یہ دونوں جدا نہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ پس میں انکا حال دریافت کرونگا کہ تمنے انکے ساتھ میرے بعد کیسا سلوک کیا۔ اور امام احمد حنبل نے مناقب میں علی ابن ابیطالبؑ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے (مسجد کی) چار دیواری میں ڈھونڈھا۔ مجھ سے پائے مبارک مس کئے۔ اور فرمایا قُم فَوَاللہِ لَاُرضِیَنَّکَ اَنتَ اَخِی وَاَبُو وُلدِی تُقَاتِلُ عَلٰی سُنَّتِی مَن مَاتَ عَلٰی عَھدِی فَھُوَ فِی الجَنَّۃِ وَمَن مَاتَ عَلٰی عَھدِکَ فَقَد قَضٰی نَحبَہٗ وَمَن مَاتَ یُحِبُّکَ بَعدَ مَوتِکَ خَتَمَ اللہُ لَہٗ بِالاَمنِ وَالاِیمَانِ مَا طَلَعَتِ الشَّمسُ وَغَرَبَت یعنی اُٹھ قسم خدا کی میں تجھے خوشنود کرونگا (اس حدیث سے کہ) تو میرا بھائی ہے۔ تو میرے فرزندوں کا باپ ہے۔ تو میری سنت پر (اُسکے نہ ماننے والوں سے) مقاتلہ کریگا جو شخص میرے عہد (اقرار رسالت) پر مرا وہ جنت میں ہے۔ اور جسنے تیرے عہد (اقرار امامت) پر جان دی اُسنے بیشک اپنے عہد اور اپنی نذر کو پورا کیا۔ اور جو تیری موت کے بعد تیری محبت میں مرا خدا تعالیٰ نے اُسکا خاتمہ امن و امان پر کر دیا جب تک کہ سورج طلوع ہو یا غروب (تا روز قیامت) اور بروایت دارقطنی مروی ہے کہ علیؑ نے چھ آدمیوں سے جو اہل شوریٰ تھے ایک حدیث طویل بیان کی منجملہ اُسکے یہ ہے کہ آپنے فرمایا۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں (قسم دیکر) کہ آیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جسکے بارے میں رسول خداؐ

ذ فرمایا ہو اَنْتَ قَسِیْمُ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (تو روز قیامت دوزخ کا تقسیم کرنیوالا ہی) سب نے انکار کیا کہ سوائے آپکے کوئی نہیں۔ اور مراد قسمت دوزخ سے یہ ہی کہ انسان دو گروہ ہونگے۔ جو فرقہ تجھ (یعنی علیؑ) کی دوستی کریگا وہ تیری ہمراہ ہوگا کہ وہ ہدایت یافتہ ہی اور جو لوگ کہ تیرے دشمن ہیں وہ چاہِ ضلالت میں غرق ہیں پس نصف تیرے ساتھ بہشت میں جائینگے اور نصف دوسرے جو دشمن ہیں جو تجھ سے مقابلہ کرینگے یعنی خوارج وہ گروہ باغی (ناصبان بنی امیہ) وامثالہما دوزخ میں ہونگے۔ اور اسی معنی میں وہ حدیث ہی جو کتاب نہایۃ میں امام الجن والانس حضرت علی ابن موسیٰ الکاظمؑ سے مروی ہی کہ حضرت رسول اللہؐ نے علیؑ سے فرمایا اَنْتَ قَسِیْمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فِی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ تَقُوْلُ النَّارُ هٰذَا لِی وَهٰذَا لَكَ تو جنت و دوزخ کا بروز قیامت تقسیم کرنیوالا ہی۔ دوزخ کہیگا کہ یہ گروہ (اہل دوزخ اور آپ سے نفاق رکھنے والے) میرا حصہ ہیں اور وہ جماعت (اہل بہشت آپکے محب) آپکا حصہ۔ اور ابن سماک سے مروی ہے کہ ابوبکر و علیؑ کہتے ہیں ہمنے رسول اللہ سے سنا کہ لَا یَجُوْزُ اَحَدٌ الصِّرَاطَ اِلَّا مَنْ کَتَبَ لَهٗ عَلِیٌّ الْجَوَازَ صراط پر سے وہی شخص گزرسکیگا جسکو علیؑ راہداری کا پروانہ دینگے۔ اور بروایت بخاری علیؑ سے منقول ہی کہ آپنے فرمایا اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْعُدُ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ بَیْنَ یَدَیِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یعنی میں اوّل وہ شخص ہونگا کہ بروز قیامت خداوند جلّ وعلا کے سامنے بیٹھکر اپنے دشمن سے مخاصمت کرونگا۔

۳۹۔ ترمذی نے روایت کی ہے اور حاکم نے اُسے بریدہ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ یُحِبُّهُمْ یعنی بیشک خداوند عالم نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے۔ اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ (خدا) بھی اُنکو دوست رکھتا ہے۔ اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہؐ ہمیں بھی اُنکے نام بتائیے۔ ہم بھی اُنہیں دوست رکھینگے۔ آپنے فرمایا ابوبکر و عمر و عثمانؓ اور اُنہی میں سے علی بھی ہیں۔ یہ الفاظ تین مرتبہ زبان پر جاری کئے۔ پھر فرمایا ابوذرؓ و مقدادؓ و سلمانؓ و علیؑ۔ المؤلف ناظرین اس حدیث شریف پر تعجب نہ فرمائیں۔ کیونکہ فرقۂ شیعہ کے برخلاف علمائے اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہی کہ رسول خدا کو نسیان لاحق ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ شرح بزدوی میں ہے قَالَ الْحَسَنُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ قُرْاٰنًا ثُمَّ نَسِیَهٗ فَلَمْ یَکُنْ شَیْئًا یعنی حضرت رسول اللہؐ پر ایک قرآن نازل کیا گیا تھا پھر حضرت

اُسکو بھول گئے۔ جب آنحضرت کا نسیان ایسا بڑھا ہوا تھا تو کیا ممکن نہیں کہ جن لوگوں سے محبت کرنیکا اُنکو خدا تعالےٰ نے حکم فرمائے اُنہیں بھولکر دوسروں کا نام لے دیں مگر خیریت گزری کہ تین مرتبہ خلفاء کے نام دُہرانے پر وہ لوگ یاد آگئے جنکے ساتھ محبت کرنیکا پروردگار عالم نے واقع میں حکم دیا تھا۔ ورنہ تمام امت کو رسُول خدا نے خلاف منشاے خداوند عالم غیروں کا محب بناکر جہنم کا راستہ دکھاہی دیا تھا۔ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ!۔

۴۰۔ ابن سعید نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے عَلِيٌّ اَقْضَانَا یعنی علیؑ ہم سب میں اعلم تر ہیں۔ اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ میں قضا کا سب سے زیادہ عالم علیؑ ہے۔ اور ابن عباس اور ابن سعید کہتے ہیں کہ علم میں علیؑ کے لئے ضرس قاطع ہے انسے جو چاہو علم حاصل کرو یعنی بوجہ تقوےٰ و مہارت قطع مسائل و فصل مہمات کی انہیں قدرت تامہ حاصل ہے۔ اور حکم انکا نافذ ہے۔ اور ضرس گھوڑے کے ایک دانت کا نام ہے۔ یہاں یہ لفظ برسبیل استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ نیز سبقت فی الاسلام۔ دامادی رسول اللہ۔ معرکہ کارزار میں شجاعت۔ اور اموال میں جود و سخاوت یہ سب باتیں تو علیؑ کے لئے حاصل ہی ہیں۔

۴۱۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی آیہ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا نازل نہیں ہوا مگر یہ کہ علیؑ اُسکے راس و رئیس ہیں۔ نیز قرآن میں خدا تعالےٰ نے اصحاب محمدؐ پر چند جگہ عتاب فرمایا ہے مگر علیؑ کا ذکر خیر و خوبی سے ہی کیا ہے۔ نیز ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ تین سو آیتیں علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

۴۲۔ بروایت طبرانی ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اٹھارہ فضیلتیں علیؑ کی ایسی ہیں جو امت میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ اور بروایت ابو یعلی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ علیؑ میں تین خصلتیں ایسی ہیں کہ مجھے اگر اُن میں سے ایک بھی حاصل ہوتی تو شتران سرخ مو سے کہیں بہتر تھی۔ (یہ ایک مثل ہے جو اُن اونٹوں کی عمدگی کی سبب سے مشہور ہے۔ کیونکہ عرب کے لئے شتران سرخ مو بہترین اموال سمجھے جاتے ہیں)۔

۴۳۔ احمد نے بسند صحیح عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اَشْقَى النَّاسِ رَجُلَانِ اُحَيْمِرُ ثَمُوْدَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِيْ يَضْرِبُكَ يَا عَلِيُّ عَلٰى هٰذِهٖ یعنی یا علیؑ دو شخص شقی ترین مردم ہیں ایک تو قوم ثمود کا احمر جسنے ناقہ صالح کو پے کیا۔ اور دوسرا وہ شخص (ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ) جو تجھے

ف۱ یہ لفظ جناب مستطاب ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں خود تحریر فرمایا ہے۔ مولف نے اصلاح نہیں دی ۱۲

ضربت پہنچائیگا۔ اور لفظ ھٰذِہٖ سے اول فرق مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ پھر ریش مقدس کی طرف یعنی ایسی ضربت لگائیگا جو تیری محاسن خون سے رنگین ہو جائیگی۔

۴۴۔ دار قطنی نے روایت کی ہے کہ بروز شوریٰ جب اہل شوریٰ کے سامنے حضرت علیؑ نے اپنی دلیلیں پیش کیں تو فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ آیا تم میں کوئی شخص سوائے میرے ایسا ہے جسے رسولؐ نے اپنا نفس گردانا ہو۔ اسکی اولاد کو اپنی اولاد اور اسکی عورتوں کو اپنی عورتیں سمجھا ہو؟ سب نے کہا کہ ہم میں سے کوئی شخص یہ شرف و منزلت نہیں رکھتا۔

۴۵۔ صواعق محرقہ میں دار قطنی اور شعبی سے روایت کی گئی ہے کہ ابو بکر بیٹھے ہوئے تھے۔ علیؑ دور سے وارد ہوئے۔ ابو بکر نے دیکھکر کہا کہ جو کوئی اُس شخص کو دیکھکر خوشحال ہونا چاہے جسکی منزلت سب آدمیوں سے زیادہ ہو جسکی حالت جسکی فضیلت ہم سب سے رسول اللہ کے نزدیک بڑھی ہوئی ہو وہ اس آنیوالے شخص کو دیکھلے۔

۴۶۔ اُسی کتاب میں دار قطنی سے روایت کی ہے کہ عمر نے ایک شخص کو علیؑ کی مذمت کرتے ہوئے دیکھا اور اُس سے کہا وَیحَکَ اَتَعرِفُ عَلِیًّا ھٰذَا ابنُ عَمِّہٖ وَاَشَارَ اِلٰی قَبرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ مَا اٰذَیتَ اِلَّا ھٰذَا فِی قَبرِہٖ یعنی وائے ہو تجھپر کیا تو نہیں جانتا کہ یہ (قبر مطہر رسول خدا کی طرف اشارہ کیا) اِسکا ابن عم ہے۔ قسم خدا کی تونے اس (صاحب قبر) کو ایذا دی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر علیؑ سے تونے دشمنی کی تو پیمبرؐ کو قبر میں آزار دیا۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ (ہاں ضعیف ہی ہوگی! کیونکہ حضرت عمر تو خود بیعت نہ کرنے کے جرم میں حضرت علیؑ کو قتل کرنے پر مستعد ہو گئے تھے۔ جس کی شکایت حضرت علیؑ نے قبر رسولؐ پر جا کر کی۔ پس حضرت عمر سے حضرت امیرؑ کے ساتھ ہمدردی کی توقع کیونکر ہو سکتی ہے)

۴۷۔ نور الدین علی بن محمد بن احمد مالکی ابن صباغ نے اپنی فصول مہمہ میں لکھا ہے جسوقت ابن ملجم نے جناب حیدر صفدر کا سر انور بضربت شمشیر مجروح کیا اور وہ ملعون دمردود گرفتار ہوا تو ام کلثوم دختر جناب امیرؑ نے اُس سے فرمایا کہ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ قَتَلتَ اَمِیرَ المُؤمِنِینَ یعنی اے دشمن خدا تونے امیر المومنینؑ کو قتل کیا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وَالنَّاسُ

یلعنونہ ویسبونہ یعنی وہاں (کوفہ) کے لوگ اُس ملعون پر لعنت کرتے تھے۔ خیال کرنے کی جگہ ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ اُسنے رکن دین کو گرایا تھا اور ستون اسلام کو ڈھایا تھا۔ اور جناب امیرؑ جسوقت ضربت ابن ملجم علیہ اللعن سے مجروح ہوئے تو اُسوقت سجدہ میں تھے۔ اور یہ ضربت اُس مقام پر لگی تھی جس جگہ سے بروز خندق عمرو ابن عبدود کی تلوار امیر خیبر گیر کا فرق اطہر زخمی کرچکی تھی۔ پس حسنین علیہم السلام نے بعد وفات اُن حضرتؑ کو نجف اشرف میں دفن کیا۔ اور ابن ملجم لعین کو بھی قتل کرادیا۔ جسوقت سے یہ مردود واصل جہنم ہوا ہے تب سے اب تک وہ ایک عذاب شدید میں گرفتار ہے۔ اور ابد الآباد بحکم خدائے قہار اسی طرح عذاب شدید میں گرفتار رہیگا اور اُس سے خلاصی نہوگی۔

۴۸۔ احمد بن فضل بن محمد باکثیر نے وسیلۃ المآل میں تحریر کیا ہے رَوی ابوبکر الخوارزمی عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّہٗ قَالَ کُنْتُ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَرَاَیْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِیْنَ حَوْلَ مَقَامِ اِبْرَاہِیْمَ الْخَلِیْلِ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ فَقُلْتُ مَا ھٰذَا فَقَالُوْا رَاھِبٌ قَدْ اَسْلَمَ وَجَآءَ اِلٰی مَکَّۃَ وَھُوَ یُحَدِّثُ بِحَدِیْثٍ عَجِیْبٍ فَاَشْرَفْتُ عَلَیْہِ فَاِذَا ھُوَ شَیْخٌ کَبِیْرٌ عَلَیْہِ جُبَّۃُ صُوْفٍ وَقَلَنْسُوَۃُ صُوْفٍ عَظِیْمُ الْجُثَّۃِ وَھُوَ قَاعِدٌ عِنْدَ الْمَقَامِ یُحَدِّثُ النَّاسَ وَھُمْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْہِ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا قَاعِدٌ فِیْ صَوْمَعَتِیْ فِیْ بَعْضِ الْاَیَّامِ اِذْ اَشْرَفْتُ مِنْہَا اِشْرَافَۃً فَاِذَا الطَّائِرُ کَالنَّسْرِ الْکَبِیْرِ قَدْ سَقَطَ عَلٰی صَخْرَۃٍ عَلٰی شَاطِئِ الْبَحْرِ فَتَقَایَا فَرَمٰی مِنْ فِیْہِ بِرُبْعِ اِنْسَانٍ ثُمَّ طَارَ وَغَابَ یَسِیْرًا ثُمَّ عَادَ فَتَقَایَا رُبْعًا اٰخَرَ ثُمَّ طَارَ فَدَنَتِ الْاَجْزَاءُ بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ فَالْتَامَتْ فَقَامَ مِنْہَا اِنْسَانٌ کَامِلٌ وَاَنَا اَتَعَجَّبُ مِمَّا رَاَیْتُ فَاِذَا بِالطَّائِرِ قَدِ انْقَضَّ عَلَیْہِ فَاخْتَطَفَ رُبْعَہٗ ثُمَّ طَارَ ثُمَّ عَادَ فَاخْتَطَفَ رُبْعًا اٰخَرَ وَھٰکَذَا یَفْعَلُ اِلٰی اَنِ اخْتَطَفَہٗ جَمِیْعَہٗ فَبَقِیْتُ اَتَفَکَّرُ وَاَتَحَسَّرُ مِنْ عَدَمِ سُؤَالِیْ لَہٗ عَنْ قِصَّتِہٖ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الثَّانِیْ فَاِذَا اَنَا بِالطَّائِرِ قَدْ اَقْبَلَ وَفَعَلَ کَفِعْلِہٖ بِالْاَمْسِ فَلَمَّا الْتَامَتِ الْاَجْزَاءُ وَصَارَتْ شَخْصًا کَامِلًا نَزَلْتُ مِنْ صَوْمَعَتِیْ مُبَادِرًا اِلَیْہِ وَسَاَلْتُہٗ بِاللّٰہِ مَنْ اَنْتَ یَا ھٰذَا فَسَکَتَ فَقُلْتُ بِحَقِّ مَنْ خَلَقَکَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِیْ

مَنْ اَنْتَ فَقَالَ اَنَا ابْنُ مُلْجِمٍ قُلْتُ لِمَا قِصَّتُكَ مَعَ هٰذَا الطَّائِرِ قَالَ اِنِّيْ قَتَلْتُ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْطَالِبٍ فَوَكَّلَ اللّٰهُ بِيْ هٰذَا الطَّائِرَ يَفْعَلُ بِيْ مَا تَرٰى كُلَّ يَوْمٍ فَخَرَجْتُ مِنْ صَوْمَعَتِيْ وَسَاَلْتُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْطَالِبٍ مَنْ هُوَ فَقِيْلَ لِيْ اَنَّهُ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ وَاَتَيْتُ مَا تَاهَ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ حَاجًّا قَاصِدَ الْحَجِّ وَزِيَارَةَ النَّبِيِّ صلعم یعنی

ابوالقاسم ابن محمد نے کہا کہ ایک بار میں مسجد الحرام میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ مقام ابراہیم الخلیل میں لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ میں نے اُن لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ایک راہب مسلمان ہوا ہے۔ اور مکہ میں آیا ہے۔ وہ ایک واقعہ عجیب اور حکایت غریب نقل کرتا ہے۔ یہ بات سُنکر میں بھی وہاں چلا گیا۔ یکایک میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی صوف کا جبہ پہنے اور اپنے سر پر صوف کی ٹوپی رکھے ہوئے عظیم الجثہ کھڑا ہے۔ اور مقام ابراہیم میں ایک حکایت بیان کر رہا ہے اور لوگ اُسکو سُن رہے ہیں۔ وہ حکایت یہ ہے کہ مرد پیر کہتا تھا کہ میں ایک دن اپنے صومعہ میں بیٹھا تھا۔ یکایک ایک طائر مانند بڑے کرگس (یعنی گدھ) کے آیا اور اُسنے چوتھا حصہ انسان کا اپنے مُنہ سے اُگل دیا۔ اور بعد ازاں وہ طائر وہاں سے اُڑ گیا اور غائب ہو گیا۔ اور پھر وہ طائر آیا اور ربع دیگر کو اُگل گیا۔ اور وہاں سے اُڑکر کہیں چلا گیا جب سب ٹکڑے اُس طائر نے اُگل دیے تو وہ ٹکڑے آپس میں مل گئے اور ایک انسان کامل بنگیا۔ یہ حال دیکھکر میں نہایت تعجب کرتا تھا۔ پس یکایک وہی طائر پھر آیا اور اُس انسان کے قریب آکر چہارم ٹکڑا اُسکا کاٹ کر کھا گیا۔ اور اُڑ گیا۔ اور پھر آیا اور چہارم ٹکڑا اُسکا اُس بار بھی کھا کر اُڑ گیا۔ یہانتک کہ سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا کر چلا گیا۔ میں یہ بات دیکھکر فکرمند ہوا اور مجھکو اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ میں نے اُس انسان سے کیوں نہ پوچھا کہ تیرا کیا واقعہ ہے؟ جب دوسرا دن ہوا تو وہی طائر پھر آیا اور وہی کام کیا کہ جو پہلے روز کر چکا تھا۔ جبکہ سب ٹکڑے اُسنے اُگل دیے اور اُن ٹکڑوں سے انسان کامل پھر بن گیا تو میں اپنے صومعہ سے باہر نکلا۔ اور میں نے اُس شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اُسے جواب نہ دیا۔ میں نے خدا کی قسم دیکر اُس سے پھر اُسکا حال دریافت کیا کہ برائے خدا تو مجھے بتا کہ تو کون ہے؟ اُسنے کہا کہ وہ شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم ہے۔ میں نے کہا تیرا قصہ کیونکر

ہے۔ اور تیرا یہ کیا حال ہے کہ یہ طائر ہر روز تجھے اُگلتا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھر ہر روز نگل جاتا ہے؟ اُسنے کہا کہ اُس شخص نے حضرت علیؑ ابن ابیطالب کو قتل کیا ہے۔ خدا نے اُس جرم کے سبب سے مجھپر یہ عذاب نازل کیا ہے۔ اور اس عذاب الیم میں مجھے گرفتار کیا ہے کہ یہ طائر مجھپر مسلط اور مؤکل کر دیا ہے۔ جو ہر روز مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُگلتا ہے اور میں زندہ ہو کر کامل انسان ہو جاتا ہوں اور پھر اُسی وقت یہ طائر مجھے ٹکڑے کر کے نگل جاتا ہے۔ یہ بات اُس سے سنکر میں اپنے صومعہ سے باہر آیا۔ اور لوگوں سے حال علیؑ ابن ابیطالب کا پوچھا کہ وہ حضرت کون ہیں؟ معلوم ہوا کہ وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ سنکر میں مسلمان ہو گیا۔ اور بقصد حج بیت اللہ و زیارت نبی اللہؐ آیا ہوں انتہے

اِس حکایت سے بھی عظیم المراتب ہونا حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا نزد خدا تعالےٰ ثابت اور محقق ہے۔ کہ وہ حضرت خدا کے ایسے پیارے تھے کہ خدا نے اُنکے قاتل کو ایسے عذاب الیم میں مبتلا فرمایا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ



کلیات شباب

یہ مرحوم و مغفور حاجی محمد محسن قندھاری الکاظمی المتخلص بہ شباب کا وہ مقبول عام فارسی کلام ہے جسکے چھپنے کی شائقین کو ایک مدت سے آرزو تھی۔ الحمد للہ کہ اب وہ خواہش پوری ہوگئی۔ یعنی ہمنے حضرت ناظم کے فرزند دلبند جناب نواب مرزا محمد حسن خان بہادر سفیر دولت بہیۂ انگلشیہ دام اقبالہٗ مقیم کربلائے معلےٰ سے اجازت لیکر ایک ہزار جلدیں طبع کرالیں جنمیں آٹھ سو کے قریب تو اہالیانِ عراق و ایران نے خرید لیں اب تقریباً دو سو جلدیں باقی رہگئی ہیں۔ شائقین جلد طلب فرمالیں ورنہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ کتاب پھر نایاب ہو جائیگی یہ نایاب کتاب دو حصوں پر تقسیم ہے ایک نثر۔ دوسرا نظم۔ نثر میں خطوط۔ رقعجات وغیرہ سے فارسی زبان کی اعلیٰ انشا پردازی کا مرقع نظر آتا ہے۔ نظم میں قصائد۔ تواریخ۔ قطعات۔ غزلیات مخمس مسدس ترجیع بند ترکیب بند ہفت بند۔ مثنوی اور مراثی وغیرہ کا آفتاب جگمگاتا ہے۔ ضخامت ۳۸۸ صفحہ قیمت بلا محصول عہ ۸ر

ثمرۃ المکاشفہ

اس بے نظیر رسالہ میں کتب سماویہ اور اہل ہنود کی معتبر کتابوں سے وہ مضامین درج کیے گئے ہیں جنکی طرف اب تک کسی دین اور کسی مذہب والوں نے توجہ نہیں کی تھی۔ ایس چہاردہ معصومین علیہ السلام کے اسمائے مبارکہ اور اُن کے پتے اور اسی طرح اُنکے مخالفین کے نام اور اُنکے پتے انھیں کتابوں سے پیدا کرکے خاص و عام کی آگاہی کیلئے شایع کیے گئے ہیں اس کتاب کی ضرورت کو پبلک خود محسوس کرسکتی ہے ہم کو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ قیمت علاوہ محصولڈاک چھ آنے ٦ر

تفہیم القرآن

یہ کتاب جو قرآن کے جمع ہونے کی حالت اور اُس کی سورتوں اور آیتوں بلکہ الفاظ قرآن تک کی نسبت علمائے اہل سنت و الجماعت کے عقائد اور خیالات و اختلافات پر مشتمل ہے۔ زیر طبع ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں تیار ہو جائیگی۔

المذاہب

تحقیق مذاہب میں بےنظیر کتاب ہے اور یہ بھی انشاءاللہ تفہیم القرآن کے ساتھ ہی طبع ہو جائیگی

چاروں کتابیں ذیل کے پتے سے دستیاب ہونگی

ڈاکٹر سید زیرک حسین رضی (ضیاء الاسلام) حویلی تکلم خواص دہلی ڈاکخانہ نمبر ۴

المعلن ملک الکلام قوتی امروہی

حسب فرمائش جناب سید فدا عباس صاحب تحت اللفظ خوان امروہوی

وما کان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن الله

رسالهٔ شریفه

و صحیفهٔ منیفه مشتمل بر مضامین

لطیفه و مطالب انیقه کاشف رموز دقیقه موسوم به اسم

ثمرة المکاشفه

مصنفه عمدة المحققین زبدة المدققین جناب السید زیرک حسین المتخلص به رضی

الامروہوی ثم الحائری الملقب

به ضیاء الاسلام

در مطبع [illegible] مقبول [illegible] پریس

منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر و پبلشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد وآلہ الطاہرین المعصومین و
لعنۃ اللہ علیٰ اعدائہم اجمعین الیٰ یوم الدین **اما بعد** بندۂ حقیر سراپا تقصیر پیرو
رسولِ بشیر و نذیر مقلدِ وارثانِ آیۂ تطہیر صانہ اللہ عن کل شین السید زیرک حسین الامروہوی لکاری
المتخلص بہ رضی الملقب بہ ضیاء الاسلام ابن مرحوم و مغفور امین الفصاحۃ ناطق الملک سید الشعرا
سید مومن حسین صفی خدماتِ عالیاتِ صاحبانِ عقلِ سلیم وارباب فہمِ مستقیم میں عرض رسا ہے کہ
علماے اعلام وفقہاے کرام نے ہر اہلِ ملت ومذہب کے ساتھ مناظرات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہین فرمایا۔ اور دلائل عقلی و نقلی سے بامدادِ حضرتِ رب العزت دینِ اسلام کو دینِ حقہ حضرتِ
رب الانام ثابت کر دکھایا۔ اور بواسطہ ذکاوتِ طبیعت فرقۂ اسلام کو بمقابلۂ اقوامِ دیگر درجہ حقانیت
پر پہنچایا۔ اور جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم المرسلین ثابت کیا اور
خلافتِ اہلبیتِ اطہار کو پایۂ ثبوت پر پہنچا کر اُسکا اجر جنابِ باریتعالےٰ سے پانیکا اپنے کو مستحق بنایا۔
اور نبیِ آخر الزمان اور اُنکے اوصیاء اور مخالفین کا تذکرہ اس خوبی اور وضاحت کے ساتھ بیان
کیا اور قلمبند فرمایا کہ صاحبِ غور طلب کو بآسانی دریافت کر کے ائمہ حقہ کی شناخت بسہولت
کرسکتا ہے ؎

حق کو باطل سے الگ یوں عقلا کرتے ہیں ٭ جس طرح پھول سے کانٹونکو جدا کرتے ہیں

بعد اُنکے وادیِ مناظرہ میں پاؤں بڑھانا اور میدانِ تحریر میں کمیتِ قلم کی باگ اُٹھانا یا عرصۂ تقریر

میں شمشیر زبان و نطق بیان کے جوہر دکھانا مجھ جیسے ہیچمداں کا کام نہیں۔ مگر ایمیں کچھ کلام نہیں کہ

راہِ حق میں جو قدم دھرتا ہے — اُسکی امداد خدا کرتا ہے

یہ تو مانا کہ سخن اہلِ خرد کا ہے سخن — بات مجذوب کی بڑ میں بھی نکل آتی ہے

پس کاغذ اُٹھاؤں اور دوات قلم لیکر لکھنے کو بیٹھ جاؤں۔ شاید توسنِ خیال اپنا قدم بڑھاکر وادیِ مقصود تک پہنچائے اور معدنِ جواہرِ مضامینِ عالیہ سے کوئی دانۂ لاجواب ہاتھ لگ جائے۔ اپنے کو طفلِ مکتب سمجھکر ہمت ہارنا مردانگی سے دور ہے اور اعتقاداتِ مذہبی اور خیالاتِ علمی کا آشکارا نہ کرنا عقل کا خطو ہے۔ مگر ناظرین باتمکین رسالہ ہذا کی خدمت میں ضروری التماس یہ ہے کہ اس مجذوبانہ تقریر اور بے ربط تحریر کو سمع خراشی محض تصور نہ فرمائیں۔ بلکہ ہر لفظ اور ہر کلمہ پر توجہ کے ساتھ گوشِ ہوش لگائیں۔ تا آنکہ میری بے نظیر اور پُر تاثیر باتوں کے حاصل اور نتیجہ سے حظِ کامل اور فائدۂ کثیر اُٹھائیں۔ اور رموزِ عجیبہ و غریبہ کے قلزمِ زخار کی تہ تک پہنچ جائیں ؎

کیسے نادر دُرِ مضموں مرے ہاتھ آئے ہیں — یہ وہ موتی ہیں جو اب تک نہ کسی نے پائے

نہ مجھے یہود و نصاریٰ سے کچھ عداوت ہے نہ حضراتِ ہنود سے بغاوت۔ نہ گروہ سنت والجماعت سے کوئی خصومت نہ فرقۂ شیعہ کے ساتھ خواہ مخواہ کی طرفداری اور مروت۔ کسی فرقہ کی کیوں نہو سچی بات ضرور کہونگا۔ بے کہے ہرگز نہ رہونگا۔ البتہ تہذیب کو ہاتھ سے نہ دونگا۔ اگر کوئی صاحب معقول صحیح اور مدلل اعتراض فرمائینگے۔ یعنی جن امور کو جس طرح میں نے ثابت کردیا ہے اُنہیں امور کا اُسی طرح دلیل و برہان سے دوسرے لوگوں پر صادق آنا کتب احادیث و تواریخ سے ثابت فرمادینگے تو بسر و چشم قبول کرلونگا۔ اور قائل ہوکر اُنکی تجویز منظور کرنیکا اعلان دیدونگا۔ اور اپنی کتاب کی بے اعتباری کا معترف ہوجاونگا اور حضرتِ معترض کے رسالہ پر تحسینی نوٹ صاف لفظوں میں مشتہر کرکے خود اپنی غلط فہمی کا اظہار کردونگا۔ کیونکہ صداقت اور انصاف پسندی میرا شعار ہے۔ اور تعصب اور ہٹ دھرمی سے عار ہے۔ اس رسالہ میں رسالتِ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے اوصیا اور اعدا کا بیان کتب سابقہ سے لکھا جاتا ہے ؎

یا الٰہی از برائے حضرتِ خیر الانام
اس رسالے کو مرے دنیا میں کر مقبول عام

مکاشفۂ یوحنّاؑ حواری حضرت عیسٰیؑ

حضرت یوحنّاؑ حواری حضرت عیسٰیؑ نے ایک رویا دیکھا۔ جسکا ذکر مکاشفاتِ یوحنّاؑ باب ۱۲ میں ہوا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ اُسکا وقوع حضرت آدمؑ سے ساتویں ہزار برس میں ہوگا اور مکاشفاتِ یوحنّاؑ کی تمہید میں درج ہے کہ یہ واقعات ہیں جو عنقریب ضرور ہونیوالے ہیں۔ اور پھر لکھا ہے کہ اس کتاب نبوّت کے پڑھنے والے اور سُننے والے اور جو کچھ اُس میں لکھا ہے اُسپر عمل کرنیوالے مبارک ہیں کیونکہ وقت نزدیک ہے۔ پس بعد حضرت عیسٰے علیہ السّلام کے ایسے واقعات سوائے حضرت پیغمبر آخرالزمانؐ کے کسی کے حال پر ابتک صادق نہیں آئے اور وہ واقعات یہ ہیں (دیکھو مکاشفۂ یوحنّاؑ باب ۱۲)

"اور ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا۔ ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوے اور چاند اُسکے پاؤں کے تلے اور اُسکے سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا۔ اور وہ حاملہ تھی اور درد سے چلاتی اور جننے کو اینٹھتی تھی۔ پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا۔ اور دیکھا ایک بڑا سُرخ اژدہا ہے جسکے سات سر اور دس سینگ اور اُسکے سروں پر سات تاج تھے ظاہر ہوا۔ اور اُسکی دُم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچے اور اُنھیں زمین پر ڈالا۔ اور وہ اژدہا اُس عورت کے آگے جو جننے پر تھی جا کھڑا ہوا۔ تاکہ جب وہ جنے تو اُسکے بچّے کو نگل جاوے۔ اور وہ فرزند نرینہ جنی جو کہ لوہے کا عصا لیکے سب قوموں پر حکومت کریگا۔ اور اُسکا لڑکا خدا کے اور اُسکے تخت کے آگے اُٹھالیا گیا۔ اور وہ عورت بیابان میں جہاں اُسکی جگہ ہے جو خدانے تیار کی تھی بھاگ گئی۔ تاکہ وہاں وے ایک ہزار دو سو ساٹھ دن تک اُسکی پرورش کریں۔

پھر آسمان پر لڑائی ہوئی۔ میکائیل اور اُسکے فرشتے اژدہے سے لڑے۔ اور اژدہا اور اُسکے فرشتے لڑے لیکن غالب نہ ہوئے اور نہ آسمان پر اُنکو پھر جگہ ملی۔ سو بڑا اژدہا نکالا گیا۔ وہی پرانا سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور جو سارے جہان کو دغا دیتا ہے۔ وہ زمین پر گرایا گیا اور اُسکے فرشتے بھی اُسکے ساتھ گرائے گئے۔ پھر میں نے ایک بڑی آواز کو آسمان سے یہ کہتے سُنا کہ اب نجات اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی۔ اور اُسکے مسیح کا اختیار بھی۔ کیونکہ ہمارے

لہ یہ پیشین گوئی معراج حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بھی ہے ۱۲

بھائیوں پر تہمت لگانیوالا جو رات دن ہمارے خدا کے آگے اُنپر تہمت لگاتا تھا گرایا گیا۔ 11 اور
اُنھوں نے برّے کے لہو کے سبب اور اپنی گواہی کی بات کے باعث اُسکو جیت لیا۔ اور اُنھوں
نے اپنی جانوں کو مرنے تک عزیز نہ جانا۔ 12 اسی واسطے تم اے آسمانو اور اُنپر کے رہنے والو خوشی کرو
افسوس اُنپر جو خشکی اور تری کے رہنے والے ہیں۔ اسلئے کہ ابلیس بڑے غصّے سے تم پر اترا۔ کہ وہ
جانتا ہے کہ اُسکے لئے تھوڑی مہلت باقی ہے۔
13 اور جب اُس اژدہے نے دیکھا کہ میں زمین پر گرایا گیا۔ تو اُسنے اُس عورت کو جو فرزند نرینہ جنی تھی
ستایا۔ 14 اور اُس عورت کو بڑے عقاب کے دو پر دئے گئے۔ تاکہ وہ اُس سانپ کے سامنے سے بیابان
کو اپنے مقام تک اُڑ جاوے جہاں ایک زمان اور دو زمان اور نیم زمان تک اُسکی پرورش مقرر کی گئی۔
15 پھر اُس سانپ نے اپنے مُنہ سے پانی ندی کی مانند اُس عورت کے پیچھے بہایا۔ تاکہ ایسا ہووے کہ
اُسے ندی بہالیجاوے۔ 16 پر زمین نے اُس عورت کی مدد کی۔ کہ زمین نے اپنا مُنہ کھولا۔ اور اُس ندی
کو جو اژدہا نے اپنے مُنہ سے بہائی تھی پی لیا۔ 17 اور اژدہا عورت پر غصہ ہوا۔ اور اُسکی باقی اولاد سے
جو خدا کے حکم مانتے اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں۔ لڑنے گیا۔"

اب جاننا چاہئے کہ حضرت یوحنا حواری نے جو ایک عورت کو سورج اوڑھے ہوئے دیکھا کہ چاند اُسکے پاؤں کے تلے اور بارہ ستاروں کا تاج اُسکے سر پر ہے اُس عورت سے بعض اہل اسلام جناب فاطمۂ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا سے مراد لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بارہ ستاروں کا تاج اُنھی معظمہ کے لئے زیبا ہے۔ کیونکہ امام بارہ ہیں منجملہ اُنکے پہلے امام حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب اُنکے شوہر اور باقی گیارہ امام اُنکے فرزند ہیں اور انہی بارہ ستاروں کا تاج اُنکے سر پر ہے اور فرزند نرینہ سے مراد حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام ہیں جنکے مٹانے کی کوشش کی گئی اور وہ ایک مدت مقررہ تک انظار مردم سے پوشیدہ ہوگئے۔ مگر مکاشفہ کے آیندہ فقرے اس تطابق کے ثبوت میں ناکافی ہیں۔

اہل اسلام کا دوسرا گروہ اُس عورت سے نبوت آخری یعنی رسالتِ جناب خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیتا ہے۔ اور میرا بھی یہی یقین ہے۔ مگر باین خیال کہ شاید کوئی یہ کہے کہ یہ مراد غلط لی گئی اس لئے اسکی تائید میں اسی مکاشفات کے آئندہ فقرے پیش کئے جاتے ہیں۔

جس سے اس عورت کا نبوت ہونا ثابت ہوگا۔ اور وہ واقعات یہ ہیں کہ ایک اژدہا جو پُرانا سانپ یعنی ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے وہ اس عورت (یعنی نبوت آخری) پر خفا ہوتا ہے اور اُسکی کارروائیوں کا مانع ہے اور اُسکے مٹانے کی تدبیر یہ کرتا ہے کہ اُسکے پیچھے پانی کی ندی (یعنی کثرۃ الناس یا دشمنوں کا لشکر) بہاتا ہے یعنی کُل دنیا کو اُسکی مخالفت پر آمادہ کرتا ہے مگر خدا اُسکا حامی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے زمین نے اُس عورت کی مدد کی کہ اپنا مُنہ کھولا اور اُس ندی کو جو اژدہے نے اپنے مُنہ سے بہائی تھی پی لیا۔ یہاں نبوت آخری کے ایک بڑے حامی اور مددگار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ غالب کُل غالب علی ابن ابیطالبؑ ہیں، کیونکہ آپکا لقب بوترابؑ ہے جو زمین کے معنی دیتا ہے۔ اور یہی بزرگوار تھے جنکی شمشیر آبدار سے نبوت رسالت مآبؐ نے استحکام پایا۔ غزوات کے موقعوں پر جب بڑے بڑے شجاع اور رسول خدا کے جان نثار اور یار غار صحابی نبی آخر الزمانؐ کو یکہ و تنہا بمقابلہ اعدا معرض ہلاکت میں چھوڑ بھاگتے تھے تو بوترابؑ ہی اُنکی محافظت فرماتے تھے اور دشمنان دین کو کسی طرح جناب ختمی مآبؐ تک پہنچنے کا موقع نہ دیتے تھے۔ اور ہر غزوہ میں بیشمار اعدائے دین و دشمنان حضرت ختم المرسلینؐ اُنکی تلوار کے گھاٹ اُتر کر پیوند خاک ہوتے تھے۔ اگر بوترابؑ ایسے نازک اوقات میں مددگار جناب رسالتمآبؐ نہوتے تو اعدائے دین کے ہاتھوں رسول خدا ضرور قتل ہو جاتے۔ اور اُنکے قتل ہوتے ہی نبوت کا خاتمہ ہوجاتا۔ جب اژدہے نے اُس عورت پر قابو نہ پایا تو اُسکی باقی اولاد سے لڑنے کو گیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ عورت نبوت ہے اور اُسکا پہلا فرزند نبی ہے جب ہی تو شیطان اُسکا مقابلہ کرنیکو تیار ہے۔ بلکہ اُسکی اولاد (تابعین کامل نبوت) جو خدا کے حکم ماننے والے ہیں اور جن میں نبوت کی روح ہے اُنکے بھی مٹانیکی فکر میں ہے۔ پس کسی طرح شک نہیں ہوسکتا کہ یہ عورت نبوت ہے۔

پھر لکھا ہے کہ آسمان پر فرشتوں کی شیطان سے لڑائی ہوئی اور شیطان ایسا زمین پر گرایا گیا کہ پھر آسمان تک نہ جاسکا۔ اسلامی دنیا میں یہ بات زبان زد خلائق ہے کہ قبل از ولادت جناب ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطان آسمان تک جاکر فرشتوں کی باتیں سُنتا تھا اور زمین پر آکر وہی باتیں لوگوں کو تعلیم کردیا تھا۔ اس ذریعہ سے مردم کہانت کیا کرتے تھے اور غیب کی خبریں دوسروں کو پہنچایا کرتے تھے۔ مگر روز ولادت نبی آخر الزمانؐ شیطانِ رجیم کا آسمان پر جانا بند کیا گیا اور طالع

مقرر کئے گئے کہ جس وقت شیطان آسمان کی طرف صعود کرے وہ فرشتے اُسے مار کر گرادیں۔ اسی مطلب کی طرف اِن آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہی پیغمبر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں اور انہی کی نبوت کو خدا کی سلطنت بیان کیا گیا ہے اور انہی کی رسالت کی صفت نجات اور قدرت کے الفاظ سے کی گئی ہے چنانچہ بالکل صاف اور واضح طور پر ایک بڑی آواز کو آسمان سے یہ کہتے سُنا کہ "اب نجات اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی"۔ یہ جو لکھا ہے کہ اُس عورت کا فرزند نرینہ خدا کے حضور اُٹھا لیا گیا۔ اور وہ اژدہا اُسکی باقی اولاد کے درپے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کے اُٹھ جانیکے بعد بھی اژدہا یعنی شیطان اُسکے نائبوں کے ساتھ مخالفت کرتا رہا۔ اور اُسکی شکل بطور تمثیل اس طرح بیان کی ہے کہ میں نے ایک درندہ جانور خواب میں دیکھا مثال کے طور پر (جسکی آیندہ تشریح ہوگی) اور ایک شہر مقدس جسکے بارہ دروازے تھے۔

باوجود اُس عورت کے نبوت ثابت ہو جانے کے اگر کوئی کہے کہ بعد حضرت عیسےٰ علی نبینا وآلہ و علیہ السلام کے کوئی دوسرا نبی نہیں آیا۔ اور حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہ السلام ہی پیغمبر آخر الزمان گزرے ہیں تو حضرت یوحنّا کی پیشین گوئی حضرت عیسےٰ نبی سابق کی شان میں ہرگز منطبق نہیں ہوسکتی۔ اسکے لئے تو نبی آیندہ چاہئے۔ نہ نبی گزشتہ۔ علاوہ اسکے اس قول کو کتب سابقہ رد کر رہی ہیں۔ اور صاف صاف بتا رہی ہیں کہ بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آخر الزمان نبی دوسرا شخص ہوگا۔ چنانچہ (دیکھو کتاب یوحنّا۔ باب ۱۔ آیت ۱۹۔ تا۔ ۲۵) "ایک شخص نے دعوی نبوت کیا۔ جبکہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اُس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔ اور اُسنے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب اُنہوں نے اُس سے پوچھا تو اور کون ہے کیا تو ایلیا ہے؟ اُسنے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اُسنے جواب دیا نہیں۔ تب اُنہوں نے اُس سے کہا تو کون ہے۔ تاکہ ہم اُنہیں جنھوں نے ہمکو بھیجا کوئی جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اُسنے کہا کہ میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا۔ بیابان میں ایک پکارنیوالے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو درست کرو۔ مگر یہ فریسیون کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اور اُنہوں نے اُس سے سوال کیا۔ اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا اور نہ وہ نبی پس کیوں بپتسما دیتا ہے؟"

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ قبل زمانِ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے یہودی تین شخصوں کے منتظر تھے۔ یعنی عیسےٰ۔ ایلیاؑ اور وہ نبی۔ یعنی وہ شخص جسکا نام نہیں لیا گیا بلکہ صرف وہ نبی کہا گیا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ نبی کوئی بہت ہی جلیل الشان پیغمبر ہے جسکا ادب اور لحاظ کے سبب سے نام نہیں لیا جاتا اور وہ نبی کہلاتا ہے۔ اور مشہور بھی اسقدر ہے کہ کسی کے سامنے اُسکا نام لینے کی حاجت ہی نہیں۔ اُسکو صرف وہ نبی کہدینا کفایت کرتا ہے۔ پس وہ ہمارے نبی اشرف الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ اور ایلیاؑ سے مراد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں۔ جو اُنکے نائب ہیں اور ہمارے پہلے امام ہیں۔ اور وہ تینوں شخص دنیا میں آئے۔ مگر عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسےٰ علے نبینا وآلہ وعلیہ السلام نبی آخر الزمان ہیں اور اُنہی کی نبوّت تا قیامِ قیامت قائم ہے۔ اور ہمارا عقیدہ یہ نہیں۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام کے کس کس زمانہ میں کون کون نبی آیا تو اریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد اُنکے اس سے پہلے کہ ایلیاؑ اور وہ نبی آئیں حضرت عیسےٰ آئے ہیں۔ یہ دونوں شخص نہیں آئے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اُنکے بعد آنیوالے ہیں۔ اور ایسا ہی ہوا کہ اُنکے بعد حضرت خاتم الانبیا تشریف لائے۔ جنکا اسم مبارک محمد مصطفےٰ ہے اور وہی ہمارے نبی آخر الزمان ہیں۔ اور ایلیاؑ حضرت علی علیہ السلام کو کہا ہے جو اُنکے خلیفہ اور ہمارے امام ہیں۔

علاوہ بریں اُسی کتاب یعنی کتاب یوحنّا کے باب ۱۶۔ آیت ۵ لغایت ۱۵ میں خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک نبی کو منتظر فرمایا ہے۔ جسکی عبارت یہ ہے کہ "لیکن اب میں اُس پاس جسنے مجھے بھیجا جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ بلکہ اسلئے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا۔ لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلّی دینے والا تم پاس نہ آویگا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آنکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائیگا۔ گناہ سے اسلئے کہ وے مجھپر ایمان نہیں لائے۔ راستی سے اسلئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اسلئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب

وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اسلیئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی۔ جو کچھ وہ سُنیگی سو کہیگی۔ اور تمہیں آیندہ کی خبر دیگی۔ وہ میری بزرگی کریگی۔ اسلیئے کہ وہ میری چیزوں سے پاویگی۔ اور تمہیں دکھلاویگی"

ناظرین نے اس عبارت کو پڑھکر تصور فرمالیا ہوگا کہ اپنی ذات سے بہتر ایک شخص کی تشریف آوری کی خبر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پہنچائی۔ اور سب کو اُسکا محکوم قرار دیا۔ اور منتظر بنایا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جانیکا غم نہ کرو۔ تمہارے لیئے میرا جانا ہی مفید ہے۔ کیونکہ روح حق کا آنا تمہارے پاس میرے جانے پر منحصر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ روح حق جو آئیگی حضرت عیسےٰؑ کی ذات سے اُسکی ذات افضل ہے۔ اور یہ بات اس لیئے ثابت ہوئی کہ اگر وہ آنیوالی روح ان سے افضل نہوتی تو اُنکی قوم کا رنجیدہ اور غمگین ہونا بجا اور درست تھا۔ اچھی چیز کے عوض میں پست درجہ کی چیز حاصل ہونا ضرور باعث تاسف ہوتا ہے۔ اور وعدہ کیا گیا ہے ایسی چیز ملنے کا جس سے اُنکا غم غلط ہو۔ اور غم اُسی وقت غلط ہوگا جب گمشدہ چیز سے بہتر شے ہاتھ لگے ورنہ نہیں۔ اور صفت اس روح حق کی یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ جو جو باتیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بیان کرنی تھیں وہ سب بیان نہیں کی گئیں کیونکہ انکے زمانہ میں اُنکا ظاہر کرنا مناسب نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا دین مکمّل نہوا۔ اور اُسکا مکمّل ہونا دوسرے وقت پر موقوف رہا۔ اور نبی کے دین کو نبی ہی مکمّل کرسکتا ہے۔ پس ضرور ہوکہ وہ روح حق نبوّت ہے۔ جو بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قائم ہونیوالی ہے۔ اور وہ نبوّت دین کو مکمّل کردیگی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بعد اُس نبوّت کے دوسری نبوت دنیا میں نہوگی۔ یہ بھی حوالہ دیا گیا ہے کہ جب روح حق (نبوت آخری) آویگی تو سچائی کی ساری باتیں سکھا دیگی۔ پس جب دین کامل ہوگیا تو لازمی بات ہے کہ سچائی کی ساری باتیں بھی سُنا دی گئیں۔ ایسی صورت میں نبوّت کی ضرورت باقی نرہی۔ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ روح حق اپنی نہ کہیگی۔ بلکہ جو سُنیگی سو کہیگی۔ اس سے مراد وحی ہے۔ جو بغیر نبی کے دوسرے پر نازل نہیں ہوتی۔ اور نبی کی صفت یہی ہے کہ اپنی طبیعت سے کوئی حکم نہ دے۔ جو کچھ خدا کا حکم ہو وہی اُسکے بندوں کو پہنچائے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ کہ وہ روح حق نبوت آخری ہے۔ اور یہ وہ نبوّت ہے جسکے زمانہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی

بزرگی کی گئی یعنی اُنکے مراتب بیان کئے گئے۔ اور اُنپر سے وہ الزام جو لوگوں نے لگائے گئے اور وہی لوگ تھے جنکی نسبت حضرت عیسےٰ نے فرمایا کہ وہ تسلّی دینے والا شخص مجھپر ایمان نہ لانیوالوں کو تقصیروار ٹھہرائیگا اور عادل اور جہان کا سردار ہوگا۔ یہ سب پیشین گوئیاں حضرت رسول مقبول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صادق آتی ہیں۔ لہذا وہی جناب نبی آخرالزماں ہیں۔

علاوہ بریں رسولوں کے اعمال (یا) کتاب اعمال کے باب ۳ میں آیت ۱۹ سے آیت ۲۶ تک یہ عبارت مسطور ہے کہ۔ "پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جسکی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے لئے رہے اُسوقت تک کہ سب چیزیں جنکا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا۔ اپنی حالت پر آویں۔ کیونکہ موسےٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھاویگا۔ اور جو کچھ وہ تمہیں کہے اُسکی سب سُنو۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اُس نبی کی نہ سُنے وہ قوم سے نیست کیا جائیگا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموئیل سے لیکے پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی ہے۔ تم نبیوں کی اولاد اور اُس عہد کے ہو جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے۔ جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاوینگے تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اُٹھا کے پہلے بھیجا کہ تم میں سے ہر ایک کو اُسکی بدیوں سے پھیر کے برکت دے۔"

اسکے پڑھنے سے ناظرین پر اچھی طرح واضح ولائح ہو گیا ہو گا کہ بعد حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے ایک دوسرا نبی آنیوالا ہے جسکا زمانہ نبوّت تازگی بخش ہے۔ اور اُسی کا زمانہ ہوگا جب حضرت عیسےٰ علیہ السّلام پھر دنیا میں تشریف لائینگے جنھیں آسمان لئے ہوئے ہے۔ اور وہ مانند حضرت موسےٰ کے ہوگا۔ یہ مماثلتِ موسوی بھی ہمارے نبی آخرالزمان ہی کی حدیثِ منزلت میں اپنی ہی شان میں فرمائی ہے نہ اور کسی نے لہذا نبوت حضرت رسالت مآبؐ اس فقرہ سے بھی ثابت ہوئی۔ اس سے یہ معنی نہ لینے چاہئیں کہ وہ نبی حضرت موسےٰ کے رتبہ اور مرتبہ پر فائز ہوگا۔

بلکہ مراد یہ ہے کہ جو نسبت میرے اور ہارون کے درمیان ہے وہی نسبت اُسکے اور اُسکے جانشین کے درمیان ہو گی۔ چنانچہ وہی نسبت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام میں موجود ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ وہ نبی ہمارے رسول مکرم ہیں۔ جنکے قول کو سُننے اور حکم کے ماننے کی حضرت موسٰے نے تاکید فرمائی ہے۔ اور وہ ایسے نبی ہیں کہ تمام انبیاے سلف اُنکے زمانۂ نبوت کی خبر دیتے رہے ہیں۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ ابراہیمؑ کی اولاد سے سارے گھرانے دنیا کے برکت پاوینگے اس سے ثابت ہوا کہ وہ نبی آخر الزمان کافۃ الناس پر مبعوث ہوگا۔ اور سارے گھرانے دنیا کے یعنی کافۃ الناس۔ زن و مرد۔ دنیا بھر میں اُسکی ہدایت سے فیضیاب ہونگے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ نبی اولاد ابراہیم علیہ السلام سے ہوگا۔ کیونکہ اصطلاح میں برکت سے مراد نبوت لی جاتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ حضرات نصارےٰ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبی آخر الزمان جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ نسل ابراہیم علیہ السلام سے تھیں۔ اور حضرت عیسےٰؑ اُنکے بطن سے پیدا ہوے۔ ہمنے اس دعوے کو قبول کیا۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نسل حضرت ابراہیمؑ سے ہونا اور نبوت پر فائز ہونا بھی مسلم ہے لیکن آخر میں مسطور ہے کہ تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اُٹھا کے پہلے بھیجا۔ اس لفظ پہلے سے معلوم ہوا کہ انکے بعد بھی کوئی نبی آنیوالا ہے۔ جس سے پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھیجے گئے۔ ورنہ لفظ "پہلے بھیجنا" بالکل بے ثمر اور لاحاصل ٹھہریگا۔ سواے اسکے حضرت مریم والدۂ محترمۂ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نسل حضرت اسحاقؑ سے تھیں نہ کہ اولاد اسمٰعیلؑ سے۔ اور وعدہ اولاد اسمٰعیلؑ سے نبی بھیجنے کا ہوا ہے جو فاران سے پیدا ہوگا۔ اور فاران مکہ ہے۔ اور بارہ سردار بھی علاوہ اس نبی کے اولاد اسمٰعیلؑ سے پیدا ہونگے۔ جو قوموں کے سردار ہونگے۔ یہ صفتیں حضرت عیسےٰؑ میں نہیں پائی جاتیں نہ وہ اولاد اسمٰعیل سے ہیں اور نہ اسحاقؑ کی اولاد میں بارہ سردار قوموں کے ہوئے۔ نہ حضرت عیسےٰؑ فاران میں پیدا ہوے بلکہ ہمارے رسول آخر الزمانؐ اولاد اسمٰعیلؑ سے ہیں جو فاران میں پیدا ہوے اور اُنکے بارہ نائب اولاد اسمٰعیل سے بارہ سردار ہیں جیساکہ کتاب پیدائش کے باب ۱۷ میں جہاں خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آیندہ حالات پر آگاہ فرمایا ہے مسطور ہے کہ خداوند تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔ (دیکھو آیت ۲۰ لغایت ۲۲) "اور اسمٰعیل کے حق میں تیری سُنی

دیکھو میں اُسے برکت دونگا۔ اور اُسے برومند کرونگا اور اُسے بہت بڑھاؤنگا۔ اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور میں اُسے بڑی قوم بناؤنگا۔ لیکن میں اسحاق سے جسکو سترہ دوسرے سال اسی وقت جنے گی اپنا عہد قائم کرونگا۔"

اس پیشنگوئی سے یہ ثابت ہوا کہ یہ واقعہ بعد حضرت اسمٰعیلؑ کے ہوگا۔ اور تواریخ سے ثابت ہے کہ زمانہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک یہ واقعات وقوع میں نہیں آئے تھے۔ اور مکاشفہ یوحنا میں یوحنا نے بارہ ستاروں کا تاج سر پر رکھے اور سورج کو اوڑھے ہوئے ایک عورت کو دیکھا ہے۔ جو اوپر بیان ہوا۔ اور وہ بھی پیشنگوئی ہے۔ یعنی جلد ضرور ایسا ہونیوالا ہے۔ مگر ابھی ہوا نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خدا نے اسمٰعیلؑ کو برومند کیا۔ یعنی اُنکی نسل میں نبی پیدا ہوا۔ اور بڑھایا۔ اور بارہ سردار اُنکی اولاد میں پیدا ہوئے۔ اور وہ نبی حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور بارہ سردار اُنکے جانشین اور اوصیا بارہ امام ہیں۔ جن میں سے پہلے حضرت علی مرتضےٰ اور بارھویں سردار حضرت امام مہدی آخرالزمان خاتم الاوصیا ہیں۔ یہ سب اولاد اسمٰعیلؑ سے ہیں۔ سوائے ان حضرات کے بارہ کی گنتی اولاد اسمٰعیلؑ میں کسی دوسرے گروہ پر ثابت نہیں ہوتی۔ اور صادق نہیں آتی۔ اور اسحاق سے خدا کا عہد قائم کرنا مراد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت سے ہے جو زمانہ نبوت وامامت اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے پہلے گزری۔

پھر کتاب پیدائش کے باب ۲۱۔ آیت ۱۲ سے اسمٰعیل علیہ السلام کا فاران میں رہنا ثابت ہے۔ (دیکھو آیت ۱۴ لغایت ۲۱) "تب ابرہام نے صبح سویرے اُٹھکر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی۔ اور ہاجرہ کو اُسکے کاندھے پر دھر کردی۔ اور اُس لڑکے کو بھی اور اُسے رخصت کیا۔ وہ روانہ ہوئی اور بیرسبع کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ اور جب مشک کا پانی چک گیا تب اُسنے اُس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈالدیا۔ اور آپ اُسکے سامنے ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی۔ کیونکہ اُسنے کہا کہ میں لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں۔ سو وہ سامنے بیٹھی اور چلا چلا کے روئی۔ تب خدا نے اُس لڑکے کی آواز سُنی۔ اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا۔ اور اُس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھکو کیا ہوا۔ مت ڈر کہ اُس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سُنی۔ اُٹھ اور

لڑکے کو اُٹھا اور اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کہ میں اُسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ پھر خدا نے اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُسنے پانی کا ایک کنواں دیکھا۔ اور جاکر اُس مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا۔ اور تیر انداز ہوگیا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ اور اُسکی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اُس سے بیاہنے کو لی"۔

یہ تمام معاملہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اسمٰعیلؑ فاران میں رہے۔ اور ایک مصری عورت کو اپنے عقد میں لائے۔ اور حضرت موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے ایک نبی اُنکے بھائیوں میں سے میری مانند پیدا ہوگا۔ (دیکھو کتاب استثنار باب ۱۸۔ آیت ۱۵ لغایت ۱۹) "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا۔ تم اُسکی طرف کان دھریو۔ اس سب کی مانند جو تونے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سُنوں۔ اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں۔ تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ اُنہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں اُنکے لئے اُنکے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُنسے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہیگا۔ نہ سُنیگا تو میں اُسکا حساب اُس سے لونگا"۔

(پھر دیکھو کتاب استثنار باب ۳۳۔ آیت ۱۔ لغایت ۳) "اور یہ وہ برکت ہے جو موسےٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُسنے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُنپر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُسکے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُنکے لئے تھی۔ ہاں وہ اُس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے اُسکے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اور وے تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں۔ اور تیری باتوں کو مانینگے"۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ان دونوں پیشنگوئیوں سے ایک نبی کا آنا ظاہر ہے۔ پہلی پیشین گوئی

یہ بتا رہی ہے کہ وہ نبی بنی اسرائیل کے لئے اُنکے بھائیوں سے ہوگا۔ اور جو حضرت موسٰے کی مانند ہوگا۔ یعنی جس طرح حضرت موسٰے کے وزیر ہارونؑ تھے اسی طرح حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وزیر حضرت علی علیہ السلام تھے۔ چنانچہ جناب ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے یہی مشابہت بیان فرمائی ہے۔ دوسری مشابہت یہ ہے کہ جناب موسٰے علیہ السلام کی شریعت میں جہاد بالسیف تھا اور یہ بھی صاحب شریعت اور صاحب السیف پیغمبر ہوے۔ تیسری مشابہت یہ ہے کہ جسطرح حضرت موسٰے علیہ السلام کی زوجہ صفورا حضرت موسٰے علیہ السلام کے بعد انکے وصی حضرت یوشعؑ سے لڑیں اُسی طرح حضرت خاتم النبیینؐ کی زوجہ حضرت عائشہ نے حضرت امیر المؤمنین علی مرتضٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ وجدل کی۔ لہذا حضرت موسٰے علیہ السلام نے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مانند بیان فرمایا۔ دوسری پیشینگوئی میں حضرت موسٰے نے ایک نبی کے فاران سے نمودار ہونیکی خبر دی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جو نبی بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے پیدا ہوگا اُسکا مقام بھی بتا دیا۔ اور مقام وہ ہے جہاں بنی اسمٰعیل رہتے ہیں۔ یعنی فاران جسکا دوسرا نام مکّہ ہے۔ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اولاد اسمٰعیلؑ سے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہی وہ نبی ہیں جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوئے اور مکّہ سے اُٹھے۔ اور کتاب یسعیاہ پیغمبر میں ایک ایسے نبی کے اوصاف بیان ہوے ہیں جو قیدار کی نسل سے ہوگا۔ (دیکھو باب ۴۲۔ آیت ۱۔ لغایت ۴) دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اُسپر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا۔ وہ نہ چلائیگا۔ اور اپنی صدا بلند نہ کریگا۔ اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سُناویگا۔ وہ مسلے ہوے سینٹھے کو نہ توڑیگا۔ اور دھکتی ہوئی بتّی کو نہ بجھائیگا۔ وہ عدالت کو جاری کرائیگا کہ دائم رہے۔ اُسکا زوال نہوگا۔ اور نہ مسلا جائیگا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ اور بحری ممالک اُسکی راہ تکیں۔

(پھر دیکھو آیت ۱۰ لغایت ۱۲) "خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ (یعنی نئے طریق سے عبادت کرو) اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو اور تم جو اُس میں بستے ہو۔ بحری ممالک اور اُنکے باشندو تم زمین پر سرتاسر اُسکی ستائش کرو۔ بیابان اور اُسکی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی

آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے وے خداوند کا جلال ظاہر کرینگے۔ اور بحری ممالک میں اُسکی ثنا خوانی کرینگے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائیگا۔ وہ چلائیگا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائیگا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کریگا۔ میں بہت مدت سے چپ رہا۔ جب میں ہو رہا۔ اور آپکو روکتا گیا۔ پر اب میں اُس عورت کی طرح جسے درد زہ ہو چلاؤنگا۔ اور ہانپونگا۔ اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی بھرونگا۔"

یہ اوصاف جو یسعیاہ پیغمبر کی کتاب میں درج ہیں۔ سوائے ذات والا صفات سرور کائنات حضرت ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کسی نبی پر صادق نہیں آتے۔ اوّل یہ کہ یہ نبی اولادِ قیدار سے ہے۔ اور قیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے فرزند تھے۔ اور انکے رہنے کا مکان فاران ہے۔ اسی سلسلہ میں نبی کے آنیکی خبریں برابر پہنچی ہیں۔ جو اوپر ذکر کیا گیا۔ اور یہی خاندان بنی اسرائیل کے بھائیوں کا ہے۔ جس سے نبی جسکی نبوت ابدالآباد قائم رہیگی نکلیگا۔ اور وہ صاحب سیف ہوگا۔ اور جنگی مرد اُسکی صفت بیان ہوئی ہے۔ اور وہ جنگ کے لئے بلائیگا۔ یہ ایسی صفتیں ہیں جو سوائے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے نبی پر صادق نہیں آتیں۔ اگر کہا جائے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی کفّار سے جہاد کیا۔ اور مرد میدان اور صاحب سیف ہوئے۔ ہم اسکے منکر نہیں۔ مگر اتنا ضرور کہینگے کہ وہ نسلِ قیدار یا نسل اسمٰعیل سے کب تھے۔ اور فاران سے کب اُٹھے تھے۔ پس ثابت ہو گیا کہ وہ نبی جنکی بابت یہ تمام پیشین گوئیاں ہوئی ہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

علاوہ گزشتہ پیشین گوئیوں کے کتاب دانیال پیغمبرؑ باب ۱۱۔ آیت ۳ لغایت ۴ کو ملاحظہ کیجیے۔ لکھا ہے کہ "لیکن ایک زبردست بادشاہ برپا ہوگا۔ اور بڑے تسلّط سے سلطنت کریگا۔ اور جو چاہیگا سو کریگا۔ اور جب وہ برپا ہوگا تو اُسکی سلطنت ٹوٹیگی۔ اور آسمان کی چاروں ہواؤں کی اطراف پر تقسیم ہو جائیگی۔ پھر اُسکی نسل کو نہ پہنچیگی۔ اور نہ اُسکے تسلّط کے موافق ہوگی۔ کیونکہ اُسکی بادشاہت جڑ سے اُکھڑ جائیگی۔ اور وہ اُنکے لئے جو اُنکے سوا ہیں ہوگی۔"

یہ پیشین گوئی بھی بالکل صاف ہے۔ اور تاویلات کی محتاج نہیں۔ اِنسے زیادہ دین و دنیا کا زبردست بادشاہ کون ہوا ہے۔ اور ایسی زبردست سلطنت بڑے تسلط کے ساتھ جیسے ہمارے پیغمبر آخرالزمان نے کی کسکو نصیب ہوئی۔ تمام دنیا مخالف تھی مگر جو چاہا یا یوں کہو کہ جو کچھ حکم خدا آیا سو کیا۔ جب تک زندہ رہے کسی کو اُنکی سلطنت میں رخنہ اندازی کی جرأت نہوئی حالانکہ بہت سے شریر اسلام ظاہری کی آڑ میں مارِ آستین بنے ہوئے اپنے داؤں اور نیش زنی کر منتظر ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ چنانچہ ؎

ہست ظاہر کرد چون سید وفات ⁂ شد ہماں دم آشکار آں خبث ذات

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطنت اور حکومت جسکے مستحق اُنکے اہلبیتؑ تھے غیروں میں منتقل ہوگئی اور اُنہوں نے تمام قواعد جو نبیؐ نے قائم کیے تھے تسلط سلطنت کے لئے بدل ڈالے۔ اور احکام شریعت کو تبدیل و تغیر کر دیا۔ اور آج تک اس زبردست بادشاہ کی نسل اپنے حق سے محروم ہے۔ اور اب تک اُس سلطنت کا نشان اغیار کے پاس اور اُسکا ملک دشمنوں کے ہاتھ میں چلا آتا ہے۔

پس یہ تمام پیشین گوئیاں رسالت جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آئیں اور اب کوئی شک اور شبہہ باقی نہیں رہا اور یقین کامل ہو گیا کہ بعد جناب عیسے علے نبینا وعلیہ السلام کے پیغمبر آخرالزمان حضرت رسول خدا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنکا سراپا حضرت سلیمانؑ پیغمبر نے اپنی کتاب غزل الغزلات میں بیان فرمایا ہے اور خاتمہ پر اسم مبارک بھی ظاہر کر دیا ہے تاکہ کسی کو شبہہ نہ رہجائے کہ یہ سراپا کسکا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"مَرْءِ هُو كَالْلُبَانُوْن (یعنی اُسکا قد سرو سا ہے) بَاحُوْر كَارَازِيْم (اور چہرہ چودھویں کے چاند جیسا ہے) حِكُّو مُمْتَقِيْم (گلا نہایت شیریں ہے) وَكُلُّو مُحَمَّدِيْم (اور وہ بعینہٖ محمدؐ ہیں)"

کتاب غزل الغزلات کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنیوالوں نے چونکہ اس موقع پر اسم مبارک جناب رسالت مآب (محمدؐ) کا بھی عبارت کے سلسلہ میں ترجمہ کر دیا ہے اسلئے ترجمے پڑھنے والوں کو پتہ نہیں ملتا مگر عبرانی زبان کی کتاب میں اسی طرح موجود ہے جس طرح

مسطورۂ بالا سطور میں عرض کیا گیا۔ اس سراپا میں جناب سلیمان نے حضرت رسول خدا کو محمدیم فرمایا ہے نہ صرف محمدؐ۔ کیونکہ عبرانی میں جب کسی بزرگ کا نام لیا جاتا ہے تو اُسکے آخر میں "یا" اور "یم" تعظیمی زیادہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابراہام سے ابراہیم اور بعل سے بعلیم۔

جس طرح صحف انبیا علیہم السلام میں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنیما بشارتیں درج ہیں۔ اُسی طرح اہل ہنود کی متبرک کتابیں بھی آنحضرتؐ کی بشارتوں اور تعریفوں سے بھری ہوئی ہیں۔ منجملہ اُنکے **پوتھی راماسنگ رام** کی بارھویں اسکند اور چھٹی کانڈی میں مہاراج بیاس جی لکھتے ہیں (یہ پوتھی اٹھارہ پرانوں میں داخل ہے۔ اور گوسائیں تلسی داس نے اسکا ترجمہ بھاکا زبان میں کیا ہے جو پوتھی کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے)

(چوپائی[1] ۱) (بھسنڈجی گرڈجی سے فرماتے ہیں) اب میں کسی کی طرفداری نہ کرونگا۔ جو کچھ وید اور پران میں لکھا ہے اور بزرگوں کا دین وایمان ہے وہ کہونگا۔

(چوپائی ۲) اب سے دس ہزار برس تک ولایت عام میں رہیگی۔ اُسکے بعد یہ مرتبہ کوئی نہیں پاسکتا ہے۔ (غالباً جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس ہزار برس قبل بیاس جی نے یہ پیشین گوئی کی ہے۔ اور یہ بات تواریخ سے ثابت ہے کہ بیاس جی قوم جن سے تھے اور جو زمانہ اُنہوں نے پایا تھا وہ قبل حضرت آدم علیہ السلام تھا)

(چوپائی ۳) عرب کی سرزمین میں جمعہ کی ستارے کی طرف اچھی ہے اور اُس ستارہ کا مقام مغربی ملک ہے جو بہت ہی عمدہ اور شان دار ہے۔ سُنو اے کھگ رائے۔ (کھگ کوّے کو کہتے ہیں اور رائے بمعنی سردار ہے۔ یعنی کوّوں کا سردار۔ اور گرڈجی کی صورت جنسے بھسنڈجی مخاطب ہیں کوّے کی سی تھی)

(چوپائی ۴) وہاں اَن ہونی باتیں (یعنی معجزے) ظاہر ہونگی اور وہاں اللہ کا دلی قائم کیا جائیگا۔

(چوپائی ۵) بکرمی سمت سے ساتویں صدی میں وہ اسطرح پیدا ہوگا جسطرح اندھیری رات میں چار چاند طلوع کریں۔

(چوپائی ۶) وہ بادشاہی قاعدہ سے ڈرائیگا اور محبت اور خلق دکھائیگا۔ اور اپنا دین سب کو

[1] چوپائی رباعی کو کہتے ہیں اور شعر کو دوہا۔ مگر چونکہ رسالہ بشارت احمدی میں ہر جگہ دوہے کو چوپائی لکھا ہے لہذا ہمنے بھی اُسی طرح نقل کیا۔ ۱۲

سمجھائیگا۔

(چوپائی ۷) چار ہوشیار اور سچّے خدا کے ولی اُسکے خدمتگزار ہونگے جنسے اُسکی نسل بہت پھیلیگی۔ (سیوک بمعنی خدمتگزار اصل چوپائی میں آیا ہے) صاحب کتاب بشارت احمدی اس لفظ سیوک سے رسولؐ خدا کے چار خلیفہ مراد لیتے ہیں اور دوسرا لفظ اسی چوپائی میں بَنس بمعنی نسل واقع ہوا ہے۔ اسکے معنی وہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ "بنس یعنی نسل یعنی سلسلہ دین کا"۔ اس تشریح سے یہ نتیجہ پیدا کیا ہے کہ رسولؐ خدا کے چار خلیفہ ہونگے اور وہی دین اسلام کو دنیا میں پھیلائینگے۔ اس معاملہ میں جناب عبدالعزیز صاحب نے یا تو دیدہ و دانستہ اپنے مریدوں کو بھکایا ہے یا چاریار کی یاد اور محبت اُنکے دل میں اس درجہ جگہ پکڑ گئی ہے کہ دین و دنیا میں سوائے اُن چار کے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ ورنہ چوپائی کے الفاظ نہایت واضح اور مضمون بالکل صاف ہے۔ لکھا ہے کہ چار قابل شخص جو خدا کے سچّے ولی ہیں اُسکی سیوا یعنی خدمت کرینگے اور انہی چار سے اُسکی نسل پھیلیگی۔ اگر مولوی صاحب سیدھے سیدھے اور سچّے سچّے یہی معنی بیان فرمادیتے تو خدا جانے کیا بگڑ جاتا کہ رسولؐ کے خدمتگزار چار بزرگوار حضرت علی مرتضےٰ حضرت فاطمہ زہرا۔ حضرت حسن مجتبےٰ اور حضرت امام حسین سید الشہدا علیہم السّلام تھے۔ اور نسل رسول خداؐ انہی چاروں سے پھیلی۔ اور ایسی پھیلی کہ تمام دنیا میں کوئی شہر۔ کوئی قصبہ بلکہ کوئی قریہ تک ایسا نہیں پایا جاتا جہاں سادات کا قدم نہ پہنچا ہو۔ اور یہ سب سادات نسل رسولؐ سے ہیں۔ اور انہی چاروں رسول خداؐ کے خدمتگزار اور خدا کے سچّے ولیوں کی اولاد ہیں۔ اصل چوپائی بھی اس موقع پر ضروری سمجھکر ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

"چتر سندر مت چارے * تِن کر بنس ہوئے بہو بھارے"

(چوپائی ۸) سمندر کا جیسا پھیلاؤ ہے اُسکا جلال ویسا ہی بے انتہا ہوگا اور اُسکا دین اُسی طرح گرما گرمی سے پھیلیگا جس طرح آدمی ایک طرف آگ لگے اور سب طرف جلنے لگے۔

(چوپائی ۹) اُسکا دین جاری رہنے تک جو کوئی خدا تک پہنچنا چاہے تو بے وسیلے حضرت محمدؐ کے نہ پہنچیگا۔ (اس مضمون کی چوپائی یہ ہے۔ "تب لگ سندر م چہے کوے * بنا محمدؐ پار نہ ہوے")۔

(چوپائی ۱۰) عابد لوگ اور بڑے بھیک مانگنے والے اُس نام کا وظیفہ کرنے سے مرتبے والے ہوجائینگے۔

(چوپائی ۱۱) اے بڑے مال والے۔ جھوٹی عبادت چھوڑکر جو اُسے قبول کرینگے اُنکی سب فکریں دور ہوجائینگی۔

(سورٹھا ۱۲) وہ چراغ کی مانند روشن ہوکر دوسرونکو روشن کرنیوالا ہے۔ اُسکی چنگاری پتھر کی آگ کی طرح نہیں جس سے ایک چنگاری نکلے اور سوختہ میں لگے یا نہ لگے۔

(دوہا ۱۳) معرفت خدا جسمیں ارادہ الٰہی اور علم الٰہی اور وجود ذات شامل ہیں۔ اور مقام ارواح۔ اور خلقت انسان اور خلقت ملائکہ۔ اُس کے دین میں یہ چار منزلیں ہونگی۔

(دوہا ۱۴) پندرہ سو برس تک لوگ بے انتہا خوشی اور یقین دل کے ساتھ اُسکے نام کا وظیفہ کرینگے۔

(چوپائی ۱۵) خدا کی محبت میں رٹ کر اُسکے لوگ نجات پائینگے۔ وید یہی کہتا ہے۔

(چوپائی ۱۶) پھر ایک مرد کامل ظاہر ہوگا۔ جسکو سب مہدیؑ کہینگے۔ (اس مضمون کی چوپائی یہ ہے ؎ تب ہوئے نہک لنک اُتارا۔ مہدی کہیں شکل سنسارا)

(چوپائی ۱۷) اُسکے بعد پھر ولایت نہوگی۔ تُلسی داس جی سچ سچ کہتے ہیں۔

یہ تمام پیشین گوئی اوّل سے آخر تک بالکل صاف لفظوں میں ہمارے ہی پیغمبر آخرالزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے جو ہرگز کسی دوسرے پر صادق نہیں آسکتی اور نہ کسی ہندو کو اسکے ماننے میں کلام ہوسکتا ہے۔ اور نہ گنجائش تاویل۔ اب رہا یہ امر کہ اہل ہنود باوجود ایسی واضح اور صاف بشارت کے جو اُنہی کی کتاب میں موجود ہے مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے اسکے اسباب مہیا ہیں۔ جن میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اہل ہنود وید اور پران سے عام طور پر ناواقف ہیں اور ان کتابوں کا علم صرف پنڈتوں تک محدود ہے جو کسی پر ایسے امور کو بہت سی ذاتی منفعتوں میں نقصان آجانے کے لحاظ سے ظاہر نہیں ہونے دیتے اور اپنی پوری قوت سے اسے دبائے اور چھپائے بیٹھے ہیں۔

علاوہ پیشین گوئی مذکورہ بالا کے اہل ہنود کی کتابوں میں دس اوتاروں کا بیان ہوا ہے

منجملہ اُنکے نو اوتار گزر گئے اور دسویں اوتار کا اہل ہنود کو منتظر بنایا گیا ہے اور اُس اوتار کو کلکی اوتار کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور جو پتے اور علامات اس کلکی اوتار کی اگلی کتابوں میں درج ہیں وہ سب ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات اور واقعات سے بالکل مطابق ہیں۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ کلکی اوتار جو سب سے آخری اوتار ہیں وہ جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

کلکی پُران جو اہل ہنود کے یہاں نہایت معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے اُس میں لکھا ہے کہ کلکی اوتار اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں سے کلک (زنگ و تاریکی) کو جو اُنکے زمانہ میں زمانہ بھر پر چھا رہا ہوگا دور کرینگے۔ اور وہ خود تمام کمالوں میں پورے ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی جب دنیا میں ہر طرف کفر و شرک کا اندھیرا چھا گیا جیسا تواریخ سے ثابت ہے تو آپ پیدا ہوئے۔ لہذا یہ پیشینگوئی آنحضرتؐ پر صادق آئی۔

یہ بھی لکھا ہے کہ کلکی اوتار کی قوم کے لوگ خدا کی عبادت کرنیوالے ہونگے۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ انکی قوم بیشتر خدا ہی کی عبادت کرتی تھی۔ اور انہی حضرتؐ کا خاندان بیت اللہ پر قابض تھا انہی کی قوم کے لوگ خانۂ خدا کے خادم اور مجاور تھے۔ اگرچہ بعض اشخاص مشرکین کی صحبت اور میل جول سے بت پرستی بھی کرنے لگے تھے تاہم بیشتر لوگ موحد ہی تھے۔ جو خدا تعالےٰ کو واحد سمجھتے تھے اور اُسی کی عبادت کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبا و اجداد میں سے کبھی کسی نے بت پرستی نہیں کی اور سب کے سب خدا پرست ہوئے۔

آنحضرتؐ کے والد بزرگوار کا نام وشنو یس لکھا ہے۔ یہ نام وشنو اور یس دو لفظوں سے مرکب ہے۔ وشنو خدا کو کہتے ہیں اور یس کے معنی ہیں غلام۔ جسکا ترجمہ خدا غلام ہوا۔ اور یہی عبداللہ کے معنی ہیں اور عبداللہ حضرت رسول خداؐ کے والد بزرگوار کا اسم شریف ہے۔ اور اُنکی والدہ معظمہ کا نام آمنہ ہے۔ اور کلکی اوتار کی والدہ کا نام سومتی لکھا ہے جسکے معنی معتمدہ ہیں۔ اور آمنہ کے معنی امان والی۔ اور معتمدہ وہی ہو سکتی ہے جسپر بھروسہ کیا جائے۔ اور بھروسہ اُسی پر کیا جا سکتا ہے جو امن و امان دینے والا ہو۔ پس سومتی اور آمنہ سے مراد ایک ہی ہے۔ اور یہ پیشینگوئی اسکی والدین جناب ختمی مآبؐ کی بھی اُنہی حضرتؐ پر پوری ہوئی۔

پھر لکھا ہے کہ کلکی اوتار کے تین بھائی ہونگے۔ ایک کا نام کوی۔ دوسرے کا سمنت اور تیسرے بھائی کا نام پراک ہوگا۔ کوی کے معنی ہیں عقل والا اور یہی ترجمہ عقیل کا ہے۔ سمنت کے معنی صاحب علم۔ یہ جعفر کا ترجمہ ہے۔ پراک مرتبۂ اعلیٰ رکھنے والا۔ یا بلند مرتبہ والا۔ اور یہی علیؑ کے معنی ہوئے۔ اور عقیلؓ۔ جعفرؓ اور علیؑ تینوں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے چچازاد بھائی تھے۔ جو حضرت ابوطالب برادرِ حضرت عبداللہ والدِ سیدالمرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابوطالب نے جناب رسالت مآبؐ کو محبت وشفقت پرورش کیا تھا اور محاورۂ عرب میں چچا کو باپ کہتے ہیں۔ اور چچا کے بیٹے ہمارے ملک میں بھی بھائی کہلاتے ہیں۔

کلکی اوتار کی پیدائش کا مقام شنبھل نگری بیان کیا گیا ہے۔ اور شنبھل نگری عرب کی بستی یا شہر کو کہتے ہیں شنبھل دیپ عرب کے ملک کو۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شنبھل ایک قسم کی روئی ہے جو بڑے بڑے درختوں سے پیدا ہوتی ہے اور اسکے درخت ملک عرب میں بکثرت ہیں۔ اسی بنا پر عرب کے ملک کا نام شنبھل دیپ کہا گیا اور اُسکی آبادی شنبھل نگری کہلائی شنبھل کے دوسرے معنی دریا کا کنارہ ہیں۔ اور مکہ معظمہ جس میں جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے دریا کے کنارے پر واقع ہے۔ اس بنا پر بھی شنبھل نگری مکہ معظمہ کو کہنا درست ہوسکتا ہے۔

زمانۂ حال کے ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کلکی اوتار شہر سنبھل ضلع مرادآباد علاقہ کٹھیر میں پیدا ہونگے۔ یہ خیال اسلیئے صحیح نہیں ہوسکتا کہ شہر سنبھل ضلع مرادآباد چھوٹے سین سے ہے اور پیشنگوئی میں شنبھل نگری بڑے شین سے لکھا ہے۔ علاوہ بریں شنبھل نگری کے معنی روئی والا شہر ہیں چنانچہ مکہ میں یہ صفت موجود ہے اور سنبھل ضلع مرادآباد میں اس قسم کی روئی کا نام تک نہیں۔ بلکہ شہر سنبھل کی چاروں طرفوں میں سیکڑوں کوس تک اس قسم کی روئی کے درخت کا پتہ نہیں ملتا۔

کلکی اوتار کا ایک پتہ یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ غار میں خدا کی عبادت کرینگے۔ یہ پتہ بھی جناب رسول خدا میں خوب ظاہر ہے۔ چنانچہ تواریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ مکہ کے حرا نامی پہاڑ کے ایک غار

میں مُدّت تک عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ اور اُسی غار میں مرتبۂ رسالت پر منجانب اللہ فائز ہوئے۔

کلکی پُران میں ہے کہ کلکی اوتار پہاڑ کے غار میں پرش رام سے تعلیم پائینگے۔ یہ پتہ بھی ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی کا ہے۔ پرش روح کو کہتے ہیں اور رام خدا کا نام ہے۔ پس پرش رام کے معنی "خدا کی روح" ہوئے۔ اور یہی روح القدس سے مطلب حاصل ہوتا ہے۔ اور روح القدس حضرت جبرئیل امینؑ کا لقب ہے۔ اور حضرت جبرئیلؑ ہی وحی کے فرشتے ہیں جو پہلے پہل غارِ حرا میں رسول خداؐ پر وحی لیکر نازل ہوئے اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خدا کا کلام سنایا۔

کلکی اوتار کا یہ پتہ بھی لکھا ہے کہ سنگل دیپ کے راجہ کی بیٹی اپنے وکیل کی معرفت اُنکو قبول کریگی۔ یہ پیشینگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جو مکّہ کے ایک بڑے رئیس کی بیٹی تھیں اُنہوں نے جناب رسول خداؐ کو اپنے ساتھ نکاح کرنیکے لئے پیغام بھجوایا۔ اور آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔

یہ پتہ بھی مسطور ہے کہ اپنے وطن سے اُتر کی طرف کے پہاڑوں میں ہجرت کرینگے۔ اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکّہ معظمہ سے جو اُنکا آبائی وطن تھا مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ اور مکہ سے مدینہ اوتر ہی کی جانب ہے۔

کلکی پُران میں کلکی اوتار کی تلوار اور گھوڑے کی بہت ہی اور طرح طرح سے تعریفیں کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنا دین تلوار کے زور سے جاری کرینگے۔ پس ظاہر ہے کہ ہمیشہ کفار اُنکی تلوار کا لوہا مانتے رہے۔ اور جناب رسول خداؐ نے اپنی حیات کا بہت سا حصہ جہادوں میں صرف کیا۔ اور ہزاروں کافروں کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور جسنے اسلام قبول نہ کرکے حالتِ ذلت میں جزیہ دینا نہ چاہا وہ ہرگز اُنکی تلوار سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور جہاد کے لئے گھوڑوں کی سواری سیکھنے اور تیر اندازی میں کامل مہارت پیدا کرنے کی تاکید مزید بھی فرمائی۔

یہ بھی علامت کلکی اوتار کی لکھی ہے کہ وہ تمام پاک لوگوں کی تعریفیں کرینگے۔ چنانچہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمام انبیاء اور ملائکہ کی تعریفیں بیان فرمائیں جن سے

کتب احادیث اور قرآن شریف کا زیادہ حصہ مملو ہے۔ بعض انبیا کا نام اگرچہ قرآن شریف میں مذکور نہیں ہوا مگر انکی تعریفیں ضرور موجود ہیں۔

کلکی اوتار کے مذکورہ بالا تمام پتے جو کلکی پران میں لکھے ہوئے ہیں اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق نہ آتا ہو۔ یا زمانہ بھر میں اُنکے سوا کوئی ایک آدمی بھی ان تمام مجموعی صفات کے ساتھ موصوف ہو سکے۔ اس لئے یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ کلکی اوتار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کلکی پران میں یہ بھی لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں پھر کلکی اوتار کی صفتیں ظاہر ہونگی۔ یہ پیشینگوئی ظہور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی ہے۔ کیونکہ اخبار میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جائینگی جسکے سبب سے دین اسلام تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیگا اور ہر فرقہ اپنے کو ناجی اور راہ مستقیم پر بتائیگا۔ اور جنتی ہونیکا دعوےٰ کریگا حالانکہ فرقہ ناجی اُن سب میں ایک ہی ہوگا۔ جب احکام شرع میں تغیر و تبدل بہت ہی کر دیا جائیگا اور بدعتیں اور زشت کاریاں تمام عالم میں پھیل جائینگی اُسوقت حضرت امام مہدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہ جنکا اسم گرامی بھی محمدؐ ہی ہے اور وہ بارھویں نائب جناب رسول خدا کے ہیں وہ ظہور فرما کر پھر دین نبوی کی از سر نو اصلاح فرمائینگے۔ اور اُنکے عہد میں تمام عالم میں ایک دین ہو جائیگا۔

صاحب بشارت احمدی اپنی کتاب میں کتاب دبستان مذاہب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ایک شخص شیخ بھاون اتھربن بیدی ہندو سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اُسکے پاس یہ عبارت اتھربن بید کی تھی جسکے ذریعہ سے اُسنے بہت سے برہمنوں کو قائل کیا اور یہ کہا کہ جب تک کوئی شخص اس عبارت کو نہ پڑھے موافق بید کے اُسکی نجات نہوگی اور اس عبارت کو اہل ہنود آن کہی کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ لَا اِلَا ہَا ہَرنِی پَاپَن اِلَلْ لَاہَا پَرَم پَدَم جَنَو بَیکُنٹھ بِرَاپ نِیوُتِی تُوجَپنِی نَام مُہَمَّدَم (ترجمہ لا الہ کہنے سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ الا اللہ کہنے سے نیکی ملتی ہے۔ ہمیشہ کے لئے جنت چاہو تو محمدؐ کے نام کا وظیفہ کرو)

علاوہ بریں کتاب بہاور سمرت دسما اسکنت جو ۱۸ سمرتیوں میں شامل ہے اور یہ کتاب باعتقاد اہل ہنود کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ الہامی سمجھی جاتی ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ:-

"چاند زمین کے بیچوں بیچ سورج کی طرح بڑے خاندان میں خدا کی طرف سے اُتریگا۔ اور اُس ملک کا پتہ یہ ہے کہ اُس میں وست لانیوالی پتی ہوگی۔ اُس ملک کے لوگ اُسکے وسیلہ سے پاک ہونگے۔ اور گناہوں سے نجات پائینگے۔ اور اُسکا دامن پکڑکر دنیا کے بڑے دریا سے پار اُترینگے۔ اور جس سرزمین میں پیارا بیٹا خدا کے قدموں کو چھوڑ کر گریگا اُن پہاڑوں پر گھاس نہو گی۔ اور کہیگا کہ کچھ دیا کرو نہیں تو ہم سے لڑو اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو ہماری بات مانو۔ خدا کا نام اُسکے پاس آئیگا۔ اس طرح ایک دفعہ گناہونکا کاٹنے والا اُتریگا۔"

مذکورہ بالا تمام پتے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی کے ہیں۔ یہ جو لکھا ہے کہ چاند زمین کے بیچوں بیچ سورج کی طرح بڑے خاندان میں خدا کی طرف سے اُتریگا۔ اس پتے میں آنحضرتؐ کی شان وشوکت عروج شرافت۔ جائے ولادت اور رسالت سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرتؐ کو لفظ "چاند" سے موسوم کیا ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے کہ جس شخص کا ذکر کیا جاتا ہے وہ مثل چاند کے بے عیب ہے۔ اور "زمین کے بیچوں بیچ" اُسکے پیدا ہونے کا پتہ دیا گیا ہے اور مکہ ناف زمین کہلاتا ہے اور وہی رسول خداؐ کا مقام ولادت ہے۔ لکھا ہے "سورج کی طرح" اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ شخص بلند مرتبہ اور با اقبال ہوگا اور اُسکی روشنی آفتاب کی طرح تمام عالم کو منور کریگی۔ یعنی اُسکا نور شریعت ساری دنیا کو گھیر لیگا چنانچہ ظاہر ہے۔ یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے جس طرح آفتاب کا فائدہ دنیا بھر میں ہر چیز کو پہنچتا ہے اسی طرح ذات سرور کائناتؐ سے کوئی بے بہرہ نہ رہیگا۔ بڑے خاندان میں پیدا ہونیکا پتہ دیا گیا ہے سو ظاہر ہے کہ ملک عرب میں قوم بنی ہاشم سب کی سردار تھی۔ اور اُسی خاندان میں آنحضرتؐ متولد ہوئے۔ "خدا کی طرف سے اُتریگا" یہ پورا پتہ ہمارے حضرت نبی آخر الزمان کی رسالت کا ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے رسول بناکر ہدایت خلق کے لئے بھیجے گئے پھر اُنکی جائے ولادت اُس سرزمین پر بیان کی ہے جسمیں وست لانیوالی پتی پیدا ہوتی ہے۔ یہ پتہ بھی مکہ ہی کا ہے چنانچہ وہاں سنا بکثرت

ہوتی ہے اور دنیا بھر میں دساور کے مال کی طرح بھیجی جاتی ہے جسے سنائے کی کہتے ہیں۔ "اُس ملک کے لوگ اُسکے وسیلے سے پاک ہونگے۔ اور گناہ سے نجات حاصل کرینگے۔ اور اُسکا دامن پکڑ کر دنیا کے بڑے دریا سے پار اُترینگے" یہ فقرے اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ اُسی کا وسیلہ پاک کرنیوالا ہوگا۔ اور جو شخص اُسکا وسیلہ نہ لیگا یعنی اُسکے فرمودہ احکام کی پیروی نہ کریگا وہ نجس اور ناپاک رہیگا۔ جیسا مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق سوا اہل اسلام کے کل فرقے کافر ہیں جنکی بابت نجاست کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اُسکے تمام احکام اور اُسکی ساری تعلیم خدا کی منشا کے مطابق ہوگی نیکیوں کے عمل میں لانیکا حکم دیگا بدیوں سے بچنے کی ہدایت فرمائیگا۔ پس جو لوگ اُسکو خدا کا رسول سمجھکر اُسکے ارشادات پر چلینگے وہ ہرگز گناہ کے مرتکب نہونگے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ دنیا فتنہ بازیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور شیطان بندگان خدا کے پیچھے لگا ہوا ہے جو لوگوں کو راہ مستقیم سے بھٹکا کر گمراہی پر لگانے کی کوشش میں سرگرم ہے۔ مگر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو اُسکے فریب میں نہیں آتے اور خدا کے سچے طریق اور راستی کی راہ پر دنیا کے شیطانی اور خطرناک رستوں سے صحیح و سالم گزر جاتے ہیں۔ پس اُسکا دامن پکڑ کر دنیا کے بڑے دریا سے پار اُترنا یہی معنی رکھتا ہے۔ یہ جو لکھا ہے کہ "جس سرزمین پر پیارا مُنّا خدا کے قدموں کو چھوڑ کر گریگا اُن پہاڑوں پر گھاس نہوگی" اس میں دو باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اول تو یہ کہ وہ خدا کے قدموں کو چھوڑ کر گریگا۔ اس سے یہ مطلب ظاہر کیا گیا ہے کہ قبل ولادت بھی جناب رسول خدا مقبول بارگاہ احدیت تھے۔ اور عالم ارواح میں بھی آپ تحمید و تمجید حضرت باریتعالےٰ میں مشغول و معروف رہتے تھے۔ مدت مدید تک اس شان سے درگاہ احدیت مین بذریعہ عبادت حاضر رہے پھر دنیا میں تشریف لائے۔ اور دوسرے یہ کہ یہاں پھر اُنکے مولد کا نشان دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہاں کے پہاڑوں پر گھاس نہوگی۔ یہ صفت بھی مکۂ معظمہ میں موجود ہے کہ تمام پہاڑ بالکل خشک ہیں اور جہاں پانی نہوگا وہاں گھاس پات بھی نہ ہوگی۔ بہت بڑا اور پختہ ثبوت اس پیشینگوئی سے ہمارے ہی پیغمبر مراد لئے جانے کا یہ ہے کہ لکھا ہے "اور کہیگا کہ کچھ دیا کرو۔ نہیں تو ہم سے لڑو۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو ہماری بات مانو" اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ کفار پر جزیہ مقرر فرمائینگے اور جہاد بھی کرینگے اور اپنے دین کی دعوت بھی

دینگے۔ یہ سب باتیں مشروط ہونگی۔ چنانچہ جب کفار کو جناب رسول خداؐ کی طرف سے دعوتِ اسلام دی گئی اور وہ اسلام لانے پر راضی نہ ہوے تو اُنسے کہا گیا کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو یا ہم سے لڑو۔ چنانچہ بعض تو اسلام سے مشرف ہوے اور بعض نے جزیہ دینا قبول کرلیا اور بعض سے لڑائیاں ہوئیں اور یہ پیشین گوئی سچی اُتری۔ آخر میں لکھا ہے کہ "خدا کا نام ہی اُسکے پاس ہوگا۔ اسطرح ایک دفعہ گناہوں کا کاٹنے والا اُتریگا" اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ خدائے واحد کا ماننے والا ہوگا کسی دوسرے کو خدا کا شریک نہ کریگا۔ اور ایسے خدائے واحد کو مانتا ہوگا جسکا نام ہی نام زبان سے لیا جائیگا اور حواس خمسہ کے ذریعہ سے کوئی اُسکی ذاتِ پاک کو محسوس نہ کرسکیگا۔ ان صفتوں کے ساتھ وہ گناہوں کا کاٹنے والا پیدا ہوگا۔ اور یہ بھی پہلو نکلتا ہے کہ اُسکا نام خدا کے نام سے نکلا ہوا ہوگا چنانچہ رسول خداؐ کا نام مبارک محمدؐ ہے جو محمود سے مشتق ہوا ہی اور محمود خدا کا نام ہے۔

علاوہ بریں مولوی عبدالعزیز صاحب لکھنوی کتاب بشارت احمدی میں مولوی سیف اللہ گورکھپوری کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک برہمن نے جو مسلمان ہوگیا تھا کہا کہ چوتھے بید میں لکھا ہے کہ رامچندر جی سے کسی نے پوچھا کہ کتنے درجے ہیں جنکے طے کرنے سے بندہ اللہ سے ملتا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ چودہ درجے ہیں اُسنے کہا کہ وہ چودہ درجے آپنے طے کئے ہیں؟ رامچندر جی نے کہا نہیں۔ اُسنے پوچھا کیا تم طے کروگے؟ کہا نہیں۔ ہم جتنے ہیں اُس سے آگے نہیں بڑھینگے۔ اُسنے کہا کوئی تم سے پہلے گزرا ہے جسنے یہ چودہ درجے طے کئے ہوں؟ کہا نہیں۔ اُسنے کہا کوئی آپکے بعد ایسا ہوگا کہ اِن درجوں کو طے کریگا؟ کہا ہاں۔ ایک شخص آنیوالا ہے۔ وہ یہ سب درجے طے کریگا۔ مگر اب سے بہت دور ہے۔ اُسنے پوچھا کہ نام اُسکا کیا ہے؟ رامچندر جی نے کہا کہ نام اُسکا مہامد (محمدؐ) ہے۔ اُسنے کہا وہ کہاں پیدا ہونگے؟ رامچندر جی نے کہا کہ ایک پتھروں کے ملک میں پیدا ہونگے۔ اور کھجوروں کے شہر میں جاکر رہینگے۔ اور وہیں سے اُنکا دین ساری زمین میں پھیلیگا۔ اور جو کچھ وہ کہینگے اللہ وہی کریگا۔ جو اُنکے دین کو پکڑیگا وہ بیکنٹھ (بہشت) میں جائیگا۔ اور جو اُنکے دامن کو نہ پکڑیگا یا پکڑ کے چھوڑ دیگا وہ نرک (دوزخ) میں پڑیگا۔ اُسنے کہا اُنکا لباس کیسا ہوگا۔ اور خوراک کیا ہوگی؟ رامچندر جی نے کہا کہ اُنکی

خوراک دودھ اور گوشت اور شہد اور سرکہ ہے۔ اور پوشاک اُنکی دھوتی اور پگیا ہے۔ اور اپنے دین کے پھیلانے کے واسطے تلوار کے ساتھ منکروں سے لڑینگے۔ اور بد دعا سے ملک فتح نہ کرینگے۔

علاوہ بریں مولوی عبد العزیز صاحب لکھنوی نے اپنے رسالہ بشارت احمدی میں بحوالہ کتاب مولانا عبد الرحمن چشتی مہادیو کی زبانی ایک نہایت مفصل اور واضح پیشین گوئی جناب خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی درج کی ہے جو مہادیو نے کیلاش کے پہاڑ پر پاربتی سے بیان فرمائی تھی اور جسکو سونت اور سونگ نے جو مقام نیمکھار میں اپنی قوم میں بڑے عالم اور کامل تھے اور دنیا سے الگ ہو کر اللہ کی بندگی میں مشغول تھے بشست من کی زبانی نقل کیا ہے۔ اور وہ پیشین گوئی اس طرح ہے کہ حضرت آدمؑ اور اُنکی اولاد کا ذکر کرتے کرتے مہادیو فرماتے ہیں کہ اے پاربتی مندر نے کے ملک میں کہ دریا کے درمیان وہ زمین واقع ہے وہ بڑا قادر ایک عجب طرح کا مخلوق آدمؑ کی اولاد میں پیدا کریگا اور جس زمین میں اُسکو پیدا کریگا وہ زمین خدا کے لایق ہوگی۔ پاربتی نے مہادیو سے پوچھا کہ جس شخص کو وہ بڑا قادر اسطرح کی برکت والی جگہ میں پیدا کریگا وہ شخص دیوتا کے گھر میں یا رکھسر (عابد) کے گھر میں یا کس جگہ پیدا ہوگا۔ مہادیو نے فرمایا کہ اے پاربتی وہ کانت بھوج کی پیٹھ سے پیدا ہوگا اور وہ درویشی اور معرفت خدا دریا کے برابر رکھتا ہوگا اُسی سے وہ موتی پیدا ہوگا۔ اور اُسکی عورت کا نام سانک برکھیا ہوگا اور وہ تینوں کتابیں سیام بید۔ رکھ بید اورججر بید پڑھا ہوگا اور چوتھی کتاب اتھربن بید الف لام میم کے حرفوں تک پڑھکر چھوڑ دیگا۔ آگے نہ پڑھیگا۔ سونت اور سونگ نے بشست من سے پوچھا کہ جسکو وہ معرفت یعنی اللہ کی پہچان دریا کے برابر رکھتا ہوگا تو پھر اللہ کے کلام سے انکار کیوں کریگا اور چوتھا بید پورا کیوں نہ پڑھیگا جو الف لام میم کے حرفوں سے چھوڑ دیگا۔ بشست نے جواب دیا کہ جب برنبھا نے چاروں بیدوں کو ست جگ کے لوگوں پر ظاہر کیا تو بعض دیوتاؤں کو جو تعلیم کی قابلیت رکھتے تھے چاروں بید معنی بہمیت سکھلا دئے اور تاکید کردی کہ ست جگ کے زمانہ میں سیام بید کے موافق عمل کریں اور ترتیا کے زمانہ میں رکھ بید پر عمل کریں اور دواپر کے زمانہ میں ججر بید پر عمل کریں۔ اور کل جگ کا زمانہ اتھربن بید پر عمل کریگا

ہوگا۔ اور اتھربن بید کو چار قسمتوں پر تقسیم کیا ہے منجملہ اُنکے تین حصے آدمؑ اور اُنکے اور فرزند جو
اُکے بعد دنیا میں پیدا ہونگے وہ پڑھینگے۔ اور چوتھا حصہ جسمیں سب بیدوں کا مقصد موجود
ہے مہامت کے سوا آدمؑ کا اور کوئی بیٹا اُنسے پہلے نہیں پڑھ سکتا۔ اس چوتھے حصے کو اگر
کوئی مہامت کے بغیر پڑھیگا تو کچھ فائدہ نہوگا۔ اس لئے کانت بھوج اتھربن بید کے چوتھے حصہ
کو نہ پڑھینگے کہ وہ دوسرے کے لئے امانت رکھا گیا ہے۔ اس سے اللہ کے کلام کا انکار لازم
نہیں آتا جاننا چاہیے کہ عرب کا ملک جزیرہ۔ یا۔ ٹاپو کہلاتا ہے یعنی کئی طرف سے سمندر گھیرے
ہوئے ہے اور اسی صفت کی سرزمین مہامت کا مقام تمرکر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس زمانہ میں کسی
ملک کا نام سمندر نے سُننے میں نہیں آتا پس ہوسکتا ہے کہ دیوؤں اور جنوں کے زمانہ میں جب یہ
پیشنگوئی کی گئی تھی تو عرب کو سمندر بھی کہتے ہوں۔ اور یہ جو کہا ہے کہ جس زمین میں وہ پیدا ہوگا
وہ زمین خدا کے لایق ہوگی یہ پتہ بھی مکہ معظمہ پر خوب صادق آتا ہے کہ وہاں خدا کا گھر بنایا گیا جو
کعبہ اور بیت اللہ مشہور ہے مطلب یہ ہے کہ وہاں اللہ کا خاص مقام ہوگا۔ مہامت کے والد کا
نام کانت بھوج نے لکھا ہے جسکے معنی معلوم نہیں مگر اُنکی والدہ کا نام آمنہ کا ترجمہ ہے کیونکہ سانگ کھیلا
کے معنی امن قائم رکھنے والی ہیں۔ یہ بھی کہا ہے کہ مہامت کے باپ دریا کے برابر علم رکھتے ہونگے
اسکا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُنکو اپنی قدرت سے تمام علوم سکھا دئے تھے اور عالم غیب
میں سب کتابیں پڑھا دی تھیں لیکن اتھربن بید کے صرف تین حصے کی اُنکو تعلیم دی گئی تھی۔
یعنی تمام صحف انبیاء کے (جو حضرت آدمؑ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک نازل ہوئے) عالم تھے
مگر قرآن کو نہیں دیکھا تھا جب اُسپر عمل کرنیکا اور اُسکے پڑھنے کا وقت آگیا تو وہ اس دنیا سے
گزر گئے۔ یہی مطلب الف لام میم تک پڑھکر چھوڑ دینے کا ہے۔

مہا دیو فرماتے ہیں کہ اے پاربتی وہ اپنی قوم میں سردار ہوگا۔ بستی کے سب لوگ اُسکے
دروازے پر آئینگے اور اُسکی تابعداری کرینگے۔ اُسکا بیٹا جو پیدا ہوگا وہ نہایت شجاع
اور اللہ کی پہچان رکھنے والا ہوگا اور اُسکا نام مہامت ہوگا۔ اُنکی وضع دیکھکر اُنکی ساری
قوم کے لوگ حیران رہینگے کیونکہ اُنکی حالت ہی کچھ نئی ہوگی۔ وہ پوست جو بدن کے آگے
ہوتا ہے اُن میں نہوگا۔ جس وقت اُنکی ڈاڑھی مونچھیں نکلینگی تو سوائے سر اور ڈاڑھی کے کسی مقام پہ

بالوں کی زیادتی نہوگی کہ حجام کی ضرورت پڑے اور جس طریقہ سے اُنکی قوم عبادت کرتی ہوگی وہ اُس طرح نہ کرینگے۔ اور اپنی قوم سے فرمائینگے کہ مجھکو اُس خدائے واحد کا یہی حکم ہے کہ ایسی بے معنی عبادت نہ کریں میں سوائے اللہ کی ذات پاک کے اور کسی طرف رجوع نہیں کرتا۔ تم میری اطاعت کرو۔ ان باتوں سے ساری قوم اُنسے جدا ہو جائیگی۔ اور بہت ساری عبادتوں اور اگلی شریعتوں کو موقوف کرکے ساری خلقت کو اپنی شریعت سکھائینگے۔ اور رفتہ رفتہ بیشمار لوگ اُنکا دین قبول کرلینگے اور اُنمیں سے اکثر اشخاص خدا رسیدہ ہو جائینگے۔ اور جس طرح ہمارے زمانہ میں ساکھ (سمت) لکھتے ہیں اُسی طرح کل جگ کے زمانہ کے آخر تک کتابوں میں مہامت کے سنہ لکھے جائینگے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ سب پتے اور نشان ہمارے ہی پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں چنانچہ آپکے والد سردار قوم تھے۔ آنحضرتؐ ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے۔ آپکی شجاعت اور جوانمردی کا حال تواریخ سے بخوبی ظاہر ہے۔ سوائے سر اور ڈاڑھی اور مونچھوں کے زائد بال آپکے جسم پاک پر نہیں تھے۔ اپنی قوم کو آپنے بت پرستی کی ممانعت فرمائی جس سبب سے لوگ دشمن ہو گئے۔ اہل عرب بتوں کو خدا کا شریک جانتے تھے اور آپ اُنسے لا الٰہ الا اللہ کہواتے تھے۔ یہانتک کہ رفتہ رفتہ لوگ دین محمدی میں آنے لگے۔ اُنکے پیروؤں میں دیکھو کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سلمانؓ فارسی۔ ابوذر غفاریؓ اور مقدادؓ وغیرہم کیسے کیسے خدا رسیدہ لوگ ہوئے۔ بیاس جی نے بھی کتاب بھونک اُتر پران میں مہامت کے چند پتے تحریر کئے ہیں جو تمام ہمارے پیغمبرؐ کے اوصاف اور حالات سے مطابق ہیں اور اس بات کو بھی پایۂ ثبوت پر پہنچایا ہے کہ مہامت محمدؐ کو کہتے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ "کل جگ میں مہامت پیدا ہونگے۔ اور مہامت کو مسلمان لوگ محمدؐ کہینگے۔ اُنکا نشان یہ ہے کہ اُنکے سر پر بدلی سایہ کریگی (چنانچہ جب کسی جگہ تمازت آفتاب میں آنحضرتؐ تشریف لیجاتے تھے تو ابر کا ٹکڑا آپکے سر پر رہتا تھا) اور اُنکے جسم کا سایہ نہوگا (چنانچہ نتھا) اور مکھی اُنکے جسم پر نہ بیٹھیگی (چنانچہ نہ بیٹھتی تھی) اور وہ زمین کو لپیٹ جاوینگے (چنانچہ طی الارض کی کیفیت معلوم ہے) اور عورتوں سے صحبت کرنیکی قوت اُن میں بہت ہوگی (چنانچہ تھی) اور ملک دنیا کے لئے کچھ تلاش نہ کرینگے (چنانچہ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے اور جسقدر مال و دولت

آتی تھی سب فقراء و مساکین کو بانٹ دیتے تھے اور اکثر بھوکے رہتے تھے) اور اُنکی سب تلاش دین کے لئے ہوگی (چنانچہ تمام عمر دین پھیلانے کی کوشش کرتے رہے) اور جو کچھ پیدا کرینگے اُسکو اللہ کی راہ میں صرف کرینگے۔ اور آپ تمام عمر کم کھائینگے۔ اور عرب کا بادشاہ اُنکا دشمن ہوگا۔ اور وہ اللہ کے دوست ہونگے۔ (یہ سب باتیں مسلّمہ ہیں) اور وہ قادر دانا اور قدرت والا اُنکو تیس ۳۰ ادھیا پُران بھیجیگا (چنانچہ اُنپر قرآن شریف نازل ہوا جسکے تیس ۳۰ پارے ہیں) اور جو کوئی اس کتاب کے موافق راہ چلیگا وہ اللہ تک پہنچیگا۔ اُسوقت میں اللہ تک پہنچنے کی دوسری راہ نہ ہوگی (چنانچہ وہ یہی زمانہ ہے)۔

مہادیو فرماتے ہیں۔ اے پاربتی مہامت کی بی بی سے جو بیٹے ہونگے اُس بڑے قادر کے حکم سے وہ فرشتہ جسکا نام وکدود ہے اُنکی جانوں کو نکالکر آسمان پر لیجائیگا۔ جم کا یعنی روح کے نکالنے والے فرشتے کا ہاتھ اُن لڑکوں کی جان پاک پر نہیں پہنچیگا۔ بعد اسکے وہ قادر جسکی طرح کا کوئی نہیں مہامت کو ایک بیٹی دیگا جو ہزار بیٹوں سے بہتر ہوگی۔ اور اللہ کی بندگی میں نہایت درست ہوگی کبھی اُسکی زبان سے جھوٹ نہ نکلیگا۔ اور وہ سب چھوٹے بڑے گناہوں سے محفوظ ہوگی۔ اور باپ کے وسیلہ سے اللہ کی نزدیکی حاصل کریگی۔ مہامت کی اُس بیٹی کو وہ بڑا قادر دو نیکبخت بیٹے عنایت فرمائیگا۔ وہ دونوں حُسن و جمال والے ہونگے۔ اور دونوں اللہ کے پیارے ہونگے۔ اور بہت زور والے۔ اور اللہ کے پہچاننے والے اور ہمت والے اور شجاعت والے۔ اور سب نیک کاموں میں بیمثال ہونگے۔ اور وہ قادر جسکی طرح کا کوئی نہیں ہے اُنکے بعد کوئی اور آدمی اُنکی طرح کھلے اور چھپے کمالوں والا پیدا نہیں کریگا۔ اور وہی مہامت کے بیٹے اُنکے جانشین ہونگے۔ اور اُنسے بہت اولاد ہوگی اور روز بروز اپنی سچی دلیلوں سے لوگوں کو مہامت کے دین میں لادینگے۔ اور مہامت کے دین کو روشن کرینگے۔ اور مہامت اپنی ساری قوم بلکہ اپنی بیٹی سے بھی اُنکو زیادہ چاہینگے۔ اور یہ دونوں بیٹے مہامت کے دین میں کامل ہونگے۔ اور کوئی کام اپنے جی کی خوشی کے واسطے نہ کرینگے اور سب قول اور فعل اُس بڑے قادر کی مرضی کے موافق ہونگے اور ہمیشہ اللہ کے کام کے لئے تلاش کرینگے۔ اے پاربتی مہامت کے مرنیکے بعد چند سال گزر جائینگے کہ مہامت کے اُن

دونوں نواسوں کو بعضے شریر لوگ ناحق ظلم کرکے دنیا کی خاطر مار ڈالینگے اور ساری زمین اُنکے
مارے جانے سے بے سر ہو جائیگی۔ اور اُنکے مارنیوالے ملیچھ یعنی بے دین ہو جائینگے دین
و دنیا میں کچھ پھل نہ پائینگے۔ اُنکے دل میں مہامت کی محبت نہ رہیگی اور عاقبت میں کسی طرح
دوزخ سے خلاصی نہ پائینگے۔ ظاہر میں مہامت کے دین میں کہلائینگے۔ اور آہستہ آہستہ اور
لوگ بھی انکی ہمراہی قبول کرینگے اور مہامت اور مہامت کے فرزندوں کے چال چلن کے برخلاف
بہت سی باتیں اختیار کرینگے جو لوگ مہامت کے فرزندوں کی راہ پر قائم رہیں گے وہ بلحاظ
تعداد تھوڑے ہونگے۔ زیادہ لوگ اُنہیں قتل کرنیوالے گروہ کے موافق کاربند ہونگے اور
ظاہر میں مہامت کے دوستدار کہلاوینگے۔ اور کل جگ کے زمانہ کے اخیر میں وہ ظاہرداری
کے لوگ بہت ہونگے۔ اور جہان بھر میں فساد برپا کرینگے۔ **اب سمجھنا چاہیے** کہ جو جو کچھ مہادیو
نے فرمایا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صاحبزادے تھے جو
بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ ایک بیٹی جناب سیدۃ النسا فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا
زندہ رہیں جنکی شان میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیشمار حدیثیں منقول ہیں
اور ہر زمانہ کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ اسی لئے اُنکو سیدۃ نساء العالمین کہتے ہیں دوسرا
لقب جناب سیدہ کا خاتون جنت ہے۔ اور اسکا یہ سبب ہے کہ جسطرح دنیا کی تمام عورتوں کی سردار
ہیں اُسی طرح زنان جنت کی بھی سردار ہیں۔ اُنکا عقد جناب ختم المرسلینؐ نے بموجب حکم رب العالمین
امیر المومنین غالب کل غالب حضرت علیؑ ابن ابیطالب سے کیا۔ جناب سیدہ علیہا السلام کی
نسبت اسلام کا ہر فرقہ یہ بات مانے ہوئے ہے کہ اپنی تمام عمر میں اُنہوں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا
اور اسی وجہ سے وہ صدیقہ مشہور ہیں۔ اور مہادیو نے بھی اُنکی شناخت کے لیے یہی صفت بیان فرمائی
ہے چنانچہ کہا ہے کہ کبھی اُسکی زبان سے جھوٹ نہ نکلیگا" اس مقام پر ایک بڑا جھگڑا فیصل ہو گیا اور
وہ یہ ہے کہ جب جناب صدیقہ کبرےٰ سلام اللہ علیہا نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر اپنا حق
طلب کیا اور فرمایا کہ فدک میرا مال ہے وہ مجھے دیدیا جائے تو حضرت ابو بکر صاحب نے اُنکو
یہ فرما کر جھٹلا دیا کہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ ہم نبی لوگ نہ تو ترکہ چھوڑتے ہیں اور نہ ترکہ پاتے ہیں۔
ہر چند جناب فاطمہ زہرا اپنے دعوے کو ثابت کرتی رہیں مگر کچھ فائدہ نہوا اور انکو جھوٹا دعویدار

کرنیکا ملزم قرار دے ہی دیا گیا جس حق تلفی کا جناب صدیقہ کو ایسا صدمہ ہوا کہ پھر مدت العمر حضرت ابوبکر سے ہمکلام نہ ہوئیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ جناب صدیقہ کبرے فاطمہ زہرا نے اپنا حق طلب کرنے میں جھوٹ بولا یا حضرت ابوبکر نے جھوٹی حدیث اپنے دل سے گھڑکر بیان کردی اور رسول مقبول پر بہتان باندھا۔ یہ تو معلوم ہے کہ اہل اسلام میں کئی فرقے حضرت ابوبکر کو سچا اور مرد با خدا سمجھتے ہیں اور عادل جانتے ہیں اور کئی فرقے جھوٹا اور شخص غاصب اور ظالم خیال کرتے ہیں۔ مگر حضرت صدیقہ صلوات اللہ علیہا کی صداقت اور خدا ترسی اور نیک نیتی کو ہر گروہ اور ہر فرقہ دین محمدی کا بالاتفاق تسلیم کرچکا ہے یہانتک کہ غیر قومیں بلکہ انکے دشمن اور بدخواہ تک انکے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ خصوصاً صداقت کے معترف ہیں اور انکی اسی صفت کو مہادیو نے پتہ اور انکی شناخت کا بڑا بھاری ذریعہ سمجھکر یہ فقرہ ارشاد کیا ہے کہ "کبھی اسکی زبان سے جھوٹ نہ نکلیگا"۔ پس نتیجہ حاصل ہو گیا کہ سچائی صدیقہ کے ساتھ ہے۔ اور حضرت ابوبکر کی صداقت اور نیک نفسی اور خوش صفاتی کا اندازہ اہل سنت کے امام اعظم ابوحنیفہ کے قول سے کرلینا چاہیئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "ایمان ابی بکر صدیق و ایمان ابلیس واحد" یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور شیطان کا ایمان یکساں ہے (دیکھو مختصر تاریخ بغداد مؤلفہ ابن جزلہ)۔ بعد ذکر حضرت فاطمہ علیہا السلام مہادیو نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے دونو نواسوں کا ذکر کیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے انکے بارے میں بیان کیا ویسا ہی ظہور میں آیا اور جو صفات رسول اللہ کے بیٹوں یعنی نواسوں کی ذکر فرمائیں وہ سب حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام میں موجود تھیں۔ یہ جو کہا کہ وہ دونوں قتل ہونگے یہ پیشین گوئی اسطرح پوری ہوئی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو تو معاویہ نے زہر دلوا کر شہید کرایا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو یزید پلید نے میدان کربلا میں مع عزیز و اقربا کئی دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا اور یہ جو لکھا ہے کہ انکے قاتل بیدین ہونگے اسکا ثبوت انشاء اللہ تعالے مقالہ اول۔ درندہ جانور کے بیان میں ناظرین کو ملیگا۔ مگر اتنا بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یزید پلید کے بعد بھی بہت سے لوگ اسی کے مثل ہوئے۔ جو طمع دنیا میں ایمان ہاتھ سے دے بیٹھے۔ جیسا کہ مہادیو نے کہا ہے۔ اب اخیر زمانہ ہے اور اسطرح کے لوگ بہت ہیں۔ جو ظاہر میں تو رسول خدا کے

نجب اور پکے مسلمان ہونیکے دعویدار ہیں۔ مگر باطن میں خاندان نبوی کے دشمن۔ اور گزشتہ مرتدوں اور قاتلان حسنین علیہما السلام کے پیرو اور خاص مریدوں میں داخل ہیں۔ جن کی شناخت ہمارے اس رسالے کے مطالعہ کے بعد اہل بصیرت پر دشوار نہوگی۔ مہادیو نے یہ جو فرمایا ہے کہ وہی مہامت کے بیٹے مہامت کے جانشین ہونگے اس پیشین گوئی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ کی مسند خلافت کو مالک اہلبیت عزّل اُن کے اُن کے غیر نبی آخر الزمان کی جانشینی کے مستحق نہونگے اور یہ قول کہ نبی نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا محض لغو اور بے معنی ہوگا۔

مہادیو فرماتے ہیں۔ اے پاربتی وہ بڑا قادر ایک مرد کامل کو مہامت کے دین کی مدد کے واسطے بھیجیگا۔ وہ ساری زمین کو اپنی حکومت کے نیچے لاکے اکثر ظاہر داری والوں کو قتل کروادیگا۔ بعد اسکے وہ لوگ پشیمان ہو کر سیدھی راہ پر آئینگے اور جو چال مہامت کی اور مہامت کے فرزندوں کی تھی اُسکا نئے سرے سے رواج ہوگا۔ پورب سے پچھم تک ذی بندہ مہامت کے فرزندوں کے برخلاف راہ نہیں چلیگا۔ ہر چند اُسوقت میں وہ مرد کامل تلاش کریگا۔ کسی جگہ پر کوئی مشرک یا ظاہر داری والا شخص نظر نہ آویگا۔ ساری خلقت مہامت کے دین میں آجائیگی۔ اس لئے کل جگ کے زمانہ کے اخیر میں اُنکے دین کا پورا رواج ہوگا اور جس شریعت کا اُس قادر بیمثال نے اتھربن بید یعنی چوتھی کتاب میں حکم دیا ہے مہامت کے تابعدار لوگ اُسپر عمل کرینگے اور مہامت کا دین کمال کو پہنچیگا۔

یہ تمام صفات اور پتے بارھویں امام حضرت مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے ہیں، جو جناب خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نائب ہیں۔

مذکورہ بالا پیشین گوئیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ جناب رسول خدا خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارتیں تمام صحف انبیاء اور انجیل مقدس اور اہل ہنود کی قدیم اور معتبر کتابوں میں بصراحت و بوضاحت موجود ہیں۔ اب رہا اسلام لانا نہ لانا اور دین محمدی میں آنا نہ آنا۔ یہ ہر شخص کی مرضی اور خوشی پر منحصر ہے۔ ہم مطالب کو تقریراً یا تحریراً سمجھا دینے کا اختیار رکھتے ہیں مگر کسی قوم یا کسی گروہ کے ایک متنفس کو بھی باصرار دعوت اسلام دینے یا خواہ مخواہ

دین محمدی میں آنے پر مجبور کرنیکے مجاز نہیں۔ قرآن شریف میں خود پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ جسکا مقصد یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی طرح کی زبردستی اور جبر نہ کرنا چاہیے۔ جو شخص جس دین کو چاہے اپنے لئے قبول کرے۔

موافق رویائے یوحنا جس میں عورت کو سر پر بارہ ستارے کا تاج رکھے ہوے اور سورج کو اوڑھے ہوے اور چاند اُسکے پاؤں کے تلے دیکھا ہے (عورت کے بیٹے فرزند زینہ کے بعد واقعات ذیل پیش آئے ہیں۔ اور اُن واقعات کی مطابقت جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانشینان برحق اور اُنکے مخالفین کے اوپر ہوتی ہے اس لئے بالکل ثابت ہوگیا کہ اُس فرزند نرینہ سے مراد ضرور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اور اکثر مسلمان سورج سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نبی برحق ہونا مراد لیتے ہیں۔ اور ہمکو بھی اُنکی بات مان لینے میں کوئی عذر نہیں۔ اور نہ کسی طرح کا اعتراض ہے۔ اب ناظرین واقعات ذیل اور اُنکے تطابق پر غور کریں تاکہ اُنکے تطابق سے آنحضرتؐ کی نبوت حقہ کا یقین قلوب میں پورے طور پر جاگزین ہوکر دلوں کو روشن اور نورانی کردے۔

پس نبوت کے بعد حضرت یوحنا کے رویا کے سلسلہ میں دو چیزیں موجود ہیں جو ایک دوسری کی ضد ہیں۔ یعنی ایک درندہ جانور۔ اور دوسری شہر مقدس۔ جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

مقالہ اوّل

درندہ جانور کے بیان میں

ایک درندہ جانور ہے جسکے سات سر اور دس سینگ ہیں اور اُسکے سروں پر کفر کے نام لکھے ہوے ہیں۔ اور اُسکے سینگوں پر دس تاج ہیں۔ اور اُسکے سروں میں سے ایک پر زخم کاری لگا ہے۔ مگر وہ زخم چنگا کیا گیا۔ اور اُس جانور نے اُس اژدہے یعنی ابلیس کی پرستش کی۔ اور لوگوں نے اُس جانور کی بھی پرستش کی۔ اور نوحے میں یہ کہتے تھے کہ کون اُس جانور سے لڑسکتا ہے۔ اور اُس جانور کو ایک منہ بڑا بول بولنے والا اور کفر کہنے والا دیا گیا تھا۔ اور یہ بھی اُسکو دیا گیا تھا کہ خدا کے معاملہ میں کفر بکے اور مقدسوں سے

مقابلہ کرے۔ اور اُنپر غالب آوے۔ اور بیالیس مہینوں تک لڑائی لڑنے کو اُسے اختیار بخشا گیا۔

یہ جو اوپر بیان ہوا ہے کہ اژدہے نے اپنی دم سے آسمان کے تہائی ستارے (یعنی ۴ یعنی چار امام) زمین پر گرائے یعنی قتل کئے۔ یہ بھی اُسی درندہ جانور کی ایک علامت ہے۔ کیونکہ جتنے واقعات پیش آئے ہیں وہ اسی درندہ جانور سے ظہور میں آئے۔ اور اُسی درندہ جانور کی صفت میں مکاشفۂ یوحنا کے باب ۱۳۔ آیت ۲ میں یہ عبارت درج ہے کہ "اُس اژدہے نے اپنا اقتدار اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اُسے دیدیا" نیز شیطان خود کچھ نہیں کرتا بلکہ دوسروں سے کراتا ہے۔

اور اُس درندے جانور کے سامنے ایک اور درندہ جانور بھی جس سے غالبًا پہلے درندے جانور کا کوئی ماتحت مراد ہے حواری موصوف نے دیکھا جسکا کام یہ تھا کہ لوگوں کو دغا دیتا ہے اور پہلے جانور کو لوگوں سے پجواتا ہے یعنی اُسکی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور جو اُس درندہ جانور کی اطاعت نہ کرے اسکو قتل کرا دیتا ہے اس درندہ جانور کے نام کا عدد ۶۶۶ ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ انسان کا عدد ہے۔ اور یہ بھی ہدایت کی ہے کہ سمجھ دار آدمی غور کرلیں کہ یہ کون ہے۔

پھر فرشتہ نے اس درندہ جانور کی شرح بھی یوحنا سے بیان کی ہے۔ جس سے یہ معمّا نہیں رہا۔ بلکہ صاف ہوگیا ہے اور وہ شرح یہ ہے کہ فرشتے نے یوحنا سے بیان کیا کہ میں تجھکو اُس درندہ جانور کا راز بتاتا ہوں۔ "وہ درندہ جانور جو تونے دیکھا اور اب نہیں ہے سو تھا اور اب نہیں ہے اور اتھاہ کنوئیں سے نکلنے اور ہلاکت میں جانے پر ہے۔ اور زمین کے رہنے والے جنکے نام زندگی کے دفتر میں بنائے عالم سے لکھے نہیں گئے اُس حیوان کو دیکھکر جو تھا اور نہیں ہے اگرچہ ہے تعجب کرینگے۔ جن میں دانائی ہے اُنکی سمجھ میں کام دیگی۔ وہ سات سر سات بادشاہ ہیں۔ پانچ تو گزر گئے۔ ایک (یعنی چھٹا) ہے دوسرا (یعنی ساتواں) ابتک نہیں آیا۔ اور جب آویگا تھوڑی مدت تک اُسکا رہنا ہوگا۔ اور وہ درندہ جانور جو تھا اور نہیں ہے آٹھواں وہی ہے۔ اور ان ساتوں میں سے ہے۔ اور ہلاکت میں جاتا ہے۔ اور دس سینگ جو تونے دیکھے دس بادشاہ ہیں۔ جنھوں نے ابتک بادشاہی نہیں پائی۔

مگر درندہ جانور کے ساتھ بادشاہوں کا سا اختیار پاوینگے۔ اور اُن سب کی ایک ہی رائے ہے۔ اور اپنا اختیار اور اقتدار اُس حیوان کو دینگے۔ اور برّے[1] سے لڑائی کرینگے۔

پس اس درندہ جانور کا مجموعہ اٹھارہ بادشاہ ہیں۔ جن میں کا آٹھواں وہ ہے جسکے نام کے عدد چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶ ہیں۔

اب یہ دکھایا جاتا ہے کہ یہ کل پیشینگوئی کن لوگوں پر صادق آتی ہے۔ پس سب سے اوّل یہ تلاش کرنا چاہئے کہ آٹھواں بادشاہ کون ہے جسکے نام کا عدد چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶ بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ اُسکے ماقبل اور مابعد کا پتہ چل سکے۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ عبد الملک بن مروان بن حکم کے عدد چھ سو چھیاسٹھ ہوتے ہیں۔ اسکا تطابق اس سے بھی ہوتا ہے کہ یہ آٹھواں بادشاہ ہے۔ جیسا کہ درندہ جانور کی پیشین گوئی کی شرح میں فرشتہ نے بیان کیا۔ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بادشاہ کا نام عبد الملک ہے جسکے عدد صرف ۱۹۷ ہیں۔ اگر اُس اکیلے نام میں پورا عدد ۶۶۶ کا برآمد ہوتا تو عبد الملک سے آٹھواں بادشاہ مراد لینا قرین قیاس تھا۔ الفاظ "بن مروان بن حکم" زیادہ کرکے ۶۶۶ عدد تمام کر لینا اور پھر عبد الملک کو آٹھواں بادشاہ قرار دے لینا کس طرح جائز اور قابل تسلیم سمجھا جا سکتا ہے؟ اسکا جواب باصواب یہ ہے کہ اگر صرف ایک نام میں یہ عدد پیدا ہو جاتا تو ممکن تھا کہ اُسی نام کے بہت سے بادشاہ مل جاتے۔ اُسوقت کونسے ایک بادشاہ کو اس درندہ جانور کا مصداق بنایا جاتا۔ فرض کرو کہ ایک نام ۲۱ عدد کا تلاش کیا جائے تو یزید حاصل ہوگا۔ اور اس نام کے بادشاہ یزید ابن معاویہ اور یزید ابن عبد الملک اور یزید ابن ولید وغیرہم بہت سے ملینگے پس ایسی صورت میں ہم کونسے یزید کو حاصل مراد سمجھ لیں۔ مگر ولدیت کے ساتھ ایک خصوصیت ہو جائیگی اور اگر ایک پشت کا نام اور بھی اُسکے ساتھ لیا جائے تو کسی دوسرے پر گمان بھی نہیں جا سکتا۔ پس تین ناموں میں ۶۶۶ کا عدد ملنے سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ یہ بادشاہ وہ عبد الملک ہے جو مروان کا بیٹا اور حکم کا پوتا ہے۔

---

[1] برّہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے مراد ہے۔ جسکا بیان مفصل اس کتاب کے ضمیمہ میں درج ہوگا ۱۲

اب دیکھنا چاہیے کہ اس عبد الملک سے پہلے سات بادشاہ کون ہیں اور اُن میں سے وہ کون ہے جسکے سر پر زخم کاری لگا اور چنگا کیا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے پہلے سات بادشاہ گزرے ہیں۔ یعنی تین بادشاہ تو خلفائے ثلثہ ہیں۔ جو بعد وفات حضرت خاتم النبیین سید المرسلین اشرف انبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مسند خلافت پر یکے بعد دیگرے جلوہ افروز ہوے۔ اور چوتھے بادشاہ امیر معاویہ پھر پانچویں یزید ابن معاویہ رونق دہ سریر حکومت وخلافت ہوے۔ اُنکے بعد چھٹے بادشاہ خالد ابن یزید پھر اُنکے جانشین مروان ساتویں بادشاہ ہیں۔

ساتویں بادشاہ کی بابت یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ "جب وہ آئیگا تھوڑی مدت تک اُسکا رہنا ہوگا" چنانچہ تواریخ سے ثابت ہے کہ مروان نے صرف چند ماہ حکومت کی ہے

آٹھویں بادشاہ وہی عبد الملک بن مروان بن حکم ہیں جنکے نام سے ۶۶۶ کا عدد پیدا ہوا۔

اب یہ بات معلوم کرنی باقی رہی کہ اس درندہ جانور (عبد الملک بن مروان بن حکم) سے پہلے جو سات بادشاہ گزرے ہیں۔ اور جنہیں اس درندے جانور کے سات سر بیان کیا گیا ہے اور ہر سر پر کفر کا نام لکھا ہے جنمیں سے ایک سر پر زخم کاری لگا اور وہ جانور چنگا کیا گیا ورنہ ہلاک ہوجاتا۔ وہ سر کونسا ہے؟

اُس سر سے مراد حضرت عثمان ہیں جو تیسرے خلیفہ ہیں۔ اور عبد الملک بن مروان بن حکم سے پہلے جو سات بادشاہ ہیں اُن میں شمار ہیں۔ سوائے انکے اور کسی بادشاہ پر کوئی ایسا مہلک اور کاری زخم نہ آیا تھا جس سے یہ جانور مرجاتا۔ اور زخم کاری لگنے سے مراد انکا قتل ہونا ہے اور حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو خلافت ملنا جس سے یہ بدمذہبی کا جانور مرجاتا۔ یعنی اگر خلافت اولاد حضرت علی علیہ السلام میں آکر مستقل ہوجاتی تو بعد حضرت عثمان کے خاندان بنی امیہ سے کوئی بادشاہ نہوتا۔ اور وہ جانور جو بہت سے بادشاہوں کا مجموعہ ہے مرجاتا۔ مگر وہ زخم چنگا ہوگیا۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوکر سلطنت پھر خاندان بنی امیہ میں منتقل ہوکر مستقل ہوگئی۔

یہاں بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر بھی اُن سات بادشاہوں میں

شامل ہیں۔ اور شجاع الدین ابو لؤلؤ کے خنجر سے قتل کئے گئے وہ واقعہ کیوں بیان نہوا؟ اسکا سبب یہ ہے کہ اُنکے بعد خلافت کے لئے حضرت عثمان جو اُس جانور کا عضو اعلےٰ ہیں موجود تھے۔ اور اُنکے قتل ہونے سے جانور کو کچھ صدمہ نہ پہنچا اور سلطنت اُسکی برقرار رہی۔ اور حضرت عثمان کے قتل سے اُنکی سلطنت تلف ہو جائیگا گویا یقین ہو چکا تھا بلکہ جا چکی تھی۔ اور وہ جانور مر ہی چکا تھا۔

اُس درندہ جانور کی بابت لکھا ہے کہ اُسکے سروں پر کفر (یعنی اُن بادشاہوں کے افعال قبیحہ جو عبد الملک بن مروان بن حکم سے پہلے تھے) کے نام لکھے تھے (یعنی اُنکی تعلیم مخالف احکام اسلام و شریعت خیر الانام تھی اور کفر کی جانب لیجاتی تھی)۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ تعلیم کیا ہے جو اسلام سے باہر کرتی ہے اور کفر کی طرف لیجاتی ہے۔ اور اُنسے کیا کیا افعال سرزد ہوئے اور لوگوں کا اُنکی نسبت کیا خیال ہے؟

اُن سات پہلے بادشاہوں کے قبیح افعال اور اُنکی مخلوق خدا کو گمراہ کرنیوالی تعلیموں کا ذکر کم و بیش دین اسلام کے تمام فرقوں میں قلمبند ہو گیا ہے۔ لیکن علمائے اہلسنت نے اس طرف خاص توجہ فرمائی ہے اور دینی خدمت اور اپنا فرض منصبی سمجھکر اُن واقعات کے جمع کرنے میں زحمت شاقہ اُٹھائی ہے۔ اگر مفصل طور پر وہ تمام واقعات قلمبند کروں تو ایک دفتر بزرگ ہوگا اور اختصار پر نظر ہے اسلئے چند مطالب بطور نمونہ لکھکر مختصر اور بہت ہی مختصر پر اکتفا کی جاتی ہے۔

بے شمار سندوں اور بہت سے طریقوں اور مختلف عبارتوں کے ساتھ صحیحین اور دوسری صحاح وغیرہا میں منقول ہے۔ احمد حنبل اور بخاری اور مسلم نے انس اور حذیفہ سے روایت کی ہے۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی اسکی تخریج کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے اصحاب سے حوض پر میرے پاس آئینگے یہانتک کہ میں جس وقت اُنکو دیکھونگا اور شناخت کرونگا تب میرے پاس سے نکالدئے جائینگے۔ عرض کرونگا اے پروردگار میرے اصحاب میرے اصحاب قابل ترحم ہیں تو مجھکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا جو فتنے تیرے بعد انہوں نے برپا کئے ہیں۔

اصل عبارت حدیث کی یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ ص لیردن علی ناس من اصحابی الحوض حتی اذا رأیتھم عرفتھم اختلجوا دونی فاقول یا رب اصیحابی فیقال لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔

اسی طرح صحیح بخاری میں مسطور ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ترد علی یوم القیمہ رھط من اصحابی فیحلون علی الحوض فاقول یارب اصحابی فیقول انک لا علم لک ما احدثوا بعدک انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری (جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے اصحاب کا ایک گروہ میری خدمت میں حاضر ہوگا اور حوض سے محروم رہیگا۔ میں عرض کرونگا کہ اے میرے پروردگار یہ میرے اصحاب ہیں تو جناب باری ارشاد فرمایگا کہ تجھکو اُن بدعتوں کا علم نہیں جو ان لوگوں نے تیرے بعد کی ہیں۔ بیشک یہ لوگ مرتد ہوگئے اور اُلٹے پاؤں پیچھے کو پھرے)

اس سے ثابت ہوا کہ بعض اصحابِ جناب رسالت مآب بعدِ وفاتِ آنجناب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتد اور منافق ہوگئے۔ اور وہی وہ بادشاہ ہیں جو تمثیلاً درندہ جانور کے سروں کی صورت میں دکھائے گئے۔ اور اُنپر کفر کے نام لکھے ہیں۔

تواریخ پر نظر کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت **ابوبکر** نے یہ اصول قرار دیا کہ رسول اللہ نے اپنا نائب کسی کو مقرر نہیں کیا۔ بلکہ امت پر چھوڑ دیا کہ خود اپنا بادشاہ اور حاکم مقرر کرلیں۔ اس اصول کا نتیجہ یہ ہوا کہ سبط رسول الثقلین یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید کئے گئے۔

دوسری مخالفت اسلام کی درندہ جانور کے پہلے سر یا بادشاہ اوّل سے معاملۂ دعوی فدک میں یہ ہوئی کہ مدعا علیہ یعنی خلیفۂ اوّل خود مجوز مقدمہ بنے اور آپ ہی رسول خداؐ کی مصنوعی حدیث پیش کرکے مقدمہ کو فیصل کیا۔ جو سراسر شرع محمدی کے خلاف ہے۔

اور علاوہ اُن ظلموں کے جو پہلے سر نے اہل بیت رسولؐ پر کئے جن میں دوسرا سر بھی شامل تھا خاص کفر اس پہلے سر کا یہ ہے کہ قرآن شریف جسکا بے طہارت مس کرنا بھی بفحوائے

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْن حرام ہے۔ پیشاب اور نکسیر کے خون سے جلد میتہ پر لکھنا جائز کیا۔ چنانچہ شرح مختصر وقایہ میں درج ہے کہ ومن لا یسکن رعافہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جبہتہ شیأ من القرآن قال ابوبکر اسکاف انہ یجوز فقیل لہ لو کتب بالبول او علی جلد المیتۃ قال لو کان فیہ شفاء فلا باس۔ اگر اس جانور کے سر ایسا نہ فرما گئے ہوتے تو آج اُنکے پیرو یہ فتویٰ اور حکم کہاں سے جاری کر دیتے پھر کیا یہ باتیں خلق اللہ کو گمراہی میں ڈالنے والی نہ سمجھی جائینگی؟ ضرور سمجھی جائینگی۔

دوسرے سر یا دوسرے بادشاہ یعنی حضرت عمر نے خطبہ میں بیان فرمایا کہ خدا ہی گمراہ کرتا ہے اور خدا ہی ہدایت کرتا ہے۔ یعنے مسئلہ جبر کے موجد ہوے۔ اسپر ایک یہودی نے جو حاضر جلسہ تھا کہا کہ خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ یہ سنکر حضرت عمر نے اُسے پٹوایا اور زد و کوب کر کے اُس یہودی سے کہلا چھوڑا کہ جو آپ فرماتے ہیں وہی صحیح ہے۔ (دیکھو ازالۃ الخفاء فی سیاسات العمر)

اور توضیح انور میں ابن جوزی کی کتاب منتظم فی تاریخ الملوک والامم سے نقل کیا ہے وعن عبد الصمد عن ابیہ قال ذکر لابی حنیفۃ قول قالہ عمر فقال قول شیطان (یعنی جب ابو حنیفہ کے آگے حضرت عمر کے قول ذکر ہوا تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ شیطان کا قول ہے)۔

صاحب جامع کبیر مرقوم فرماتے ہیں عن الزہری ان عمر بن الخطاب اتی الغائط وھو فی سفر ثم استطاب ھو بالماء بین راحلتین فجعل اصحاب رسول اللہ یضحکون ویقولون توضاء کما توضاء المرأۃ (یعنی حضرت عمر کو آبدست لینا نہ آتا تھا۔ چنانچہ ایک بار سفر میں اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو آبدست کرتے دیکھ پایا تو خوب قہقہہ اُڑایا)۔

اور کنز العمال میں مسطور ہے کہ عن عمر قال البول قائما احصن للدبر والبول جالسا ارخی للدبر (یعنی حضرت عمر کا مقولہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دبر کی خوب حفاظت کرتا ہے اور بیٹھکر پیشاب کرنا دبر کو سست اور ڈھیلا کرتا ہے۔

اور سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے کہ عمر خطاب کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ یا امیر المؤمنین الجوار الکنس کے کیا معنی ہیں۔ حضرت نے اُسکا عمامہ سر سے گرادیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

اسی طرح ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ ضبیغ تیمی ہمکو ملا اور اُسنے حرف قرآن کی تفسیر دریافت کرنا شروع کی۔ حضرت عمر نے دعا کی کہ یا اللہ تو مجھکو اُسپر قدرت دے۔ اتفاقاً ایک دن ضبیغ آیا اور عرض کی یا امیر المؤمنین "فالذاریات ذرواً فالحاملات وقراً" کے کیا معنی ہیں۔ یہ سنتے ہی اُسکو جھڑکا کہ تو وہی ہے اور کھڑے ہوگئے اور آستینیں چڑھاکر اُسکے کوڑے مارنے لگے۔ یہانتک کہ اُسکا عمامہ گرگیا۔ دیکھا تو اُسکے سر پر بال ہیں۔ قسم کھاکر کہا کہ اگر میں تیرا سر مُنڈا ہوا پاتا تو ضرور تیرے سر پر بھی مارتا۔ پھر اُسکو ایک مکان میں قید کیا اور ہر روز نکالتے تھے اور مارتے تھے۔ اور جب وہ اس ہر روز کی مار مار سے اچھا ہوا تو سو کوڑے اور مارے۔ الے آخر القصہ۔

جامع کبیر سیوطی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے مصحف مجید لکھا اور ہر آیت کے پاس اُسکی تفسیر بھی لکھی۔ حضرت عمر نے اُس قرآن کو مقراض سے پارہ پارہ کر ڈالا۔ پھر کیا خاصان خدا کے افعال واقوال ایسے ہی ہونے چاہئیں؟ ہرگز نہیں۔

خلفائے ثلثہ نے مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور نفاق کو رحمت قرار دیا ہے۔ اور اس مطلب کے لئے رسول خداؐ پر افترا کیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے اختلاف اُمتی رحمۃ للناس (میری اُمت کا اختلاف لوگوں کے لئے رحمت ہے) صاحبِ مواہب لدنیہ خصائص اُمت رسول ازدمثال میں لکھتے ہیں کہ بہت اماموں نے کہا ہے کہ یہ قول محض بے اصل ہے۔ اور اسحاق موصلی نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر اختلاف رحمت ٹھہریگا تو اتفاق عذاب ہوگا۔ کفی اللہ المؤمنین القتال۔ پس جو لوگ رسول خداؐ پر افترا باندھیں تو اگر اس کو کفر نہ کہا جائے تو کیا کہنا چاہئے۔ اور اس افترا بندی میں سوائے حضرت ابوبکر و حضرت عمر دونوں بادشاہوں کے تیسرے بادشاہ حضرت

عثمان بھی شامل ہیں۔

تیسرے سر یعنی حضرت عثمان کے حق میں کتاب محاضرات راغب اصفہانی میں تحریر ہے کہ وقیل احرق عثمان رضی اللہ عنہ مصحف ابن مسعود (یعنی حضرت عثمان نے ابن مسعود کے قرآن کو جلا دیا۔ اور صاحب ازالۃ الخفا نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے انعقاد خلافت کے وقت اقرار کیا کہ کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ و سیرت شیخین پر عمل کرونگا۔ جس اقرار کے سبب سے مسند خلافت پر رونق افروز ہوے۔ اس اقرار کی تعمیل اس طرح ہوئی کہ مروان (جسکو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفسد ہونیکی وجہ سے جلا وطن کیا تھا۔ اور شیخین نے بھی اُسے جلا وطن ہی رہنے دیا) کو بلا لیا اور حکم رسولؐ اور سیرت شیخین کو منسوخ کرکے اپنا وزیر بنایا۔ اور یہاں تک مورد عنایت کیا کہ باغ فدک مروان کی جاگیر قرار دیا گیا۔ اور خمس افریقہ جو حق اہلبیتِ رسول خداؐ کا تھا مروان کو اس دلیل سے عنایت ہوا کہ خمس خاندان رسولؐ کا حق تھا۔ اب میں جانشین رسولؐ ہوں۔ لہذا میں اپنے خاندان کو دیتا ہوں۔ پھر اُس مروان کے اختیارات اسقدر بڑھائے گئے کہ تمام احکام خلافت کا تحریر کرنا۔ اور اُنپر باختیار خود مہر خلافت کردینا اُسکو حاصل ہو گیا۔ چنانچہ ایک حکمنامہ محمد بن ابی بکر کے قتل کی بابت حاکم مصر کو لکھا گیا۔ اور جب ثابت ہوا تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ اس تحریر کا علم مجھے نہیں ہے۔ یہ نامہ مروان نے لکھا ہے۔ اور اُسی نے میری بلا اطلاع مہر کردی ہے۔ جبپر محمد بن ابی بکر وغیرہ نے ایسا مفسدانہ حکم لکھنے کی سزا میں مروان کو قتل کرنے کے لئے طلب کیا جو نہ دیا گیا اور نہ اُسپر کوئی سیاست کی گئی۔

کیا حکم شرع ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جو شخص ایسے ایسے مفسد احکام جاری کردے وہ اپنے کئے کی سزا کو نہ پہنچے۔ اور سیاست سے بری رہے۔ اور مزید براں خود حاکم وقت اور اور والی تخت عدالت ملزم اور فسادی ملزم کی اُس تعدی سے بچے اور طرفداری کرے۔ یہ امور ہیں جنکے باعث درندہ جانور کے تیسرے سر پر بھی کفر کا نام لکھا گیا۔

درندہ جانور کا چوتھا سر یا چوتھا بادشاہ امیر معاویہ ہیں۔ جنکی بابت خود جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ فرقہ باغی ہے۔ جس کی علامت یہ فرمائی کہ عمار یاسر اُسکے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ پس حضرت عمار یاسر کا جنگِ صفین میں شہید ہونا پوشیدہ نہیں۔ اور یہ کفر کی صریح دلیل ہے۔

درندہ جانور کا پانچواں سر یزید ابن معاویہ ہیں۔ انکے حال میں صاحب صواعق محرقہ تحریر فرماتے ہیں کہ ثُمَّ صَارَ جَیْشُہٗ ھٰذَا اِلٰی قِتَالِ ابْنِ الزُّبَیْرِ فَرَمُوا الْکَعْبَۃَ بِالْمَنْجَنِیْقِ وَاَحْرَقُوْھَا بِالنَّارِ یعنی اُنہوں نے بیت اللہ کا کچھ احترام نہ کیا اور اُنکے حکم سے اُنکے لشکر نے حرم مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا۔ اور گوپھنوں سے کعبہ شریف پر پتھر پھینکے اور اس مقدس مقام کو آگ سے جلایا۔

دوسرے یہ کہ حضرت یزید ابن امیر معاویہ نے لشکر جرار تاراجی مدینہ منورہ کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حصین بن نمیر بوصیت او بمکہ آمدہ و شصت و چہار روز ایں بلدہ معظمہ را محاصرہ کردہ داد محاربہ وقتال داد۔ و مجانیق را بہ کعبہ مشرفہ انداخت۔ آوردہ اند کہ یکے از ایشاں آتشے بر سر نیزہ گرفتہ بود۔ بادے در رسید و آتش بخانہ کعبہ در گرفت۔ یزید بن معاویہ مسلم بن عقبہ مری را بالشکر عظیم از اہل شام بہ قتال اہل مدینہ منورہ فرستاد تا ایشاں را بحرۂ مدینہ مطہرہ در غایت شناخت بقتل رسانیدند و سہ روز ہتک حرمت حرم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نمودہ داد اباحت والحاد دادند۔ ازیں جہۃ ایں را واقعہ حرہ نام آمدہ۔ وقوع ایں واقعہ در حرۂ واقم بود کہ بر مسافت یک میل از مسجد سرور انبیاست صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و یک ہزار و ہفتصد تن از بقایائے مہاجرین و انصار و علمائے تابعین اخیار بہ قتل رسانیدند و از عموم ناس ورائے نساء و اطفال دہ ہزار کس را کشتند و ہفتصد تن از عاملان قرآن مجید و نود و ہفت از قوم قریش را در تحت تیغ ظلم در آوردند و فسق و فساد و زنا را مباح ساختند تا بجدیکہ آوردہ اند کہ ہزاراں زن بعد ازیں واقعہ اولاد زنا زائیدند و اسپاں را در مسجد پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جولان دادند و در روضہ شریف کہ نام موضعیست درمیان قبر شریف و

منبر منیف و حدیث صحیح ورود یافتہ کہ روضہ ایست از ریاض جنت اسباں بول و روث
کردند و مردم را بر بعیت یزید پلید بر عہد عبودیت کہ اگر خواہد بفروشد و اگر خواہد آزاد
کند و خواہ بہ طاعت خدا جل و علا خواند خواہ بہ معصیت جبر و اکراہ نمودند۔ چوں نزد
یزید پلید عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ ذکر بعیت بر حکم قرآن و سنت بر زبان آورد
در حال گردنش زدند۔ و ہم قرطبی گوید کہ اہل اخبار گویند کہ مدینہ منورہ در آن زمان مطلق
از مردم خالی ماند و فواکہ و ثمرات او نصیب وحوش و بہائم آمد و کلاب دیگر حیوانات
در مسجد شریف آرامگاہ ساختند۔ آوردہ اند کہ زنی بنزد مسلم بن عقبہ بفریاد آمد و در باب
پسر خود کہ در بند وی بود تضرع بسیار نمود۔ حکم کرد تا زود پسرش را از بند بیرون
آوردہ گردن بزدند و سر او را بدست آن زن دادند و گفت تو بسلامت حیات خود
بس نمی کنی تا بشفاعت دیگر نیز آمدہ۔ آوردہ اند کہ تا سہ روز اکثر مردم مدینہ منورہ را
در بند داشت کہ بوے طعام و شراب بشام ایشان نرسید۔ و نیز آوردہ اند کہ ہمین سیرت
و مروان بن الحکم بر کشتگان حرم طوفی می کردند بصفت سیر و تفرج بر سر ایں مظلوماں بگزشتند
و از جملہ قبائح و شنائع ایں واقعہ شنیعہ آوردہ اند کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ را دیدند
کہ موے ریش او ہمہ بریدہ است پرسیدند کہ ایں چہ صورت است مگر بحلیہ خود تعب
می کنی و می خوری۔ گفت نہ چنیں است ایں از آثار ظلم اہل شام است کہ در واقعہ حرہ
بمن رسیدہ طائفہ در خانہ من در آمدند و ہر چہ از متاع بیت و اسباب خانہ باشد ہمہ را
پاک بردند۔ جماعت دیگر رسیدند۔ چون ہیچ چیز در خانہ نیافتند آتش قہر در نہاد ایشاں
افتاد و گفتند شیخ را بجنبانید۔ ہر کدام از ایشاں از ریش من موے برکند و بایں حال
کہ مرا می بینید رسانیدند۔ و بر ہمیں قیاس شنائع و قبائح ایں قضیہ نامرضیہ خارج
از حد تعقل و امکان تصور است"۔

تیسرے یہ کہ حضرت یزید ابن امیر معاویہ سے وہ ظلم شدید وقوع میں آئے کہ اُنکے حکم
سے جناب خامس آل عبا علیہ التحیۃ والثنا مع اقربا اور اصحاب باوفا تین دن کے
بھوکے پیاسے دشت کربلا میں شہید ہوے۔ اور کئی دن تک اُنکی لاشیں بے گور و کفن

پڑی رہیں۔ اور اہل بیت عصمت وطہارت کو رسن بستہ ننگے اونٹوں پر سوار کرکے بے مقنعہ وچادر شہر بشہر پھرایا۔ جیسا کہ فریقین کی کتابوں میں مرقوم ہے۔

چوتھے یہ کہ بیٹیوں کے اور بہنوں اور ماں دادی۔ نانی کو ساتھ نکاح جاری کردیا۔ اور شراب خواری اور ترک نماز جائز ٹھہرایا۔

پس ایسے بادشاہ کے لئے کفر کا نام نہ لکھا جاتا تو اور کیا لکھا جاتا۔

خالد بن یزید اور مروان بن حکم جو چھٹے اور ساتویں سر درندہ جانور کے ہیں یا یوں کہا جائے کہ چھٹے اور ساتویں بادشاہ ہیں۔ یہ دونوں بھی اُسی افعال کے لوگ اور اُسی مذہب کے پیرو تھے۔ جو گذشتہ پانچ بادشاہوں کا ایجاد کیا ہوا تھا۔ چنانچہ جب یزید ابن معاویہ نے مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے لئے فوج بھیجی اور مدینہ غارت کیا گیا تو مروان بن حکم بھی اُسی لشکر میں تھے۔ اور بڑے کارنمایاں اُنکے ہاتھ سے ظاہر ہوئے جسکا نمونہ کے طور پر تھوڑا سا ذکر ہو بھی چکا ہے۔ اور کفر کا نام اُنپر لکھا گیا۔

آپ دیکھئے کہ خود درندہ جانور آٹھواں بادشاہ ہے۔ یہ وہی ہے جسکے نام کا عدد چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶) بتایا گیا ہے اور وہ نام **عبد الملک بن مروان بن حکم** ہے۔ یہ درندہ جانور (عبد الملک بن مروان بن حکم) مقدسوں (یعنی اہلبیت نبوی جو خطاؤں اور گناہوں سے معصوم ہیں) سے مقابل ہوا۔ اور اُنپر آیا۔ اُسنے حضرت عثمان کے نام پر خطبے جاری کرائے۔ اُنکی مدح وثنا منبروں پر پڑھوائی۔ حضرت عثمان کے دوستوں اور پیرو کاروں کا جان ومال امنیت میں رہنے کا حکم دیا اور اُنکے مخالفین اور محبانِ اہلبیت ختم المرسلین کے قتل وغارت کا حکم نافذ کیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ مقدسوں کے پیرو اور مقدسوں کی اولاد اُنہوں نے قتل کرائی۔ اور زندہ دیواروں میں چُنوانے کی بنیاد ڈالی۔ اور پہلے جانور کو پجوانے کی یہ ترکیب نکالی۔

حضرت یوحنا نے اس جانور کے دس سینگ دیکھے ہیں۔ اور فرشتہ نے اُن سینگوں کو دس بادشاہ بتایا ہے جو اس درندہ جانور کے بعد ہونگے اب اُنہیں تلاش کرنا چاہئے اور پتہ لگانا چاہئے۔ کہ وہ دس بادشاہ کون ہیں۔ جو ان آٹھوں کے ساتھ ملکر اٹھارہ ۱۸

ہوجائیں۔ اور وہ دسوں بھی اُنہی کے طریقے اور رائے پر ہوں۔ کیونکہ یہ سب مع اپنے بڑے سردار کے ہلاکت میں جانے کو ہیں۔ پس تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ فرشتہ کا قول سچا ہے۔ اور بعد اسکے دس بادشاہ جہان میں آئے اور وہ سب اُسی صفت سے موصوف ہیں۔ جو فرشتہ نے بیان کی تھی۔ اور وہ یہ ہیں :۔

۱ - حجّاج بن یوسف
۲ - ولید بن عبد الملک
۳ - سلیمان بن عبد الملک
۴ - عمر ابن عبد العزیز
۵ - یزید بن عبد الملک
۶ - ہشام بن عبد الملک
۷ - ولید بن یزید بن عبد الملک
۸ - یزید بن ولید
۹ - ابراہیم بن ولید
۱۰ - مروان حمار بن محمد

ان دسوں بادشاہوں میں سے ہر ایک کا مفصل حال لکھا جائے تو طوالت بہت ہو جائیگی اور ہمیں اختصار مدنظر ہے۔ اس لئے صرف اسقدر عرض کیا جاتا ہے کہ یہ سب بادشاہ مقدسوں (یعنی اہلبیتِ رسول جو ہر بدکاری اور گناہ اور خطا سے بری ہیں) کا دشمن رہے اور اُنہیں ایذا اور تکالیف پہنچانے والے تھے اور ان سب بادشاہوں کے فعال شیطانی تھے۔ اور شرع محمدی کے احکام پر باوجود اسلام میں داخل ہونے کے عمل نہیں کرتے تھے۔ اور فسق و فجور میں شب و روز بسر کرتے تھے۔ اور ظلم و جور پر کمر بستہ تھے۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر بعض بعض کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔ باقیوں کو بھی اُسی مذہب اور رائے پر مستقل سمجھکر مرد عاقل جان لیگا کہ یہ لوگ شیطان پرستی میں کیا درجہ اور کیا پایہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور اژدہے نے اپنا کیسا تخت اور اختیار انکو بخشا ہے۔

حجّاج ابن یوسف کی بابت جو بعہد عبد الملک بن مروان بن حکم اختیارات شاہی کا مالک تھا یافعی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں اراح اللہ المسلمین ببیعة الحجاج بن یوسف الثقفی فی لیلة مبارکة بسبع وعشرین قالوا کان شجاعا مقدما مہیبا نقیبا بلیغا سفاکا للدماء عاملا لعبد الملک بن مروان انتہی بنوع من الاختصار۔

۱؎ حجاج بن یوسف عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں عراق اور حجاز دونو ملکوں کا خلیفہ کی طرف سے با اختیار حاکم تھا ۱۲

عمدۃ المحدثین تہذیب التہذیب میں اسی کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں قال ابن حاتم ثقۃ من الحفاظ ممن یحسن الحدیث وقال ابوداؤد ھو خیر من مائۃ مثل الرمادی۔ بعض صاحبان حجاج بن یوسف کو جو نہایت درجہ ظالم۔ خونخوار اور مردم آزار تھے حافظ اور ثقہ اور اخیار سے جانتے ہیں۔

اور انہیں کی معتبر کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ میری چیزوں سے زیادہ مزہ دار چیز خونریزی ہے۔ اور جن جن مقدس لوگوں کے پیرووں کو انہوں نے ظلم اور ستم سے قتل کیا تھا انکا شمار ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ اور جو لڑائیوں میں قتل کئے گئے تھے وہ انکے سوا تھے۔ اور انکے مرنے کے دن پچاس ہزار بندگان خدا نے رہائی پائی۔

شیخ عبدالحق دہلوی رجال مشکوۃ میں حجاج بن یوسف کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں۔ واجبارہ فی الظلم کثیرۃ مشہورۃ ولا حاجۃ لنا الیٰ ذکرھا بل کنا لا نحتاج الی ذکرہ ھنا وکان یقول الذ الاشیاء عندی صب الدم ووصل عدد من قتلہ ظلما مائۃ الف وعشرون الفا سوی ما قتل فی الحروب وخرج من سجنہ یوم مات خمسون الف نفس وکان اٰخر من قتلہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ الخ

غرض جو جو برائیاں اور زشتکاریاں اس بادشاہ سے صادر ہوئی ہیں انکی تفصیل سے تطویل مانع ہے۔ جو صاحب مفصل حالاتِ حجاج بن یوسف پر آگاہی اور عبور کے طالب ہوں کتب تواریخ ملاحظہ فرمائیں۔

ناظرین! پیغمبر تو پہلی امتوں میں بھی ہوے ہیں۔ اور انکی عترت اور امت اور اصحاب اور عبادت خانے۔ یہ بھی سب ہی کچھ تھے لیکن کسی شخص نے کسی پیغمبر کی عبادت گاہ کی ہتک حرمت اور اسکے اصحاب یا پیرووں یا اسکے اہلبیتؑ اور ذریت کی تحقیر نہیں کی۔ مگر انہوں نے سب کچھ جائز کرلیا۔ اور حضرت یوحناؑ کے سامنے شیطان سے جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔

ولید بن عبدالملک یعنی دوسرے بادشاہ کی بابت صاحب جذب القلوب یہ عبارت تحریر کرتے ہیں کہ "ثالث تغیری کہ در مسجد شریف وقوع یافت زیادت ولید

بن عبد الملک بن مروان بود - پیش از وے ہیچ یکے از خلفاء و امراء در عمارت عثمان
دخل نہ کردند و عمر بن عبد العزیز در آن وقت از جہت ولید عامل مدینۂ منورہ
بود بر وے نوشت کہ ہر کرا در حوالی مسجد خانہ باشد از وے بخرد ہر کہ از فروختن ابا ورزد
خانہ را بر وے بیند از و بدل آن را از مال بدہ - اگر نگیرد خانہ را بگیر و مال را صرف فقرا
کن - و حجرات ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را نیز داخل مسجد کن عمر ابن عبد العزیز
بفرمودۂ وے عمل کرد - حجرات را منہدم ساخت و داخل مسجد گردانید آوردہ اند
روزیکہ این حکم از ولید بمدینۂ مطہرہ آمد و حجرات پیغمبر را ہدم کردند مصیبتے عظیم درمیان
مردم برپا شد - ہیچکس در مدینہ نبود کہ بریں حال گریہ نمی کرد - سعید بن المسیب می گوید کاشکے
حجرات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحال خود می گذاشتند تا مردم می دیدند کہ
سرور کائنات چگونہ دریں دار فنا حیات بسر بردہ - ابن زبالہ از بعضی اہل علم روایت
می آورد کہ چون ولید بن عبد الملک بحج آمد بعد از اتمام مناسک حج قدوم بمدینۂ مطہرہ
آورد - روزی بر منبر مسجد خطبہ می خواند و در اثناء آن نظرش بر جمال حسن بن حسن بن علی
رضی اللہ عنہم افتاد کہ بدر بیت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نشستہ بود و آئینہ در
دست می داشت کہ در روی جمال جہاں آرای خود مشاہدہ می نمود - چون از منبر فرود آمد
عمر بن عبد العزیز را طلبیدہ زجر نمود کہ چرا ایشاں را در اینجا ہنوز گذاشتۂ و بیرون نیاوردۂ
نخواہم کہ ایشاں را بعد ازیں اینجا ببینم - خانہ را از ایشاں بخر و در داخل مسجد کن - فاطمہ
بنت حسین و حسن بن حسن بن علی و اولاد ایشان سلام اللہ علیہم درون خانہ بودند و از
بدر آمدن ابا نمودند - حکم کرد اگر بیرون نیایند خانہ را بر ایشان بیندازند - اسباب خانہ را
بے رضائے ایشان بدر می آوردند و خانہ را ویران می کردند - بحکم ضرورت برآمدند و ہم در
روز بودش مخدرات اہلبیت بیرون مدینہ رفتند و موضعی برائے سکونت اختیار کردند -
ایضاً و ہمچنیں در بیت حفصہ رضی اللہ عنہا کہ در دست اولاد عمر بن الخطاب بود نزاع
شد چون گفتند کہ ہرگز نخواہیم برآمد و عوض خانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نخواہیم
ستاند حجاج بن یوسف نیز در آن وقت در مدینہ بود - حکم کرد خانہ را بر سر ایشان بیندازند

ولیکن قضیہ چون بولید رسید وی بجانب عمر بن عبد العزیز نوشت کہ در استرضائے خاطر اولاد عمر بن الخطاب بہ تقصیر راضی مشو۔ ثمن خانہ را بدہ واگر ستانند ایشاں را اکرام کن وبقعۂ از خانہ بایشان بگزار وایشاں را دری بجانب مسجد نیز بگزار ایضاً وازمحمد بن عبد العزیز روایت آمدہ است کہ در وقت حفر اساس حجرہ قدمی ظاہر شد وبعد از تحقیق حال ظاہر شد کہ آن پائے امیر المومنین عمر بود ایضاً آوردہ اند کہ یکی از عمال روم خواست کہ بر حجرۂ شریف بول کند۔ بمجرد قصد آنچناں بر زمین افتاد کہ سرش ریزہ ریزہ شد وبعضی از ایشان بہ مشاہدۂ ایں حال در ربقۂ اسلام در آمدند ویکی دیگر از ایشان صورت خنزیر بر دیوار قبلہ مسجد نقش کرد۔

یہ ایک ولید تھے۔ دوسرے **ولید** جو ساتویں بادشاہ یعنی درندہ جانور کا ساتواں سینگ ہیں۔ اور وہ ولید بن یزید بن عبد الملک ہیں۔ اُنکے افعال کا بھی مختصر سا حال سن لیجئے۔ ایک گروہ عظیم اہل اسلام میں اُنکو امیر المومنین اور خلیفہ خاتم المرسلین جانتا ہے اور صاحب صواعق کے بیان سے واضح ہے کہ حضرت ولید بن یزید بن عبد الملک بارھویں امام ہیں۔ اور سیوطی نے تاریخ الخلفا میں انکو خلیفہ قرار دیا ہے۔ اور دمیری شافعی نے کتاب حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ ولید بن یزید دنیا میں مدہوش تھے اور آخرت سے غافل اور بیہوش۔ شراب پینے میں اور لہو لعب میں اور طبل ودف اور مزامیر بجانے میں مشغول رہتے تھے۔ اور شراب کا ایک حوض بنایا تھا۔ وقت سرور اُس حوض میں کود کر اسقدر شراب نوش فرماتے تھے کہ بدن کانپنے لگتا تھا۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ولید ابن یزید نے ایک رات ایک کنیز سے مجامعت کی فاعل ومفعول دونوں نشہ میں سرشار تھے۔ صبح کی اذان ہوئی۔ ولید نے قسم کھائی کہ آج کوئی اس کنیز کے سوا نماز جماعت نہ پڑھائیگا۔ اُنکے حکم کی تعمیل واجب تھی۔ اس لئے اُسی مخموری اور جنابت کی حالت میں اُس کنیز نے نماز جماعت پڑھائی۔ اور تمام مسلمانوں نے اُسکی اقتدا کی۔

اور دمیری نے کتاب دین ودنیا سے جو ماوردی کی تصنیف ہے حکایت کی ہے کہ ولید نے

ایک روز قرآن مجید میں فال دیکھی۔ آیۂ واستفتحوا وخاب کل جبار عنید اُسکی فال میں نکلا۔ اُسنے بے باکی سے قرآن کو پھاڑ ڈالا اور یہ دو شعر جو اُسی کے کہے ہوئے ہیں پڑھے ؎

	اتوعد کل جبار عنید		فہا انا ذاک جبار عنید
	اذا ما جئت ربک یوم حشر		فقل یارب مزقنی الولید

ترجمہ

	آیا تو ہر جبار عنید کو وعید کرتا ہے		تو خبردار ہو وہ جبار عنید میں ہوں
	جسوقت بروز حشر تو اپنی پروردگار کے پاس آئے		پس کہہ کہ مجھکو ولید نے چاک کیا

اور تاریخ دیار بکری میں لکھا ہے کہ وہ جس زمانہ میں مکہ معظمہ میں آیا تھا۔ ایک دن کعبہ شریفہ کے کوٹھے پر مجلس شراب منعقد کرکے شرابخواری میں مشغول ہوا۔

اور اُسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک دن اپنی محلسرا میں داخل ہوا۔ اور اپنی دختر جمیلہ کو دیکھا کہ پرستاروں کے پاس بیٹھی ہے۔ اُسکے حسن وجمال اور غنج ودلال نے آتش شہوت کو دوبالا کیا اور اپنی دختر کی بکارت کا ازالہ فرمایا۔ ایک پرستار نے کہا کہ یہ مجوس کا طریقہ ہے۔ اُسنے جواب میں چند شعر پڑھے جنکا پہلا شعر یہ ہے کہ ؎

	من راقب الناس مات ھما		وفاز باللذۃ الجسور

المختصر اُن دسوں بادشاہوں سے اسی قسم کی حرکات مشتمل بر فسق و فجور و ظلم و تعدی وقوع میں آتی رہیں۔ اور مومنین اُنسے ایذا اُٹھاتے رہے۔ پس بخوبی ثابت ہوگیا کہ وہ درندہ جانور انہیں اٹھارہ بادشاہوں کا مجموعہ ہے۔ جو فرشتہ کی پیشین گوئی کے مطابق پایا گیا۔ اور اُسکے قول کی صداقت اس سے بھی ہوگی کہ یہ درندہ جانور مقدسوں (یعنی اہلبیت نبوی جو معصوم تھے) سے مقابل ہوا۔ اور دنیاوی امور میں اُنپر غالب رہا۔

چونکہ لکھا ہے کہ اژدہے کی دم نے تہائی ستارے آسمان کے زمین پر گرائے اور یہ معلوم ہوچکا کہ شیطان جو کچھ کرتا ہے وہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو شل اپنے

بنا کر اُسنے سب کچھ کراتا ہے اور اُسنے اپنا تخت اور اختیار اور قوت وغیرہ سب عطا کر کے
ایک درندہ جانور کو جو اٹھارہ بادشاہوں کا مجموعہ ہے اپنا مانند اور قائم مقام بنا لیا ہے
کہ جو کچھ وہ جانور عمل کرتا ہے گویا وہ کام خود شیطان ہی سے وقوع میں آتا ہے۔ پس
لازم ہوا کہ اُسی درندہ جانور کی دم تلاش کیجائے۔ جسکا کوئی نشان نہیں بتایا گیا۔
اور شناخت کرنیکے لئے کوئی خاص علامت بھی بیان نہیں ہوئی۔ بجز اسکے کہ اُسکی دم
نے آسمان کے چوتھائی ستارے گرائے ہیں۔ فکر کرنے سے یہ بات ذہن میں آئی کہ جانور
میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی سر۔ دھڑ اور دُم۔ اور دم کی صفت ہے کہ لمبی
ہو۔ پس اوّل ان تینوں چیزوں کو قائم کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ دُم کونسی ہے۔ اور
اُس دُم نے یہ تہائی ستارے کہاں گرائے اور ستاروں سے مراد کیا چیز ہے۔ یہ بات تو
معلوم ہے کہ عبد الملک بن مروان بن حکم بنی اُمیہ ہے اور اُن اٹھارہ بادشاہوں
میں حضرت عثمان سے لیکر آخری بادشاہ یعنی مروان حمار تک سب بنی امیہ ہیں اور
حضرت ابو بکر تیمی اور حضرت عمر عدی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ درندہ جانور تین
خاندانوں سے مرکب ہے۔ اور قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ آگے سر ہوتا ہے۔ اُسکے بعد دھڑ
اور سب سے پیچھے دُم کی جگہ ہے۔ اسی طرح پہلا خاندان اس جانور کی ترکیب میں تیمی
ہے اور تیمی خاندان کا شخص صرف ایک یعنی حضرت ابو بکر خلیفۂ اوّل ہیں۔ اور وہی اس
درندہ جانور کے لئے بمنزلہ سر کے ہیں۔ دوسرا خاندان عدی ہے اور حضرت عمر فاروق اُسی
خاندان کے ہیں اور دوسرے خلیفہ ہیں۔ دھڑ بھی سر سے دوسرے ہی درجہ پر ہوتا ہے۔
اس لئے معلوم ہوا کہ دھڑ سے مراد حضرت عمر ابن الخطاب ہیں۔ اب جانور کی دُم باقی
ہے۔ اور بنی امیہ کا خاندان جسکے سولہ ۱۶ بادشاہ ہیں۔ اور یہی سولہ ۱۶ بادشاہ یعنی حضرت
عثمان سے لیکر مروان حمار تک سب اُس درندہ جانور کی دُم ہیں۔ جسطرح دم لمبی
ہوتی ہے اُسی طرح اس خاندان کے بادشاہ بھی تعداد میں زیادہ ہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ اس دُم نے جو آسمان کے تہائی ستارے گرائے اُس سے کیا
مراد ہے۔ چونکہ پہلے معلوم ہوا ہے کہ اُس عورت (نبوت آخری) کے سر پر جسکا یہ درندہ

جانور مخالف ہے بارہ ستارہ کا تاج ہے۔ اور بارہ کی تہائی چار ہوتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ چار امام ائمۂ اہلبیتؑ سے اس جانور کی دُم یعنی بادشاہان بنی امیہ نے ہلاک کئے جن چار کے پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام اور دوسرے حضرت امام حسین علیہ السلام اور تیسرے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور چوتھے حضرت محمد باقر علیہ السلام ہیں۔ ان چاروں بزرگواروں نے زمانہ سلطنت بنی امیہ میں شہادت پائی

پس جنکی شہادت بادشاہان بنی امیہ کے ہاتھ سے واقع ہوئی اور جن آسمان کے تہائی ستاروں کو درندہ جانور کی دُم نے گرایا وہ چار ہی ستارے ہیں۔ کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو بعد اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے امام ہوے سلطنت عباسیہ کا زمانہ پایا اور اُنکو خلیفۂ عباسی نے شہید کیا۔ اس لئے ثابت ہوگیا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے لیکر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تک ہی چار ستارے ہوتے ہیں جنکو اس جانور کی دُم نے گرایا ہے۔ کیونکہ بارہ کی تہائی بس چار ہی ہوتے ہیں اور آسمان کے بروج بھی بارہ ہی ہیں۔ اور بروج کو ستارے کہا جانا بقاعدۂ اطلاق الظرف علے المظروف و اطلاق المظروف علے الظرف کے صحیح ہے۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تک چار ہی امام ہیں۔

اب ہمکو پورا یقین حاصل ہوگیا کہ یہ درندہ جانور اُنہیں اشخاص کا مجموعہ ہے۔ جن سے ہمنے مراد لی ہے۔ اور یوحنّا حواری حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے لاکلام اسی واقعہ کو رویا میں ملاحظہ کیا ہے۔ اور یہ بھی کہینگے کہ اُنکی پیشینگوئی بہت سچی اور درست اور صاف تھی۔ چنانچہ ناظرین نے ملاحظہ فرمالیا کہ واقعات بالکل مطابق ہیں۔

اصل درندہ جانور کے سواے جو یوحنّا حواری نے خواب میں ایک دوسرا درندہ جانور دیکھا تھا۔ جو پہلے جانور کے سامنے عمل کرتا ہے اُس سے مراد وہی حجّاج بن یوسف ہے جو عبد الملک بن مروان بن حکم کی طرف سے حاکم کوفہ و بصرہ تھا۔ اور سالار فوج بھی رہا تھا۔ جسکے متعلق یہ کام تھا کہ جہاں محب علیؑ کو دیکھے اُسے قتل کرائے۔ اور جو محب عثمان ہو اُسکی قدر و منزلت بڑھائے۔ اور اُس جانور کو جو اُسکے

یعنی اُسکے احکام کی تعمیل کرائے جس میں تلوار کا گھاؤ کاری لگا تھا اور تو بھی وہ جیا
اس سے مراد یہ ہے کہ حجاج ابن یوسف لوگوں کو ترغیب دیتا تھا کہ عثمان کے مذہب
کو قبول کریں اور اُسکی اطاعت کریں۔ اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ وہ عثمان کے طرفداروں
کی تائید کرتا تھا۔ اور حجاج کا عثمان کی طرفداری کرنا تواریخ اسلام میں بوضاحت مرقوم
ہے اور مطابقت اُسکی ان فقرات سے بھی ہوتی ہے جو مکاشفات کے باب ۱۳ کی چودہویں
اور پندرھویں آیتوں میں موجود ہیں کہ "زمین کے رہنے والوں کو دغا دیتا ہے۔ کہ زمین
کے رہنے والوں سے کہتا ہے کہ تم اُس جانور کی جس میں تلوار کا گھاؤ تھا اور وہ تو بھی جیا
ایک مورت بناؤ۔ اور اُسے یہ دیا گیا کہ اُن سب کو جو اُس جانور کی مورت کو نہ پوجیں
قتل کروائے"

اس واقعہ سے ہمارے اُس بیان کی تائید ہوتی ہے جو ہمنے اوپر اس درندہ جانور کے
سروں میں سے ایک پر زخم کاری لگنے سے عثمان کا قتل ہونا مراد لی ہے۔ اور پوجوانے
سے مراد اُسکے احکام کی تعمیل کرانا ہے۔ چنانچہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب
اپنے علماء اور مشائخ کی پوجا کرتے ہیں۔ اس سے مراد ائمہ اہلبیتؑ نے یہ فرمائی ہے کہ
جو شخص کسی کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ اگر وہ احکام منجانب اللہ ہیں تو وہ تعمیل کرنیوالا
حضرت باری تعالےٰ کی پوجا کرتا ہے۔ اور اگر وہ احکام منجانب اللہ نہیں ہیں۔ تو وہ
تعمیل کرنیوالا اُس حکم دینے والے کی پوجا کرتا ہے۔ اس لئے اُن لوگوں کو جو اُسکے
احکام کی تعمیل کرتے ہیں اُس جانور کا پوجا کرنیوالا بیان کیا ہے۔ نہ کہ خدا کی پوجا یعنی
پرستش کرنیوالا۔ چنانچہ باب ۱۳۔ آیت ۴ میں درندہ جانور کی پوجا کرنیوالوں کی بابت
لکھا ہے کہ "اُنھوں نے اُس اژدہے (ابلیس) کی جسنے اُس جانور کے تئیں اختیار دیا
پرستش کی اور اُس جانور کی بھی پرستش کی"

اگر یہ احکام منجانب اللہ ہوتے تو ضرور بیان کیا جاتا کہ یہ خدا کی پوجا کرتا ہے۔
اور یہ جو لکھا ہے کہ جو شخص اُس جانور کی مورت کی پوجا نہ کرے اُسکو یہ دوسرا جانور
قتل کرا دیتا ہے۔ پس لفظ مورت سے اُسکے احکام اور پوجا نہ کرنیوالے سے محبِ اہلبیتؑ

مراد ہے۔ جو عثمان وغیرہ کے احکام کی تعمیل سے بیزاری کرے۔ چنانچہ اس دوسرے جانور یعنی حجاج بن یوسف نے ایک لاکھ بیس ہزار محبان اہلبیت رسول خدا صلوات اللہ وسلامہ علیہم کو قتل کرا دیا۔ اور یہ تعداد اُن مقتولوں کی ہے جنکو حجاج نے پکڑ پکڑ کر قتل کیا ہے وہ لوگ اُن سے علاوہ ہیں جو لڑائیوں کے موقعوں پر اُسکے حکم سے قتل کئے گئے۔

مقالۂ دوم

شہر مقدس کے بیان میں ۞

اب اُس گروہ کا بیان ہوتا ہے۔ جو اُس درندہ جانور کا ضد ہے جسکا اوپر مفصل بیان کیا گیا۔ اور جو لوگ اُس درندہ جانور سے مراد ہیں وہ بھی بیان ہو چکے۔

اُس درندہ جانور کے مد مقابل وہ لوگ ہیں جو مکاشفات یوحنا کے باب ۱۲۔ آیت ۱ و ۲ میں مذکور ہیں۔ یعنی ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوے اور چاند اُسکے پاؤں کے تلے۔ اور سر پر بارہ ستارہ کا تاج ہے۔

اُس عورت کی نسبت لکھا ہے کہ وہ فرزند نرینہ جنی جو لوہے کا عصا لیکر سب قوموں پر حکومت کریگا۔

بلحواے آیہ ششم پھر اس عورت کی باقی اولاد بھی اسی گروہ میں داخل ہے۔ کیونکہ اژدہا یعنی ابلیس اسکی باقی اولاد پر غصہ ہوا۔ اور اُنسے لڑنے گیا۔

ہم پہلے اُس عورت کو نبوت آخری ثابت کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ اُسکا پہلا فرزند نرینہ ہمارے نبی آخر الزمان جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور سورج سے بھی وہی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لئے گئے ہیں جیساکہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے اور میں بھی اس اعتقاد میں اُنکا شریک ہوں۔ وہی وہ سورج ہے جسکو حضرت یوحنا نے خواب میں دیکھا اور وہی وہ سورج ہے جسکی بشارت حضرت ملاکی کی کتاب میں آفتاب صداقت کے نام سے دیگئی اور اُسی کتاب میں عہد کا رسول بھی

کہا گیا ہے چنانچہ کتاب ملاکی۔ باب ۳۔ آیت ۱۔ میں مرقوم ہے۔ "دیکھو۔ میں اپنے رسول کو بھیجونگا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا۔ اور وہ خداوند جسکی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول۔ جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا۔ دیکھو وہ یقیناً آویگا۔ رب الافواج فرماتا ہے"۔

پھر باب ۴۔ آیت اولغایت ۳۔ میں لکھا ہے۔ "کیونکہ دیکھو وہ دن آتا ہے جو تنور کی مانند سوزاں ہوگا۔ تب سارے مغرور اور ہر ایک جو بدکاری کرتا ہے کھونٹی کی مانند ہونگے۔ اور وہ دن جو آتا ہے اُنکو جلا دیگا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ ایسا کہ وہ اُنکی نہ جڑ چھوڑیگا نہ ڈالی۔ لیکن تم پر جو میرے نام سے ڈرتے ہو آفتاب صداقت طالع ہوگا۔ اور اُسکے پنکھوں میں شفا ہوگی۔ اور تم نکلوگے۔ اور گاؤ خانے کے بچھڑوں کی طرح کودوگے پھاندوگے۔ اور تم شریروں کو پائمال کروگے۔ کیونکہ جس دن کہ میں یہ ٹھہراؤں رہے تمہارے پاؤں تلے کی راکھ ہونگے۔ رب الافواج فرماتا ہے"۔

پس معلوم ہوا کہ سوائے جناب پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سورج سے کوئی دوسرا شخص مراد نہیں اور یہی عہد کے رسول بھی ہیں یعنی عالم ذر میں تمام نبیوں اور پیغمبروں سے اس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ اُنمیں سے ہر ایک اپنی اپنی امت کو نبی آلاخر الزمان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ سے مطلع کرتا رہے اور بشارت دیتا رہے۔ جیسا کہ عمل ہوتا رہا۔

اُس عورت کی باقی اولاد کی صفت یہ لکھی ہے کہ وہ خدا کے حکم ماننے والے ہیں۔ اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں (دیکھو باب ۱۲۔ آیت ۱۷) اور یسوع مسیح کی گواہی سے مراد نبوت کی روح[۱] ہے (دیکھو باب ۱۹۔ آیت ۱۰ و ۱۱۔ میں) اور جونکہ بیان ہوا ہے کہ اژدہا یعنی ابلیس اُس عورت کی باقی اولاد سے لڑنے گیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ درندہ جانور بھی لڑا۔ اور وہی مدمقابل ہے۔ پس یہ بات ثابت

---

[۱] نبوت کی روح سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی کے اوصیاء برحق ہیں اور علم نبوت اُنکے پاس ہے ۱۲

کرنی چاہیے کہ باقی اولاد اُس عورت کی اور درندہ جانور مدمقابل ہیں۔ وہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس اژدہے یعنی ابلیس نے اپنا اقتدار اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اُسے (یعنی درندہ جانور کو) دیا۔ پس درندہ جانور ابلیس کا قائم مقام ہے۔ پس اس فقرہ سے کہ اُس عورت کی باقی اولاد سے ابلیس لڑنے گیا مراد یہ ہے کہ درندہ جانور میں داخل ہو کر خود ابلیس لڑتا تھا۔ اور بظاہر اُس درندہ جانور کو لڑاتا تھا جو اُسکا مطیع تھا۔ اور اسی بنا پر ہمنے پہلے لکھا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ درندہ جانور کی دُم نے آسمان کے تہائی ستارے گرائے حالانکہ مکاشفہ یوحنّا کے باب ۱۲ میں اژدھے کا اپنی دم سے آسمان کے تہائی ستارے کھینچکر گرانا بیان ہوا ہے۔

پھر اُس اولاد کی ایک علامت یہ بھی لکھی ہے کہ درندہ جانور اُن مقدسوں سے مقابلہ کریگا۔ اور اُنپر غالب آئیگا۔ (دیکھو باب ۱۳۔ آیت ۷) اُسی اولاد میں سے ایک کا نام برّہ ہے۔ اور اُسکے گروہ کے ماتھوں پر اُسکے باپ (علیؑ) کا نام لکھا ہے۔ (یعنی حیدری)۔ (دیکھو باب ۱۴۔ آیت ۱ و ۲۔ مکاشفہ) اور اُسکی باقی اولاد کے ماتحتوں کی یہ صفت لکھی ہے کہ "وہ گندگی میں نہیں پڑے۔ اور جہاں کہیں برّہ جاتا ہے اُسکے پیچھے جاتے ہیں۔ اور اُنکے مُنہ میں مکر نہیں ہے۔ اور خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔" (دیکھو آیت ۴ و ۵۔ باب ۱۴۔ مکاشفہ)

اور اُس عورت کی باقی اولاد کو تمثیلاً دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے کہ "وہ شہر مقدس" نیا یروشلم ہے۔ اور وہ شہر خدا کے پاس سے اُترا۔ اور اُسی شہر کی بابت آسمان سے یہ آواز سُنی گئی کہ یہ شہر خدا کا خیمہ ہے آدمیوں میں۔ اور خدا اُنکے ساتھ رہیگا۔ اور خدا اُنکی آنکھوں سے ہر ایک آنسو پونچھیگا۔" پھر اس بزرگ شہر مقدس یروشلم کی صفت یہ لکھی ہے کہ "اُس میں خدا کا جلال ہے۔ اور اُسکی روشنی بے نہایت بیش قیمت جواہر کی سی اور یشب کی مانند ہے۔ جو بلور کی طرح شفاف ہو۔ اور اُسکی بڑی اور بلند دیوار تھی۔ اور اُسکے بارہ دروازے ہیں {جو بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کے موافق ہیں۔ (جیسا کہ حدیث نبوی میں موجود ہے۔ فرمایا کہ جیسا کہ بنی اسرائیل میں بارہ نقیب ہوئے اُسی طرح میری اُمت

میں بار خلیفہ ہونگے)} اور وہ شہر خالص سونے کا شفاف شیشے کی مانند تھا۔ اور اُس شہر کی دیوار کی نیویں ہر طرح کے جواہرات سے آراستہ تھیں۔ پہلی نیو یشب کی تھی۔ دوسری نیلم کی۔ تیسری شب چراغ کی۔ چوتھی زمرد کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بارہ دروازے بارہ موتیوں کے تھے۔ ہر ایک دروازہ ایک ایک موتی کا تھا۔ اُس شہر کی سڑک خالص سونے کی شفاف شیشے کی مانند تھی۔ اور میں نے اُس میں کوئی ہیکل نہ دیکھی اس لئے کہ خداوند قادر مطلق اور برہ اُسکی ہیکل ہیں۔ اور وہ شہر سورج کا محتاج نہیں اور نہ چاند کا۔ کیونکہ خدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکھا ہے اور برہ اُس کی روشنی ہے۔ اور وے قومیں جنہوں نے نجات پائی ہے اُسکی روشنی میں پھرینگی اور کوئی چیز جو ناپاک۔ نفرت انگیز یا جھوٹ ہے اُس شہر میں کسی طرح در نہ آویگی"۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں بھی فرمایا ہے کہ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ یعنی نبوت کے گھر سے ہر قسم کی ناپاکی ہمنے دور رکھی ہے۔ (دیکھو پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۔ آیت ۳)

اور اُس شہر کی ایک علامت یہ لکھی ہے کہ "اُس میں آب حیات کی ایک صاف ندی ہے۔ جو بلور کی طرح شفاف ہے۔ اور وہ ندی خدا اور برے کے تخت سے نکلتی ہے۔ اور اُس سڑک کے بیچ میں واقع ہے۔ اور اُس ندی کے وار پار زندگی کا درخت ہے۔ اور اُس درخت کے پتے لوگوں کی شفا کے واسطے ہیں"۔ اور اُن لوگوں کو جو اُس شہر میں دروازوں سے داخل ہوں اور اُسکے حکموں پر عمل کریں مبارک لکھا ہے۔ اور جو اُس شہر میں دروازوں سے داخل نہیں ہوے اور باہر ہیں اُنکو کتے اور جادوگر اور حرامکار اور خونی اور بت پرست اور جھوٹ کے چاہنے والے اور جھوٹ بولنے والے بیان کیا ہے۔ اور اُنکا مکان اُس شہر کے باہر ہے۔ جیسا باب گیارہ کی پہلی اور دوسری آیت میں لکھا ہے۔ کہ "ایک سرکنڈا چوب کی مانند مجھے دیا گیا۔ اور وہ فرشتہ کھڑا ہوکے کہتا تھا کہ اُٹھ اور خدا کی ہیکل اور قربانگاہ اور اُنکو جو اُس میں عبادت کرتے ہیں اندازہ کر۔ مگر اُس دالان کو جو ہیکل کے باہر ہے چھوڑ دے۔ اور اُسے مت ناپ۔ کیونکہ وہ غیر قوموں کو دیا گیا ہے۔ اور وے مقدس

شہر کو بیالیس مہینوں تک پامال کرینگے"۔

پس جیساکہ درندہ جانور مقدسوں (بقیۂ اولاد عورت مندرجہ باب ۱۲۔ مکاشفات) سے بیالیس مہینہ تک لڑیگا۔ اُسی طرح یہ دالان جو غیر قوموں کو دیا گیا ہے۔ مقدسوں کو بیالیس مہینوں تک پامال کرتا رہیگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو مراد درندہ جانور سے ہے وہی مراد اس دالان سے ہے۔ اور چونکہ یہ دالان اُس شہر مقدس سے باہر اور ملا ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ دالان والے بظاہر مسلمان ہیں۔ مگر دراصل بوجہ باہر ہونیکے اسلام حقیقی سے خارج ہیں گو بظاہر مسلمانی کا دم بھرتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین تابعینِ اہلبیتؑ و مخالفینِ اہلبیتؑ کے حالات کا تطابق ان پیشین گوئیوں سے اور اُن واقعات سے جو مابین فریقین واقع ہوئے خود کر لینگے۔ بشرطیکہ اُنکو تلاش حق ملحوظِ خاطر ہو۔

شرح:۔ اب جاننا چاہئے کہ عورت سے مراد نبوت آخری۔ اور سورج سے مراد ہمارے نبی آخرالزمانؐ۔ اور چاند سے مراد جناب سیدہ سلام اللہ علیہا۔ اور بارہ ستارے جو خواب میں سورج کے تلے دکھائی دئے ہیں وہ بارہ نائب رسولؐ ہیں۔ یعنی ائمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم۔ جنکا حاصل یہ ہوا کہ نبوت آخری میں اصل جناب رسالت مآب اور بارہ اُنکے نائب۔ اور ایک جناب سیدہ یہ کل چودہ معصوم ہیں۔ اور معصوم اسوجہ سے کہا گیا کہ اسی باب کی آیت ستر۱۷ہ میں لکھا ہے کہ اُس عورت کی باقی اولاد (جنسے مراد ائمہ اثنا عشر ہیں اور جناب سیدہؑ) خدا کا حکم ماننے والے ہیں۔ اور جو شخص گناہگار ہوتا ہے۔ اُسپر یہ لفظ کبھی صادق نہیں آتا کہ خدا کا حکم ماننے والا ہے۔ پس جس شخص کی نسبت یہ کہا جائے کہ وہ خدا کا حکم ماننے والا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ گناہگار نہیں ہے۔ اور یہی معنی معصوم کے ہیں۔ اور ایک صفت اس باقی اولاد کی یہ بھی تحریر ہے کہ وہ یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں۔ اور اس گواہی کی شرح آیت ۱۰ باب ۱۹ میں یہ تحریر ہے کہ اُن میں روح نبوّت ہے نہ خود نبوّت۔ اور روح نبوّت سے مراد وہ علم کامل ہے جو نبی کے ذریعہ سے خداوند تعالےٰ نے ہدایت مردم کے واسطے نازل فرمایا۔ جسکا صریح یہ مطلب ہوا کہ باوجودیکہ وہ نبی نہیں ہیں۔ تاہم بوجہ عالم ہونے اُن سب علوم

کے جو رسول اللہ کو بغرض ہدایت مردم عطا ہوئے تھے یہ نائب برحق رسولؐ کے ہوئے اور سوائے نبوّت وہی منصب انکو بعد جناب رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حاصل ہے جو رسول خداؐ کو حاصل تھا۔ اور یقیناً اُس عورت کو بقیّہ اولاد سے جنکی صفت معصوم ہونا۔ اور علم نبوّت کا عالم ہونا بیان ہوا ہے انہی سے مراد ہے وہ اولی الامر ہیں جنکی اطاعت کا حکم خداوند تعالےٰ نے مثل رسولؐ صادر فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول واولی الامر منکم (دیکھو پارہ ۵۔ رکوع ۵)

اس سے ظاہر ہے کہ اُمّت پر اولی الامر کی اطاعت مثل رسولؐ واجب ہے۔ اگر اولی الامر فاسق کو مانا جائے تو گویا خدا حکم دیتا ہے کہ اُسکی اطاعت کرو جو دین میں فسق و فجور پھیلادے۔ اور یہ امر محال ہے۔ پس جبکہ خداوند تعالےٰ نے مثل رسولؐ کے اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا تو یقیناً معلوم ہوا کہ یہ اولی الامر بھی اپنے افعال میں معصوم اور عالم علم نبوّت ہیں۔ اگر وہ صاحب جہل ہوتے تو ضرور تھا کہ اُنسے مسئلے بتانے میں غلطیاں صادر ہوں۔ اور احکام الٰہی بدل جائیں۔ اور یہ بات خداوند عالم کو جسنے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے نبی بھیجے اور اُنکے ذریعہ اپنے احکام نازل فرماکر اُنپر عمل کرنیکا حکم قطعی نازل فرمایا۔ ہرگز منظور نہیں۔ اور ہرگز ایسے لوگوں کی اطاعت کا حکم مثل اطاعت رسول نہیں دے سکتا جو خاطی اور جاہل مسئلہ اور فاسق ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ جن اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ وہ سوائے نبوّت کے مثل رسولؐ کے معصوم ہیں۔ اور علم ہدایت کے اُسی طرح عالم کامل ہیں۔

فرزند نرینہ جو اس عورت کا بیان کیا گیا ہے اور غالباً پہلا ہی ہے اس سے بھی ہمارے خیال میں حضرت رسالت مآب نبی آخر الزمان یعنی جناب محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی مراد ہیں۔ اگرچہ بعض اہل اسلام نے اُسکو جناب صاحب الامر حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام سے بھی تعبیر کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اُنہی کا خیال صحیح ہو۔ کیونکہ یہ جو لکھا ہے کہ وہ لوہے کا عصا لیکر حکومت کریگا اس سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ یہ نبی صاحب جہاد ہوگا۔ کیونکہ بعد

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے کوئی نبی ایسا نہیں آیا جسے جہاد کرنے کی اجازت ہوا اور بموجب پیشین گوئی یوحنا کے آنا ضرور ہے۔ اور یہ مراد بھی لینی بیجا نہیں ہو سکتی کہ وہ حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ جب آخری زمانہ میں بموجب پیشین گوئی مہاتما بدھ جسکا ذکر پہلے آچکا ہے اور نیز بموجب پیشینگوئی حضرت دانیال پیغمبر جسکا بیان انشاء اللہ آگے آئیگا جب تمام دنیا ظلم و جور سے معمور ہو جائیگی اور مقدسوں کا زور گھٹ جائیگا تو حضرت صاحب العصر عجل اللہ فرجہ ظہور فرمائینگے۔ اور جہاد فرما کر اپنی تلوار کے زور سے تمام دنیا کو اپنا محکوم بنا لینگے اور مشرق سے مغرب تک ایک دین جو دین حقہ اور مطابق منشائے خدا و رسولؐ ہوگا پھیلا دینگے ہ

تمانیا یہ مہدی آخر زماںؑ		پُر نخواہد شد ز اہل حق جہاں

اور یہ جو لکھا ہے کہ درندہ جانور مقدسوں سے لڑیگا۔ اور اُنپر غالب ہوگا۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ جسکا ثبوت پیش کرنیکی حاجت نہیں۔ خود ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو درندہ جانور کے مصداق قرار دئے گئے ہیں اور حدیث الخلافۃ بعدي ثلثون سنۃ ثم یکون ملک عضوض میں انکو ملوک گزندہ کہا ہے کما فی العقائد للنسفی اور جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان مقدسوں (یعنی ائمہ اثنا عشر) سے ہمیشہ مخالف رہے۔ اور اُنپر دنیاوی امور میں غالب آئے۔ مثلاً حضرت علی علیہ السلام کو بعد جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا واسطہ خلافت ظاہری حاصل نہوئی۔ اور جب چوتھی مرتبہ خلافت اُنکو ملی تب بھی مخالفت نہ گئی۔ اور معاویہ وغیرہ سے لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور سوائے غزوہ جمل و جنگ نہروان کے غلبۂ کامل نہیں ملا۔ بعد شہادت حضرت امیر خیبر گیر حضرت امام حسن علیہ السلام نے شریروں کی شرارت سے تنگ آکر امیر معاویہ سے صلح کرلی۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام بمقابلۂ یزید ابن معاویہ شہید ہوے۔ اور باقی ائمہؑ زہر سے شہید کیے گئے۔ اور کبھی اُنکو سلطنت ظاہری نہ ملی۔ یعنی درندہ جانور ہمیشہ مقدسوں سے لڑتا رہا۔ اور دنیاوی امور میں غالب آیا۔

لفظ برّہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام مراد ہیں۔ جو مثل برّہ کے میدان کربلا میں

ذبح کئے گئے۔ اور لفظ برّہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام مراد لینے کی تائید کتاب یسعیاہ باب ۵۳ سے ہوتی ہے۔ جو بطور ضمیمہ اس کتاب کے آخر میں تحریر کیا جائیگا جب اس کتاب کے ناظرین اُسے مطالعہ کرینگے تو یقین ہے کہ اُنکے دل میں کچھ شک باقی نہ رہیگا۔ اور برّہ کے مطیعوں اور محبّوں کی علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ اُسکے باپ کا نام اُنکے ماتھوں پر لکھا ہوگا۔ اور برّہ یعنی جناب امام حسین علیہ السلام کے والد بزرگوار کا نام علیؑ بھی ہے اور حیدر بھی۔ اور ماتھوں پر برّے کے باپ کا نام لکھا ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُنکا پیرو فرقہ شیعیان علیؑ کے نام سے نامزد ہوگا۔ اور اس گروہ کو حیدری کہینگے۔ اور بموجب اس پیشینگوئی کے یہی فرقہ ناجی ہے۔ اور شاعر ادیب نے معنی اس فقرہ کے کہ نام اُسکے باپ کا اُنکے ماتھوں پر لکھا ہوگا اسطرح نظم کئے ہیں ؎

	چشم بکشا زلف بشکن جان کن	۔	بہر تسکین دل بریان من	

اور اس حیدری گروہ یا شیعیان علیؑ کی خاص علامتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ اس فرقہ کے لوگ نائبان برحق رسول خداؐ کے مطیع اور اُنکے حکم کے ماننے والے ہیں۔ اور اہلبیت رسولؐ کا پیرو بحکم حدیث ثقلین گمراہ نہیں ہوتا۔ یہی مراد ہے کہ خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔

پھر اس باقی اولاد کو تمثیلاً "شہر مقدس" نیا یروشلم بیان کیا گیا ہے۔ جو خدا کی طرف سے اُترا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ نبی آخرالزمان اور اُنکے بارہ نائب خدا کے پاس سے آئے یعنی یہ سب منصوص من اللہ ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلافت نبوّت کی طرح منجانب اللہ ہے۔ نہ اجماعی۔ اور چونکہ اس رسولؐ اور ائمہ اثنا عشر کو کتب سابق کی پیشین گوئیوں میں شہر مقدس کے طور پر بیان کیا گیا ہے تو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی مضمون کو ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انا مدینۃ العلم وعلیٌ بابھا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُسکا دروازہ ہے۔ اس حدیث سے پیشینگوئی

شہر مقدس کی شرح میں بھی مدد مل گئی کہ شہر جناب رسول خدا ہیں اور اُس شہر کے بارہ دروازے ہیں جن میں سے ایک پہلے دروازہ کا نام تو کھلم کھلا علیؑ بتا ہی دیا ہے اور باقی گیارہ دروازوں کا اشارہ بھی اسی حدیث شریف میں موجود ہے اور وہ یوں سمجھنا چاہیے کہ علیؑ کے بعد لفظ بابہا ارشاد ہوا ہے جسکے عدد گیارہ ہیں۔ حاصل حدیث یہ ہوا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکا پہلا دروازہ ہیں اور گیارہ دروازے اُنکے بعد اور ہیں جو سب بارہ دروازے ہوے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ خدا اُنکی آنکھوں سے ہر ایک آنسو پونچھیگا یعنی شیعوں کی آنکھوں سے جو بڑے کے مطیع ہیں اور آنسو پونچھنا اصطلاحی کلام ہے جس طرح بزبان فارسی اُسے اشک مالی کہتے ہیں جو بمعنی تسلی اور نیز مصیبت کے بدلے میں جزا دینے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اس سے ضمناً یہ پتہ بھی ملتا ہے کہ یہ کوئی ایسا گروہ ہے جس پر کچھ ایسے سخت مصائب گزرینگے جنکے سبب اُنکو اکثر رونے کا اور آنسو بہانے کا موقع ملتا رہیگا جن آنسوؤں کے پونچھنے کا خداوند تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اسی میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ایک زمانہ وہ آئیگا کہ یہ اپنے ظالموں سے بدلہ لینگے۔ اور پھر اُنکی آنکھوں میں آنسو نہ رہیگا۔ جو منشا ہندوستانی محاورہ میں آنسو پونچھنے کا ہے۔

اس شہر مقدس کے صاحب جلال خداوندی۔ روشن اور صاف ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُسکے احکام سب روشن بے عیب اور معقول ہونگے۔ اور کسی طرح کی غلطی اُن میں نہوگی۔ جس طرح روشنی میں تاریکی نہیں ہوتی۔

اس شہر کے بارہ دروازے ہیں۔ جس سے مراد یہ ہے کہ جناب رسالت مآبؐ جو شہر علم ہیں وہ شہر مقدس ہیں۔ اور اُس شہر کا علم باہر نکلنے کے واسطے اور نیز اُس شہر علم کی خوبی دیکھنے کو اُس میں داخل ہونیکے لئے بارہ دروازے ہیں۔ اور یہ مراد لینے کی تائید اُسی حدیث انا مدینة العلم وعلیؑ بابہا سے ہوتی ہے۔

اور ہر دروازہ ایک ایک موتی کا تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو حضرات دروازوں سے مراد ہیں یعنی ائمہ اثنا عشر وہ ہر عیب سے اس طرح پاک ہیں جس طرح عیب سے

موتی پاک ہوتا ہے۔

اور اُس شہر کی سڑک خالص سونے کی شفاف شیشے کی مانند بیان کی گئی ہے جس سے مراد وہ اصول و فروع شرع اسلام ہیں جو اصل شہر کے بنائے ہوئے ہیں اور دروازوں کی راہ امت کو حاصل ہوئے ہیں۔

اُس شہر میں کوئی ہیکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسکی ہیکل خدا اور برہ ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اس شہر کا بڑا چمکدار ستارہ برہ ہی ہے۔ اور اس شہر میں روشنی جو ہے وہ اُسی کی ہے۔ اور جہاں دیکھو اس شہر میں اس برہ ہی کا ذکر بکثرت پایا جاتا ہے۔ جو مراد حضرت سید الشہدا علیہ السلام سے ہے۔ چنانچہ اسلامی جھنڈا بھی ہر سال دنیا بھر میں شرق سے غرب تک اُسی کے نام سے اُڑایا جاتا ہے۔ جو حسینی جھنڈا اور روشنی دین اسلام کی ہے۔ اور اقوام نجات یافتہ کی علامت یہ بتلائی ہے کہ برہ کی روشنی میں پھرینگے پس ظاہر ہے کہ جو قوم حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیرو اور اُنکی تعزیہ دار اور اُنکی شہادت کی روشنی میں پھرنیوالی ہے اُسکا مصداق فرقہ شیعہ ہی ہے۔ جیسا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ یا علي انت وشيعتك هم الفائزون۔ اور اسی حدیث کی وجہ سے ابن الحجر نے صواعق محرقہ میں اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے تحفہ میں تمام گروہ اہل سنت وجماعت کو شیعیان اوّل حضرت امیر المومنین علیہ السلام قرار دیا ہے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ کوئی شے جو ناپاک اور نفرت انگیز اور جھوٹ ہو وہ اُس شہر میں ورنہ آئیگی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ شہر علم یعنی جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع بارہ دروازوں یعنی ائمہ اثنا عشرؑ کے معصوم ہیں اور وہی لوگ جو اُنکی پیروی کرتے ہیں اور اُنکے احکام کو مانتے ہیں اس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ غیروں کو راہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اُس شہر سے باہر ہیں۔ جسطرح بیان ہوا کہ ایک دالان اُس ہیکل کے باہر غیروں کو دیا گیا ہے۔

اور اس شہر کی یہ علامت بھی لکھی ہے کہ اُس شہر کی سڑک کے بیچ میں صاف اور شفاف پانی کی ایک ندی ہے۔ اُس سڑک سے مراد تیرہ معصوم ہیں جنکے بیچ میں ایک ندی ہے۔ اور ندی کو عربی میں جعفر کہتے ہیں۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ ندی کا پانی صاف اور شفاف ہے۔ اُسکا ترجمہ عربی میں صادق ہے۔ پس یقیناً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اُس سڑک کے بیچ میں یعنی تیرہ معصوموں کے بیچ میں ایک صاف اور شفاف پانی کی ندی یعنی ایک شخص جعفر صادق نام کا ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمالیں کہ نقشۂ ذیل میں وہ بیچ میں ہے یا نہیں۔

	سڑک			بیچ میں صاف و شفاف پانی کی ندی		سڑک	
۱	حضرت رسول خداؐ	۱			۱	حضرت امام موسیٰ کاظمؑ	۸
۲	حضرت علیؑ	۲			۲	حضرت امام علی الرضاؑ	۹
۳	حضرت امام حسنؑ	۳	(۷)		۳	حضرت امام محمد تقیؑ	۱۰
۴	حضرت امام حسینؑ	۴	حضرت امام جعفر صادقؑ		۴	حضرت امام علی نقیؑ	۱۱
۵	حضرت امام زین العابدینؑ	۵			۵	حضرت امام حسن عسکریؑ	۱۲
۶	حضرت امام محمد باقرؑ	۶			۶	حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ	۱۳

کیا اس سڑک سے جو اُس شہر مقدس میں واقع ہے اور جسکے بیچوں بیچ صاف و شفاف پانی کی ندی ہے کوئی دوسرا گروہ سوائے ان حضراتؑ کے مراد لیا جا سکتا ہے؟ حافظ نے اس سڑک کو اپنی نظم میں اس طرح بیان کیا ہے۔

جعفری باش گر خدا خواہی		ورنہ در ہر طریق گمراہی

ایسا تطابق کسی اور پر ہرگز ممکن نہیں۔ اور واقع بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اور جب یہ لکھا ہے کہ وہ ندی خدا اور برّے کے تخت سے نکلی ہے تو خوب ظاہر ہے کہ حضرت یعنی جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام خدا کے تخت ہی سے نکلے۔ یعنی انکا تقرر

منجانب اللہ ہوا ہے۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ برّے کے تخت سے نکلی ہے۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی نسل سے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اس ندی سے انسان کیوں مراد لی گئی اسکی وجہ یہ ہے کہ اس ندی کی بابت لکھا ہے کہ وہ برّے کے تخت سے نکلتی ہے اور برّہ ایک انسان کو تمثیلاً بیان کیا گیا ہے۔ پس برّے کے تخت سے نکلنا اُسکی اولاد سے مراد ہے۔ اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ فرشتہ نے یوحنا سے بیان کیا ہے کہ یہ واقعات عنقریب ظاہر ہونیوالے ہیں۔ اور مراد ان چیزوں سے انسان ہیں۔ چنانچہ درندہ جانور کے بیان میں جو عدد جانور کا چھ سو چھیاسٹھ لکھا ہے وہاں بھی بیان کیا ہے کہ یہ انسان کا عدد ہے۔ جسطرح درندہ جانور کے حالات میں لکھا ہے کہ اُس سے پہلے بادشاہ اور اُسکے بعد کے بادشاہ سب ہلاکت میں جانیکو ہیں۔ اُسی طرح اس شہر مقدس کی ندی کے وار اور پار زندگی کا درخت ہے۔ یعنی جو شخص انکی بتائی ہوئی راہ پر چلیگا وہ حیات جاوید پائیگا۔ اور اُس زندگی کے درخت کے پتے جو اُس ندی کے وار پار ہیں وہ مجتہدین اور علمائے اثنا عشریہ ہیں۔ جنکی ہدایت پر چلنے سے لوگ مرض بدمذہبی سے نجات پاتے ہیں۔ یہی اس فقرہ کا مطلب ہے کہ اُسکے پتّوں میں لوگوں کے واسطے شفا ہے۔

اِس شفاف پانی کی ندی کی نسبت جو لکھا ہے کہ برّے کے تخت سے نکلی ہے اُس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام کے امامت نسل حضرت سید الشہدا علیہ السّلام میں ہوگی۔ اور یہ عطیہ اُن حضرتؑ کو بعوض شہادت حضرت رب العزت نے مرحمت فرمایا ہے۔





ضمیمہ

بغرض اثبات مراد برّہ از حضرت سید الشہدا علیہ السلام

کتاب یسعیاہ نبی کے باب ۵۳ میں مرقوم ہے کہ "ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا۔ اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا؟ وہ اُسکے آگے کونپل کی طرح پھوٹ نکلا ہے اور اُس جڑ کی مانند جو خشک زمین سے پنپتی ہو۔ اُسکے ڈیل ڈول کی کچھ خوبی نہ تھی۔ اور نہ کچھ رونق کہ ہم اُسپر نگاہ کریں۔ اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اُسکے مشتاق ہوویں وہ آدمیوں میں بے نہایت ذلیل اور حقیر تھا۔ وہ مرد غمناک اور رنج کا آشنا ہوا۔ لوگ اُس سے گویا روپوش تھے۔ اُسکی تحقیر کی گئی۔ اور ہمنے اُسکی کچھ قدر نہ جانی یقیناً اُسنے ہماری مشقتیں اُٹھالیں۔ اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا۔ پر ہمنے اُسکا یہ حال سمجھا کہ وہ خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا ہے۔ پر وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کی لئے اُسپر سیاست ہوئی۔ تاکہ اُسکے مار کھانے سے ہم چنگے ہوں۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا۔ پر خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اُسپر لادی۔ وہ تو نہایت ستایا گیا اور غمزدہ ہوا۔ تو بھی اُسنے اپنا مُنہ نہ کھولا۔ وہ جیسے برّہ ذبح کرنے لئے جاتے ہیں اور جیسے بھیڑ اپنے بال کترنیوالے کے آگے بے زبان ہے اُسی طرح اُسنے اپنا مُنہ نہ کھولا۔ ایذا دیکے اور اُسپر اپنا حکم کرکے دے اُسے لے گئے پر کون اُسکے زمانے کا ذکر کریگا کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا۔ میرے گروہ کے گناہوں کے سبب اسپر مار پڑی اُسکی قبر بھی شریروں کی درمیان ٹھہرائی گئی تھی پر وہ اپنے مرنے کے بعد دولتمندوں کے ساتھ ہوا۔ کیونکہ اُسنے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اور اُسکے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا۔ لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کچلے اور اُسے غمگین کیا

جب اُسکی جان گناہ کے لئے گزرانی جاوے تو وہ اپنی نسل کو دیکھیگا۔ اور اُسکی عمر دراز ہوگی۔ اور خدا کی مرضی اُسکے ہاتھ کے وسیلہ بر آویگی۔ اپنی جان ہی کا دُکھ اُٹھا کے وہ اُسے دیکھیگا۔ اور سیر ہوگا۔ اپنی ہی پہچان سے میرا صادق بندہ بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا۔ کیونکہ وہ اُنکی بدکاریاں اپنے اوپر اُٹھا لیگا۔ اسلئے میں اُسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصہ دونگا۔ اور وہ لوٹ کا مال زورآوروں کے ساتھ بانٹ لیگا۔ کہ اُسنے اپنی جان موت کے لئے اُنڈیل دی۔ اور وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا۔ اور اُسنے بہتوں کے گناہ اُٹھا لئے اور گنہگاروں کی شفاعت کی"۔

شرح۔ اس باب میں ایک شخص سخت مصیبت زدہ کا تذکرہ ہے۔ اور اُسکی علامتیں بھی لکھی ہیں جس سے صاحب فہم سمجھ سکے کہ یہ کس شخص کا تذکرہ ہے۔ باب ۵۳ کتاب یسعیاہ پیغمبر کی کل عبارت اوپر تحریر ہو چکی ہے۔ اب اُسی باب سے اُن علامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور قبل اسکے کہ اصل مصداق ظاہر کیا جائے۔ یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ نصارے نے اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ اور مسلمان جناب امام حسین علیہ السلام کو۔ یہ اس غرض سے لکھا گیا کہ اس باب کی شرح میں ناظرین کو اُن مصداقوں کی صحت یا غلطی کے جانچنے کا موقع ملے جو حضرات نصارے نے قرار دئے ہیں۔ اور اب ہم بیان کرتے ہیں اور انشاءاللہ موقع بموقع اشارہ بھی کیا جائیگا۔

اُسکا ذکر اس طرح شروع کیا ہے کہ وہ خدا کے پیغام پر اعتقاد لایا۔ پھر لکھا ہے کہ خدا کا ہاتھ اُسپر ظاہر ہوا۔ جس سے مراد یہ ہے کہ یہ شخص خدا کا مقرب ہے۔ پھر یہ پتہ لکھا ہے کہ وہ کونپل کی طرح سے پھوٹ نکلا اُس جڑ سے جو خشک زمین سے پنپتی ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جس جڑ سے یہ کونپل نکلی ہے وہ خشک زمین عرب میں یثرب و حجاز کی ہے اور کونپل کی جڑ یعنی اصل حضرت نبوی عربی ہیں۔ جنکا نشو و نما اُس خشک زمین یعنی بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ میں ہوا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جڑ سے یہ کونپل نکلتی ہے وہ خشک ہے یعنی اُس میں دودھ نہیں ہے جیسا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی والدہ

کا نام مبارک فاطمہؑ ہے اور فاطمہ کے معنی دودھ نہ رکھنے والی ہیں۔ پس پیشین گوئی میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ یہ فاطمہ کا فرزند ہے۔

پھر لکھا ہے کہ وہ آدمیوں میں بے نہایت حقیر اور ذلیل ہوا۔ پس جیسی حقارت اور تذلیل منافقین امت محمدیہ کے ہاتھ سے جناب امام حسین علیہ السلام اور اُنکے اہلبیتؑ کی ہوئی۔ اُسکی نظیر حضرت آدمؑ سے تا ایندم تلاش کرنا عبث ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ

آدمؑ صفی اللہ سے تا عیسٰیؑ دوراں	ایسی نہ کٹی تھی کوئی سرکار حسینا

پس یہ فقرہ کہ بے نہایت ذلیل اور حقیر ہوا۔ اس فقرہ کا مصداق چاہے کسی اور کو بھی کر لیجئے۔ مگر حضرت مظلوم کربلا سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام سے زیادہ بے نہایت کے لفظ پر لحاظ رکھکر انسے زیادہ کسی پر صادق نہیں آتا۔

وہ مرد غمناک اور رنج کا آشنا ہوا۔ اسکے معنی واضح طور پر ظاہر ہیں۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر خوب چسپاں ہوتے ہیں۔ شاید کسی ذی عقل کو تامل نہوگا۔

لوگ اُس سے گویا روپوش تھے۔ اس فقرہ سے مراد یہ ہے کہ سوائے چند اور معدود جاں نثار ہمراہیوں کے کل اہل اسلام اُس سے منحرف تھے۔ یا مُنہ چھپاتے تھے کہ اُنکی امداد نہ کرنی پڑے۔ جیسا تواریخ سے ظاہر ہے۔ اور یہ وہ علامت ہے جو سوائے حضرت سید الشہدا علیہ السلام کے کسی دوسرے میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔

یقیناً اُسنے ہماری مشقتیں اُٹھالیں۔ اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر اُٹھایا اس سے یہ مراد ہے کہ جو گمراہی بعد نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر مسلمانوں میں پیدا ہوگئی تھی اور اُس گمراہی کی وجہ سے جو مصائب اُخروی اُن گمراہ شدگان کو اور جسکا خطرہ دیگر مسلمانوں پر بھی تھا اُسکا غم حضرتؑ نے اپنے اوپر اُٹھایا۔ اور اُس گمراہی کے علاج کی طرف متوجہ ہوگئے۔

شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ بعد رسول اللہ صلعم یہ قرار پایا کہ خلیفہ اور جانشین پیغمبر وہ شخص نہونا چاہیے جسے خود جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامزد کیا ہو

بلکہ اُمّت کے ہاتھ میں جانشین پیغمبرؐ کا انتخاب ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اسی اصول ایجادی پر عمل ہوا اور یہ بھی قرار پایا کہ جو احکام خلیفۂ منتخب شدہ صادر کرے وہی احکامِ اسلام سمجھے جائیں۔ وہ گو غلط ہوں۔ یا خلاف شریعت۔ چنانچہ اسپر بھی عملدر آمد ہونے لگا۔ اور یہانتک اُسے تقویت دی گئی کہ اگر کسی غیر مجرم اور ہادی اُمّت اور اولاد رسولؐ کو بھی جو معصوم ہیں قتل کا حکم دے تو وہ بھی واجب التعمیل ہو۔ پس جب حضرت امام حسین علیہ السّلام نے یہ حالت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ ایسے خلیفہ کی اطاعت کرنے سے اسلام روے زمین سے بالکل اُٹھ جائیگا اور امّت محمدی گمراہ ہو کر سب کی سب جہنمی ہو جائیگی لہذا اُنکے گمراہ ہونیکا غم حضرتؑ نے اپنے اوپر اُٹھا کر شہادت منظور فرمائی۔ اور امّت کو گمراہ ہونے سے بچایا۔ اور یہی منشا اُس حدیث کا ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ اگر شہادت نہوتی تو امّت کی نجات نہوتی۔ یعنی یہ شہادت باعثِ بخشش امّت ہے۔ اور یہ خیال جیسے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام عیسائیوں کے گناہ کا کفّارہ عیسائیوں کے خیال میں تصور کئے جاتے ہیں اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت مسلمانوں کے گناہوں کا کفّارہ ہوگی محض غلط ہے بلکہ شہادت اُنکی اُس گمراہی امّت کے رفع کرنے کی موجب ہے جو امّت نے اپنی طرف سے پیدا کی اور جسکا انجام دوزخ ہے۔ پس شہادت بوجہ رفع کرنے اُس گمراہی کے موجب بخشش امّت ہوئی۔ یہ مطلب نہیں کہ امّت نے جو گناہ کئے اور کرتی ہے اُسکا کفّارہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت ہے۔ اور خاطی اور گنہگار اور عاصی قیامت میں اپنے اعمال زشت کا عذاب نہ بھگتینگے۔ اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ یہ شہادت اُس گروہ امت کے لئے موجب بخشش ہے جو اس شہادت کو موجب نجات بمعنی مذکورۂ بالا سمجھتا ہو۔ نہ اُس اُمّت کے لئے جو یزید ابن معاویہ کو بوجہ اجماع خلیفۂ برحق سمجھے بموجب اصول ایجاد کردۂ خلفائے سابقہ کے یعنی جسپر امت کا اجماع ہو جائے۔ یا خلیفۂ سابق (پیغمبر اور رسول خدا نہیں) اُسکو نامزد کر جائے یا وہ خود کسی طرح غلبہ حاصل کرلے وہی خلیفۂ برحق مانا جائے۔ اور یزید میں یہ تینوں وجوہ بطریق کامل موجود تھیں۔ جو خلفائے سابق میں نہ تھیں۔ جسکے سبب

یزید خلیفۂ برحق اور امام حسینؑ اُسکی مخالفت کے سبب باغی اور خارجی ٹھہرائے گئے۔ چنانچہ جب سرِ مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام مع اہلبیت عصمت و طہارت یزید کے پاس جارہا تھا اور لوگ رستہ میں پوچھتے تھے کہ یہ سر کسکا ہے اور یہ اہلبیتؑ کسکے ہیں تو بیان کیا جاتا تھا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے جسنے خلیفۂ وقت پر خروج کیا تھا۔ اور اُسی خارجی کے یہ اہلبیتؑ ہیں۔ گو شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی وقعت اور عظمت فرقۂ عامۂ اہل اسلام و پیروانِ خلفائے اجماعی کی نظروں میں ایک بکرے کو ذبح کردینے سے زیادہ نہیں پائی جاتی جو شیعانِ علیؑ اور فرقۂ حیدری پر برابر جناب امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے سبب اعتراض کرتے ہیں اور اُنکی مصیبت یاد کرکے محزون و مغموم ہونے پر ہنسی اور ٹھٹھے اُڑاتے ہیں۔ مگر پروردگار عالم کے نزدیک اس شہادت کی اس درجہ قدر و منزلت ہے کہ اس شہادت کو ذبح عظیم فرمایا ہے۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر محزون و مغموم ہونیکا حکم تاکیدی دیا ہے۔ چنانچہ کتاب یرمیاہ پیغمبر میں شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی خبر ان الفاظ میں دی گئی ہے کہ "کیونکہ یہ خداوند رب الافواج کا دن ہے۔ اور انتقام کا دن۔ تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے۔ اور تلوار کھاجائیگی۔ اور سیر ہوگی۔ اور اُسکا لہو پیکے مست ہوگی۔ کیونکہ خداوند رب الافواج کے لئے اُتر کی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہے[1]۔" (دیکھو باب ۴۶ آیت ۱۰) اور دریائے فرات کے کنارے سوائے جناب سید الشہدا علیہ السلام کے کوئی نبی یا وصی ذبح نہیں کیا گیا اس سبب سے یقیناً یہ پیشینگوئی حضرت امام حسین علیہ السلام ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ "رب الافواج کے لئے اُتر کی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہے۔" اس سے ثابت ہوگیا کہ یہ ذبح عظیم ہے کیونکہ جب انسان اپنے واسطے ادنے چیز منظور نہیں کرتا تو پروردگار عالم جو سب سے اعلےٰ اور افضل ہے ادنے قربانی اپنے لئے کس طرح قبول کرلیگا۔ اور کتاب احبار باب ۲۳ آیت ۲۶ لغایت ۳۲ میں پروردگار عالم عید غم کے احکام بیان فرماتا ہے کہ "پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کرکے فرمایا۔ ساتویں مہینے میں بھی اور اُس کے دسویں روز کفارہ دینے کا دن ہوگا۔ تمہاری

[1] یہ عبارت اُردو ترجمہ سے نقل ہوئی ہے جو صحیح ترجمہ نہیں ہوا۔ اصل صحیفہ میں اسطرح ہے کی زبح لا دونائی یہوہ صبا اوت ... ارض صافون ال نہر فرات (کیونکہ خداوند رب الافواج کی سرزمین صفین میں نہر فرات کے کنارے پر ایک بڑی قربانی مقرر ہے) یہ مطلب بالکل صحیح ہے

مقدس جماعت ہوگی۔ تم اُس دن آپ کو غمزدہ بناؤ۔ اور خداوند کے لئے آگ سے قربانی گزرانو۔ تم عین اُسی دن کوئی کام نہ کرنا کیونکہ وہ کفارے کا دن ہے کہ تم خداوند اپنے خدا کے آگے اپنے لئے کفارہ دو۔ جو کوئی انسان کہ عین اُس دن میں غمگین نہ ہوجائیگا وہ اپنی قوم سے کٹ جائیگا۔ اور جو انسان عین اُس دن میں کوئی کام کریگا میں اُس انسان کو اسکی قوم میں سے فنا کر دونگا۔ تم کسی طرح کا کام مت کرنا۔ یہ تمہارے سارے گھروں میں تمہارے قرنوں کے لئے قانون ابدی ہوگا۔ یہ تمہارے لئے سبت آرام کیلئے ہوگا۔ تم آپ کو غمگین بنائیو۔ تم اُس مہینے کی نویں دن کی شام سے دوسری شام تک اپنے آرام کا وقت مان لیجیو"۔ یہ تمام احکامِ عاشورۂ محرم بیان ہوئے ہیں۔ اور ایسا صاف اور عام فہم مضمون ہے جسکی شرح کی ضرورت نہیں صرف چند باتیں قابل تصریح ہیں۔ جنکو واضح کر دینا ضروری ہے۔ یہ جو لکھا ہے کہ ساتویں مہینے میں اوسکے دسویں روز کفارہ دینے کا دن ہوگا۔ اس مراد یہ ہے ماہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کفارہ دیا جائیگا یعنی بروز عاشورہ وقوع شہادت ہوگا۔ دسویں تاریخ یا دسواں دن تو معلوم ہے مگر محرم تو ساتواں مہینہ نہیں بلکہ پہلا مہینہ ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ محرم سن ہجری کے حساب سے پہلا مہینہ ہے۔ اور احکام مذکورۂ بالا حضرت موسےٰ علیہ السلام کو پہنچے۔ اُس زمانہ میں مروجہ وقت سن کی اعتبار سے محرم ساتواں مہینہ ہوتا تھا۔ اور اس بات میں کسی گروہ۔ کسی فرقہ اور کسی قوم کو کچھ کلام نہیں۔ سب بالاتفاق ملنے ہوئے ہیں۔ اب میں دوسرے حساب سے محرم کو ساتواں مہینہ اسلامی طریقہ کے مطابق ثابت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعثت جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رجب المرجب میں ہوئی جو سال بعثت کا پہلا مہینہ ہے اور ماہ رجب سے ماہ محرم ساتواں مہینہ ہے۔ لہذا موسوی اور اسلامی دونوں حسابوں سے محرم ساتواں مہینہ ثابت ہوگیا اور اسی مہینہ کی دسویں تاریخ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ پھر لکھا ہے "خداوند کے آگے آگ سے قربانی گزرانو"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نذر و نیاز کرو۔ چونکہ شریعت موسوی میں قربانی کا یہ دستور تھا کہ جانور قربانی کے لئے مخصوص کیا جاتا تھا اور غیب سے آگ پیدا ہوکر اُس کو جلا جاتی تھی اور یہ علامت قربانی قبول ہونیکی

تھی۔ اور اگر آگ پیدا نہوتی اور جانور کباب نہ بن جاتا تو یہ علامت قربانی قبول نہ ہونیکی سمجھتے تھے۔ اور ایسی نذر کا نام آگ کی قربانی تھا۔ اور یہ حکم حضرت موسٰے کے وقت میں آیا۔ اور اُنکی امت سے اسپر عمل کرایا گیا لہذا اُس زمانہ میں جو اعلےٰ نذر خدا کے لئے مانی جاتی تھی محرم کے مہینہ میں وہی نذر اُن لوگوں پر واجب قرار دی گئی۔ ہماری شریعت میں وہ طریقہ آگ کی قربانی گزراننے کا ممنوع ہے اس لئے اُسی طریقہ سے نذر و نیاز کرنی چاہیئے جسطرح فرقۂ شیعہ میں مروج ہے۔ اور شرع محمدی نے تعلیم فرمایا ہے۔ اور یہ جو لکھا ہے تم عین اُسی دن کوئی کام نہ کرنا کیونکہ وہ کفارہ کا دن ہے۔ اور یہ حکم ہوا ہے کہ جو کوئی انسان کہ عین اُس دن میں غمگین نہو جائیگا وہ اپنی قوم سے کٹ جائیگا۔ ان حکموں سے بھی رنجیدہ اور غمگین ہونیکے لئے سخت تاکید ظاہر ہو رہی ہے۔ اور اُس شہادت کی عظمت پیدا ہے کہ قبل وقوع واقعہ مظلوم کربلا پر محزون و مغموم ہونے اور عزاداری کرنیکا حکم تاکیدی پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو دیا۔ پس بعد وقوعۂ شہادت تو بدرجۂ اولےٰ عزاداری کرنی چاہیئے۔ مگر سوائے فرقۂ ناجیہ اثنا عشریہ کسی دوسرے گروہ میں اسکا اثر نہیں پایا جاتا۔ بلکہ فرقۂ شیعہ اپنے اس عمل کے سبب سے دیگر فرق اسلام میں انگشت نما ہو رہے ہیں اور چار طرف سے کوششیں کیجاتی ہیں کہ امام مظلوم کی تعزیہ داری کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اور اگر یہ مراد پوری نہو تو ایسی تدبیر کیجائے اور چال چلی جائے کہ عشرۂ ماتم عید طرب و نشاط سے بدل دیں اور یزیدی سنت کو کماحقہ رواج دیں۔ اسی لئے خلفاے اجماعی کے پیرؤں نے دہم ماہ محرم کو جو عین غم و رنج کا دن اور خاص روز شہادت ہے تفریحی میلے قائم کیے ہیں جن میں زن و مرد بنے ٹھنے سنگھار کیے لباس فاخرہ پہنے ہنستے بولتے قہقہے اُڑاتے دلوں کو مسرت پہنچاتے ہیں مگر جن لوگوں کا نام برّہ کی کتاب حیات میں لکھا گیا اور جنکی پیشانیوں پر برّہ کے باپ کے نام کی مُہر ہو چکی ہے وہ کب انکے دام فریب میں آتے ہیں اور شیطان سے دھوکا کھاتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ جو حکم کتاب احبار میں خدا تعالےٰ نے حضرت موسٰے اور اُنکی قوم کو دیا اور فرمایا کہ یہ حکم کسی عہد میں قیامت تک منسوخ نہ ہوگا

اور جو شخص اسکے خلاف کریگا وہ اپنی قوم سے کٹ جائیگا یعنی گمراہ ہو جائیگا۔ اس زمانہ میں ایک فرقہ شیعہ ہی ایسا ہے جو اسکی پوری پوری تعمیل کر رہا ہے۔

اور اس فقرہ کا بھی کہ "ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا"۔ وہی مطلب ہے کہ جو اصول خلاف حکم خدا اور رسولؐ کے تقرر خلافت اور خلیفہ کو امام اور ہادی امت سمجھنے کا قرار دیا گیا تھا اُسی گناہ کے باعث یہ شخص کچلا گیا یعنی نہ اُس اصول کے موافق یزید خلیفہ ہوتا اور نہ امام حسینؑ گھائل کئے جاتے۔ اور نہ کچلے جاتے۔ یہاں ناظرین یہ بھی غور کرلیں کہ لفظ کچلا گیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر صادق نہیں آتا۔ اور حضرت سیدالشہدا پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نعش پامال سم اسپاں کی گئی۔

لکھا ہے کہ "ہماری سلامتی کے لئے اُسپر سیاست ہوئی تاکہ اُسکے مار کھانے سے ہم چنگے ہوں"۔ اسکا مطلب اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مگر بطور یاد دہانی یہاں پھر کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ چونکہ بوجہ ایجاد اصول تقرر خلافت گمراہی ہو گئی تھی اور اُس سے محفوظ رہنا بھی ضرور تھا۔ اور اُس سے محفوظ رہنے میں ہماری سلامتی تھی۔ پس مراد یہ ہے کہ ہماری سلامتی یعنی گمراہی سے بچنے کے واسطے اُسپر سیاست ہوئی۔ تاکہ اُسکے مار کھانے سے ہم چنگے ہوں۔ یعنی یہ شہادت موجب ہماری بخشش کا ہو۔ اور اُس مرض گمراہی کے رفع ہونے سے ہم چنگے ہو جائیں۔

"ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا"۔ یہ اُس زمانہ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یعنی زمانہ کی یہ حالت تھی کہ بوجہ انحراف اطاعت جانشین برحق رسول خدا ہر شخص اپنی اپنی رائے رکھتا تھا۔ اور اپنی اپنی راہ پر چلتا تھا۔

"پر خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اُسپر لادی"۔ اس سے یہ مراد ہے کہ امت نے جس جس طرح کی گمراہیاں پیدا کرلی تھیں اُن سب کا خمیازہ اس مظلوم پر آگرا۔

"وہ تو نہایت ستایا گیا اور غمزدہ ہوا تو بھی اُسنے اپنا مُنہ نہ کھولا"۔ یعنی شخص مظلوم نے ان سب مصائب کو نہایت صبر اور استقلال سے برداشت کیا اور خدا تعالےٰ کی درگاہ میں

ناشکری نہ کی۔
"وہ جیسے برہ جسے ذبح کرنے لے جاتے ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ یہ شخص ذبح کیا جائیگا۔ اور اسی لئے اُسکو مثالاً برہ کہا گیا ہے۔ ناظرین اس موقع پر غور کریں کہ حضرت عیسےٰؑ ذبح نہیں ہوے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام ذبح کئے گئے۔
"ایذا دیکے اور اُسپر حکم کرکے وے اُسے لے گئے"۔ یہ ذکر حضرتؑ کے گروہ قاتل کا ہے۔ کہ اول حضرتؑ کو مدینہ چھوڑنا پڑا۔ پھر مکہ سے روانہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ایام حج ہی میں سامان اُنکے قتل کا ہو گیا تھا۔ ساڑھے بارہ ہزار عریضے لکھکر کوفیان بے ایمان نے بُلایا۔ جب قریب پہنچے تو اپنے اقراروں سے پھر گئے۔ یہ واقعہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر صادق آتا ہے۔ نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر۔
پھر لکھا ہے کہ "پر کون اُسکے زمانہ کا بیان کریگا کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا"۔ یہ ارشاد اس طرف ہے کہ وہ شہید ہیں۔ اور شہید زندہ رہتا ہے۔ فرق بس اسی قدر ہے کہ جیسے عام زندہ لوگ اس زمین پر بود و باش رکھتے ہیں۔ اُنکی زندگی اس قسم کی نہیں ہے۔ اس زندگی سے کاٹے گئے ہیں۔ مگر دوسری زندگی سے زندہ ہیں۔
"میرے گروہ کے گناہوں کے سبب اُسپر مار پڑی"۔ اس سے بھی وہی مراد ہے کہ اگر امت محمدیہ تقرر خلافت کے نئے اور ایجادی اصول قرار نہ دیتی تو اسپر مار نہ پڑتی۔ اُس امت نے جو گناہ تقرر خلیفہ کے اصول کے ایجاد کرنے میں کیا وہی باعث اس مظلوم کے مار کھانے یعنی شہادت کا ہوا۔ جیساکہ محققین کی راے ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی عمارت کا بنیادی پتھر سقیفۂ بنی ساعدہ میں رکھا گیا تھا۔ اگر یہ اصول قرار نہ پاتا کہ خلیفہ اجماع امت سے مقرر کیا جائے۔ اور امت اس حکم رسولؐ کو مانتی کہ میرے بعد علیؑ جانشین برحق اور بعد اُنکے امام حسنؑ اور بعد اُنکے امام حسینؑ ہونگے تو سلطنت اور لشکر سب کچھ امام حسینؑ ہی کے ہاتھ میں ہوتا۔ نہ یزید کے ہاتھ میں۔ اُسی اصول ایجادی نے یزید کو صاحب فوج کردیا۔ اور اصل جانشین رسولؐ کو تنہا چھوڑ دیا۔ جو باعث شہادت ہوا۔ اور یزید نے امام حسینؑ ہی کے مال سے

عروج پایا۔ اور اُنھی پر ریاست کا ہاتھ چلایا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کوئی ایسی شکل نہیں ہو سکتی کہ اُنکے گروہ کے گناہوں کے باعث وہ مارے گئے ہوں۔ (یہ مارا جانا حضرات نصاریٰ کے عقیدہ کے بموجب لکھا گیا ہے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اہل اسلام کے عقیدہ میں وہ مارے نہیں گئے)۔

پھر لکھا ہے کہ "اُسکی قبر شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی"۔ ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام اُسی نواح میں دفن ہوئے۔ اور قبر بھی بنائی گئی جہاں یہ شریر رہتے تھے۔ اور اُنھی کی سلطنت میں یہ زمین تھی جسپر قبر بنی۔ یہاں پھر ناظرین غور کریں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قبر کا حال معلوم نہیں کہ کہاں بنائی گئی۔ اور بموجب عقیدۂ اسلام تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور زندہ کی قبر بنائی نہیں جاتی۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس پیشین گوئی کے مصداق حضرت سید الشہدا علیہ السلام ہیں۔

"پر وہ مرنے کے بعد دولتمندوں کے ساتھ ہوا کیونکہ اُسنے کسی طرح کا ظلم نہ کیا تھا اور اُسکے مُنہ میں ہرگز چھل نہ تھا"۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُسکا شہید ہونا خدا کی درگاہ میں مذموم نہیں ہوا بلکہ مرنیکے بعد دولتمندوں میں شریک ہوگیا۔ یعنی اُن لوگوں میں داخل ہوا جو بوجہ اپنے اعمال حسنہ کے بعد اس زندگانی دنیا کے بڑے بڑے مالدار ہوئے۔ اُن دولتمندوں میں جا شریک ہوا۔ جس سے ثابت ہے کہ وہ بھی اعلےٰ درجہ کی دولت اعمال حسنہ کی دوسرے جہان کے واسطے لیکر گیا۔ اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ اُس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا تھا۔ یعنی معصوم تھا۔ کُل اُسکے اعمال حسنات ہی تھے۔ اور اُسکی زبان سے کوئی چھل یعنی فریب یا جھوٹ نہ نکلتا تھا۔

"لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کچلے اور اُسے غمگین کیا"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہدایت پر رہنے اور اُس گمراہی سے جسکا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے بچانے کے لئے خداوند تعالےٰ کی مشیت میں ضروری معلوم ہوا کہ یہ شہادت واقع ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ گمراہی رفع ہو جاوے۔

بعدہ لکھا ہے کہ جب اُسکی جان گناہ کے لئے گزرانی جاویگی تو وہ اپنی نسل کو

دیکھیگا اور اُسکی عمر دراز ہوگی"۔ اس فقرہ میں تین جزو ہیں (۱) جب اُسکی جان گناہ کے لئے گزرانی جاویگی (۲) وہ اپنی نسل کو دیکھیگا (۳) اور اُسکی عمر دراز ہوگی۔ ہر فقرہ کی علیحدہ علیحدہ شرح ملاحظہ ہو۔ (اوّل) "جب اُسکی جان گناہ کے لئے گزرانی جاویگی" اس سے وہی گناہ مراد ہیں جو امت نے اصول تقرر خلیفہ میں اپنی طرف سے ایجاد کرنے ہیں کیا تھا۔ اور اُسی گناہ کے لئے اُسکی جان نذر ہوگئی۔ یعنی نہ وہ اصول قرار پاتا نہ اُسکی جان نذر ہوتی۔ یعنی بھینٹ نہ چڑھتی۔ (دوم) "وہ اپنی نسل کو دیکھیگا" اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص صاحب اولاد ہوگا۔ اور حضرت عیسےٰ صاحب اولاد نہیں ہیں۔ (سوم) "اور اُسکی عمر دراز ہوگی"۔ اس فقرہ میں لفظ "اُس" کی ضمیر دو طرف راجع کیجاسکتی ہے۔ ایک تو وہ جسکی جان گزرانی جاوے اور دوسرے نسل کی طرف۔ لفظ اُس کی ضمیر اصل شخص کی طرف جسکی جان گناہ کے لئے گزرانی جاوے راجع کرنا بالکل محال ہے۔ کیونکہ جس شخص کی جان نذر ہوگئی یعنی قتل ہوچکا اُسکی عمر دراز نہیں ہوسکتی۔ وہ تو قتل ہوگیا۔ پھر عمر کیسے دراز ہوگی۔ اور دوسری طرف جو ضمیر راجع کی گئی ہے اُسکا حال سنئے۔ وہ یہ ہے کہ اُسکی نسل کی طرف لفظ "اُس" کی ضمیر راجع کیجاوے۔ پس بموجب عقیدہ مذہب جعفریہ یعنی شیعہ اثنا عشریہ حضرت امام حسین علیہ السلام شخص مظلوم متذکرہ پیشین گوئی ہذا کی نسل میں سے ایک حضرت صاحب الزمانؑ پیدا ہونگے اور اُنکی عمر دراز ہوگی۔ چنانچہ موجود ہیں۔ اور جنکا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ بعد اختتام ضمیمۂ ہذا حضرت دانیال پیغمبر کی کتاب سے کیا جائیگا۔ اور اخبار مذہب حقۂ امامیہ سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علی نبینا و علیہ السلام جس طرح پھر دنیا میں دوبارہ تشریف لائینگے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی دوبارہ تشریف لائینگے۔ اور اپنے فرزند یعنی حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کو دیکھینگے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ "خدا کی مرضی اُسکے ہاتھ کے وسیلہ بر آویگی"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کے نزدیک ایسا مقرب اور وجیہ ہے کہ اُسکی شفاعت کے ذریعہ سے خدا کی رضامندی حاصل ہوگی۔

اگلا فقرہ یعنی "اپنی جان ہی کا دکھ اُٹھا کے وہ اُسے دیکھیگا اور سیر ہوگا" اس سے یہ مراد ہے کہ وجاہت اور تقرب مذکورہ بالا اُسکو اپنی جان کا دکھ اُٹھا کر یعنی شہادت پاکر حاصل ہوگا۔ جسکی تعبیر اس فقرہ میں ہے کہ یہ رتبہ دیکھکر اُس سے زائد خواہش نہ رہیگی۔ اس لئے کہ سیر ہونا اُسی وقت کہا جاتا ہے جبکہ جس چیز کی خواہش ہو اسقدر حاصل ہوجائے کہ اُسکے بعد اُسکی خواہش باقی نہ رہے۔ سیر ہونیکا اشارہ قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا ہے کہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پارہ ۳۰ - سورہ ضحےٰ - رکوع ۱۸ - آیت ۴) جسکا ترجمہ بظاہر یہ ہے کہ تیرا پروردگار تجھکو اسقدر عطا کریگا کہ تو رضامند ہوجائے۔ اور یہی معنی سیر ہوجانے کے ہیں۔ اس آیت میں گویا خطاب صرف جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ مگر اکثر مقامات پر باوجود صیغۂ واحد ہونیکے اُس ضمیر سے مراد رسول اور آل رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہم لئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر اس آیت پر ناظرین غور فرمائیں جو خدایتعالےٰ کا قول ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ[1] وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اس آیت میں باوجودیکہ صرف نبیؐ پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے جو صیغۂ واحد ہے۔ مگر رسول اللہؐ نے اس حکم کی تعمیل کی صورت اس طرح ارشاد فرمائی کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر درود بھیجا جائے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ جس سے ثابت ہوا کہ اکثر مقاموں پر نبیؐ اور اہلبیت نبیؐ ایک ہی حکم میں داخل ہیں۔ اور اس امر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابتدائے باب ۱۲ منجملۂ مکاشفات میں ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے۔ اور بارہ ستارہ کا تاج اُسکے سر پر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب نبوت کے اجزا ہیں۔ اور ایک ہی حکم میں داخل ہیں۔ جیسا کہ کسی بادشاہ

---

[1] یعنی نبیؐ و اہلبیت نبیؐ ۱۲

کے احکام نافذ کرنیوالے بڑے اور چھوٹے ایک ہی حکم میں داخل ہوتے ہیں۔ خواہ بڑے کی نافرمانی کیجائے یا چھوٹے کی۔ مگر وہ اسکے بادشاہ کی نافرمانی سمجھی جاتی ہے حالانکہ وہ لوگ اپنی ذات سے بادشاہ نہیں ہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ رسولؐ اور اسکے نائب ایک ہی حکم میں داخل ہیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ "اپنی ہی پہچان سے میرا صادق بندہ بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا اس فقرہ کے تین جزو ہیں۔ (۱) اپنی ہی پہچان (۲) صادق بندہ (۳) بہتوں کو راستباز ٹھہرانا۔ اپنی ہی پہچان سے یہ مراد ہے کہ جسکی نسبت وہ گواہی دینگے ہم اسکو پہچانتے ہیں کہ یہ ہمارا شیعہ اور دوستدار ہے۔ اس پہچان (گواہی) سے وہ بہتوں کو راستبازوں میں داخل کریگا۔ اس امر شناخت کا اشارہ کلام اللہ میں بھی آیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (پارہ ۱۵۔ رکوع ۸) جسکا ترجمہ ظاہری یہ ہے کہ قیامت کے دن ہم ہر آدمی کو اُسکے امام کے ساتھ بلائینگے اگر وہ امام گمراہ کنندہ تھا تو مطیع بھی جہنمی ہوگا۔ اور اگر امام برحق منصوص من اللہ کے ساتھ کوئی شخص حاضر ہوگا اور وہ امام اُسکو پہچان لیگا کہ وہ میرا مطیع ہے تو وہ شخص نجات یافتہ ہوگا۔ یہی مراد ہے کہ اپنی پہچان سے میرا صادق بندہ بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا۔ جنکو وہ اپنا شیعہ اور محب اور عزادار حقیقی سمجھتا ہوگا۔ میرا صادق بندہ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ سچا تابعدار ہونا چاہیے اُسی طرح یہ بندہ خدا کا سچا تابعدار ہے۔ اور سچا تابعدار اُسی وقت کہا جائیگا جب اپنے آقا کی کسی طرح نافرمانی نہ کرے۔ اور یقیناً اسی بندۂ صادق ہونیکی وجہ سے اُسکو یہ رتبہ ملا ہے۔ کہ اُسکی پہچان سے بہت سے راستباز ٹھہرینگے۔ یہاں عیسائی صاحبان غور فرمالیں کہ یہ مظلوم متذکرۂ پیشین گوئی ہذا خدا کا بندہ ہے۔ اور حضرت عیسےٰ بقول عیسائیان خدا کے بیٹے ہیں۔ تو پھر یہ پیشین گوئی جس میں شخص متذکرۂ پیشین گوئی کو خدا کا بندہ کہا گیا ہو وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر کس طرح صادق آسکتی ہے۔ اور اگر اُسکو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف راجع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام خدا کے بندے ہیں۔

نکیے ۔ اسکے جواب میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مسلمانوں کے خیال میں حضرت عیسٰے
خدا کے بندے ہیں تو پھر یہ پیشین گوئی اُنپر کیوں صادق نہ آویگی ۔ اسکا جواب یہ ہے
کہ دیگر علامات شخص متذکرہ پیشین گوئی حضرت عیسٰے علٰے نبینا و آلہ و علیہ السلام
پر صادق نہیں آتیں جیسے کہ کچلا جانا اور اُسکی قبر کا شریروں کے درمیان بنایا جانا
اور اُسکا اپنی اولاد کو دیکھنا ۔ امام حسینؑ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلے گئے ہیں ۔ اور
حضرت عیسٰے کا کچلا جانا کہیں سے ثابت نہیں ہوتا ۔ حضرت عیسٰے کی قبر معلوم نہیں ۔
اور جناب امام حسینؑ کی قبر نواح کوفہ میں جو ملک اشرار ہے بمقام کربلائے معلّٰے نہر فرات
کے قریب بنائی گئی اور اب تک موجود ہے ۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی شادی بھی
نہیں ہوئی اور حضرت امام حسین علیہ السلام صاحب اولاد ہوے اور انکی نسل ابتک
کثرت سے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے ۔ اور شخص مظلوم متذکرہ پیشین گوئی ہذا کو برّہ
کی طرح ذبح کیا جانا لکھا ہے ۔ اور حضرت عیسٰے ذبح نہیں کئے گئے ۔ نہ اُنکا ذبح ہونا
کتب نصارٰے سے ثابت ہے اور نہ اخبار اسلام سے ۔ اور حضرت امام حسینؑ کا ذبح
کیا جانا تواریخ فریقین میں موجود اور مسلّم ہے ۔ ان وجوہ سے یہ پیشین گوئی حضرت
عیسٰے علیہ السلام پر ہم صادق نہیں سمجھتے ۔ ہمارے عقیدہ کے موافق تمام صفات مذکورہ
پیشین گوئی ہذا میں سے صرف ایک صفت خدا کا سچا بندہ ہونیکی حضرت عیسٰے علیہ السلام
کی ذات پر صادق آتی ہے ۔ اور باقی تمام صفات کی مصداق ذات حضرت امام حسین
علیہ السلام ہے ۔ "بہتوں کو راستباز کہلائیگا" اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت امام
حسین علیہ السلام کی شفاعت سے بکثرت لوگ نجات پائینگے ۔

اور لکھا ہے کہ "اس لئے میں بزرگوں کے ساتھ ایک حصّہ دونگا" اس سے مراد یہ ہی
کہ جسطرح اُسکے بزرگوں کو شفاعت کرنیکا اختیار دیا جائیگا ۔ اُسی طرح یہ شخص بھی اُس
اختیار یعنی شفاعت کرنیکا حصّہ دار ہوگا ۔

"اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لیگا ۔ کہ اُسنے اپنی جان موت کے
لئے اُنڈیل دی ۔ اور وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا" اس سے ثابت ہوتاہی

کہ لوٹ کا مال وہ لوگ مراد ہیں جو قیامت میں کسی شفیع کی شفاعت کے ذریعہ سے نجات پائینگے۔ اور زور آوروں سے وہ لوگ مراد ہیں جو بروز قیامت صاحب زور یعنی شفاعت کنندہ ہونگے۔ پس کل فقرہ کا منشاء یہ ہوا کہ جس طرح اور شفیع شفاعت کرینگے۔ اُسی میں سے یہ بھی اپنا حصہ بانٹ لینگے۔ یعنی بہتوں کی شفاعت کرائینگے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی جان اس طرح خوش ہو کر دی کہ اُسکی بابت پیشین گوئی میں اُنڈیل دینے کا لفظ کہا گیا۔ جس سے مراد یہ ہے کہ کسی طرح کا تامل اور پس و پیش ان مقدس جانوں کو خدا کی راہ میں دینے سے نہیں کیا گیا۔ باوجودیکہ اس عمل سے اُن حضرتؑ اور اُنکے ہمراہیوں کو منافقین اُمت و تابعین خلیفۂ اجماعی نے گنہگار شمار کیا۔ یعنی خارجی اور باغی کا خطاب دیا مگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسکی کچھ پروانہ کی۔

"اور اُسنے بہتوں کے گناہ اُٹھالئے اور گنہگاروں کی شفاعت کی"۔ اس سے بھی وہی مراد ہے کہ بہت لوگ اس شہادت کے ذریعہ سے اُس گناہ بدمذہبی سے بچ گئے۔ یعنی ہدایت یاب ہو گئے۔ کس گناہ سے؟ اُس گناہ سے جو بعد جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایجاد اصول خلیفۂ اجماعی میں کیا گیا۔ اور "گنہگاروں کی شفاعت کی"۔ یعنی حضرتؑ کی شفاعت کے سبب سے بہت لوگ عذاب جہنم سے نجات پائیں گے۔

پس ثابت ہو گیا کہ یہ تمام پیشنگوئیاں بیشک وشبہہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر صادق آتی ہیں۔ اور جس جگہ لفظ برہ مذکور ہو گا اُس سے حضرت امام حسین علیہ السلام ہی مراد ہونگے۔ جیسا کہ ہمنے اُس موقع پر برہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے مراد لی ہے جہاں یہ تذکرہ ہے کہ برہ کے تابعین کے ماتھے پر اُسکے باپ کا نام لکھا ہو گا۔



ذکر حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام

ہمنے ضمیمہ میں بیان کیا ہے کہ بموجب عقیدہ مذہب اثنا عشریہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسل سے ایک حضرت صاحب الزمان پیدا ہونگے اور اُنکی عمر دراز ہوگی۔ چنانچہ موجود ہیں۔ اور وعدہ کیا ہے کہ اُنکا ذکر بعد اختتام ضمیمہ حضرت دانیال پیغمبرؑ کی کتاب سے کیا جائیگا۔

پس جاننا چاہیے کہ حضرت امام مہدی آخر الزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی نسبت جمہور اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت آخر وقت دنیا میں ظہور فرمائینگے اور قبل ازیں حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے ظہور فرمانے کی پیشین گوئی بالکل صاف لفظوں میں مہادیو کی زبانی بھی تحریر کی گئی ہے۔ ہمارے اعتقاد کے مطابق ہے چنانچہ مہادیو کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرتؑ آخر وقت دنیا میں جب تمام عالم ظلم و جور سے معمور ہو جائیگا ظہور فرمائینگے۔ اور تمام مخالفین مذہب حقہ پر غالب آئینگے اور تمام عالم کو عدل و داد سے پُر کر دینگے۔ اہل اسلام کے تمام فرقوں کا بھی حضرت صاحب العصر علیہ السلام کے متعلق یہی عقیدہ ہے۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ وہ حضرت دنیا میں موجود ہیں یا نہیں۔ اور کسکی نسل سے ہونگے۔ اور اُن حضرتؑ کے زمانہ میں کیا کیا واقعات پیش آئینگے۔

پیشین گوئی باب ۵۳ کتاب یسعیاہ پیغمبر کی آیت ۱۰ میں مرقوم ہے کہ جب اُس (برہ) کی جان گناہ کے لئے گزرانی جاویگی تو وہ اپنی نسل کو دیکھیگا اور اُس کی (نسل کی) عمر دراز ہوگی۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ شخص جسکی عمر دراز ہوگی برہ یعنی مظلوم مذبوح کی نسل سے ہوگا۔ اور وہ مذبوح مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔ جیسا ثابت ہو چکا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ایسی دراز عمر پائیگا جو معمولی عمروں سے الگ اور تعجب انگیز ہو۔ اور وہ شخص

بموجب عقیدۂ شیعہ امام دوازدہم ہیں۔ پس حضرتؑ کا موجود ہونا ثابت ہے۔ اور نسل حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہونا بھی مسلّم ہے۔

ایک حدیث مشہور اور متفق علیہ جمیع اہل اسلام سے بھی حضرتؑ کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بطور وصیت فرمایا تھا کہ میں تم میں دو چیزیں گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں۔ یعنی قرآن اور میرے اہلبیتؑ۔ جو کوئی میرے بعد ان دونوں کا اتباع کریگا ہرگز گمراہ نہ ہوگا۔ اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسری سے جُدا نہونگی جبتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔

حدیث مذکورۂ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک قرآن دنیا میں موجود ہے اہلبیت جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں سے بھی کوئی شخص ضرور موجود رہیگا۔ ورنہ ہمارے ساتھ قرآن ہی قرآن رہا جاتا ہے۔ حالانکہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ہرگز جدا نہونگی۔ اسی سے وہ شبہہ بھی رفع ہوگا جو بعض کم فہم یہ بات پیش کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے اہلبیتؑ حضرت علی مرتضےٰ۔ حضرت فاطمۂ زہرا۔ حضرت امام حسن مجتبےٰ اور حضرت امام حسین سید الشہدا علیہم السلام کو فرمایا ہے۔ پھر باقی ائمۂ اطہار علیہم السلام کو اہلبیت رسول خداؐ میں داخل کرنیکی کوئی وجہ نہیں۔ اسکا جواب اسی حدیث میں موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ فرمایا ہے کہ اہلبیتؑ اور قرآن قیامت تک جدا نہونگے جس سے صریح ظاہر ہے کہ بعد وفات اُن حضرات علیہم السلام کے جنکا اہلبیتؑ ہونا مسلّماً تسلیم کر لیا گیا ہے اور حضرات پر بھی تا قیام قیامت اہلبیتؑ کا لفظ اطلاق پائیگا۔ یعنی اہلبیتؑ قرآن کے ساتھ رہینگے۔ اور کبھی جدا نہونگے۔ اور کوئی زمانہ قرآن اور اہلبیتؑ سے خالی نہوگا۔ اور یہی شیعوں کا مذہب ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں اور اب بھی امام موجود ہیں۔

حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے واقعات میں اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ تمام ادیان باطلہ پر اسلام کو غلبہ ہو جائیگا۔ مگر مابین فرقۂ ناجیۂ امامیہ و گروہ اہلسنت و جماعت کے ایک امر میں اختلاف بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بعض مؤمنین کاملین اور اسی طرح کچھ کافرین و منافقین کاملین اُن حضرتؑ کے ظہور فرمانے کے وقت اسی دنیا میں زندہ کیے جائینگے۔ جسکو شیعہ اپنی اصطلاح میں رجعت کہتے ہیں۔ اور اہلسنت و جماعت اس رجعت کے منکر ہیں۔

شیعوں کے عقیدہ کی تائید میں حضرت دانیال پیغمبرؑ کی کتاب کا باب ۱۲ ملاحظہ ہو۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت دانی ایل نبی کی کتاب کا بارہواں باب

"اور اُسوقت میکائیل وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اُٹھیگا۔ اور ایسی تکلیف کا وقت ہوگا جو امت کی ابتدا سے لیکے اُسوقت تک کبھی نہوا تھا۔ اور اُسوقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جسکا نام کتاب میں لکھا ہوگا رہائی پاویگا۔ اور اُن میں سے بہتیرے جو زمین پر خاک میں سو رہے ہیں جاگ اُٹھینگے۔ بعضے حیات ابدی کے لئے اور بعضے رسوائی اور ذلت ابدی کے لئے۔ پر اہل دانش فلک کی چمک کی مانند چمکینگے۔ اور وے جنکی کوشش سے بہتیرے صادق ہو گئے ستاروں کی مانند ابدالآباد تک۔ لیکن تو اے دانی ایل ان باتوں کو بند رکھ۔ اور کتاب پر آخر کے وقت تک مہر کر رکھ بہتیری سراسر ملاحظہ کرینگے۔ اور دانش زیادہ ہوگی۔

اور میں دانی ایل نے نظر کی۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ دو اور کھڑے تھے۔ ایک دریا کے کنارے کی اس طرف۔ دوسرا دریا کے کنارے کی اُس طرف۔ اور ایک نے اُس شخص سے جو کتان کا لباس پہنے تھا۔ اور دریا کے پانیوں پر تھا پوچھا کہ یہ عجائب چیزیں کتنی مدت کے بعد انجام تک پہنچینگی؟ اور میں نے سنا کہ اُس شخص نے جو کتانی

پوشاک پہنے تھا جو دریا کے پانیوں پر تھا اپنا دہنا اور اپنا بایاں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر اُسکی جو ہمیشہ جیتا ہے قسم کھائی۔ اور کہا کہ ایک مدت اور مدتوں اور آدھی مدت تک رہینگی۔ اور جب وہ پورا کرچکیگا اور مقدس لوگوں کا زور کھو دیگا۔ یہ سب چیزیں پوری ہونگی۔ اور میں نے تو سُنا پر نہیں سمجھا۔ تب میں نے کہا اے خداوند ان چیزوں کا انجام کیا ہوگا۔ اُسنے کہا اے دانی ایل تو اپنی راہ چلا جا کہ یہ باتیں آخر کے وقت تک بند و سربمہر رہینگی۔ اور بہت لوگ پاک کئے جائینگے۔ اور سفید کئے جائینگے۔ اور آزمائے جائینگے۔ لیکن شریر شرارت کرتے رہینگے۔ اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھیگا۔ پر دانشور سمجھینگے۔ اور جبوقت سے دائمی قربانی (رسالت پیغمبراں) موقوف کیجائیگی اور وہ مکروہ چیز جو خراب تی ہے (یعنی اختراع اصول خلافت اجماعی کی مجلس جو سقیفۂ بنی ساعدہ میں منعقد ہوئی) قائم کیجائیگی ایک ہزار دو سو نوّے دن ہونگے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس ۱۳۳۵ روز تک آتا ہے۔ پر تو اپنی راہ چلا جا جبتک کہ وقت اخیر آوے۔ کہ تو چین کریگا۔ اور اپنی میراث پر اخیر کے دنوں میں اُٹھ کھڑا ہوگا"

اسکے دیکھنے سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس دنیا میں کوئی ایسا سخت وقت آئیگا جسکی مانند ابتداے دنیا سے کبھی سختی نہوئی ہوگی اور اُس وقت حضرت صاحب الزمان کے شیعہ جنکو اُنکے مخالفین بوجہ پیرو مذہب حق ہونیکے ایذا دینے پر مستعد اور تیار رہتے ہیں خوشحال ہونگے۔ اور رنج اور صدمات کا زمانہ ختم ہو جائیگا۔ اور وہ پیروانِ مذہبِ حقّہ جنکا نام کتاب میں لکھا ہوگا اُن تکالیف سے رہائی پائینگے۔ اور یہ وقت حضرت صاحب الزمان عجّل اللہ فرجہ کی سلطنت کا ہے۔ چنانچہ تمام اہل اسلام اس بات کے منتظر ہیں کہ بوجہ پیرویِ مذہبِ حقّہ اغیار سے جو تکالیف اُنکو پہنچتی ہیں حضرت امام مہدی آخرالزمان علیہ السّلام کی سلطنت کے ایّام میں وہ سب رفع ہوں۔ اور امن و امان سے رہنے لگیں۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ "ان میں سے بہتیرے جو زمین پر خاک میں سو رہے ہیں (یعنی جو مر گئے ہیں) بہتیرے {نہ کہ کل (کل قیامت

میں اُٹھینگے) زندہ کئے جائینگے۔ بعضے (مومنین صالحین کاملین) عیش و آرام کے واسطے اور بعضے (کافرین منافقین کاملین۔ خصوصاً سرگروہ فرقہ ہائے مذکورہ) رسوائی اور ذلّت ابدی کے لئے۔ اسی کا نام رجعت ہے۔ بغرض اطمینان متشکیان اس مضمون مندرجہ کتاب حضرت دانیالؑ کی تائید قرآن مجید سے بھی کیجاتی ہے خصوصاً یہ شک رفع کرنیکے لئے کہ رجعت یہاں کتب منسوخہ سے ثابت کی گئی نہ کہ قرآن سے۔ قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا (پارہ ۲۰۔ رکوع ۳) جسکا ظاہر ترجمہ یہ ہے کہ ایک دن ایسا ہوگا کہ کچھ کچھ لوگ ہر امّت کے منجملہ اُن اشخاص کے زندہ کیے جائینگے۔ جو ہماری آیات کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ دن قیامت کبرےٰ کا نہیں ہے کیونکہ قیامت کے روز کل مردے زندہ کئے جائینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ زمانہ قیامت صغرےٰ یعنی سلطنت حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کا ہوگا۔ اور ثابت ہوا کہ قرآن بھی رجعت کو ثابت کرتا ہے۔ اور خصوصاً جب اس مضمون پر غور کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید جابجا ظاہر کرتا ہے کہ میں کتب سابقہ کے مضامین حقّہ کی تصدیق کرنے آیا ہوں۔ پس کتاب حضرت دانیالؑ اور قرآن مجید دونوں سے رجعت ثابت ہو گئی۔ چونکہ اس پیشین گوئی میں ذکر ہے کہ یہ عجیب باتیں آخر زمانہ میں ظہور میں آئینگی۔ چنانچہ حضرت دانیال پیغمبرؑ کو حکم ہوا ہے کہ اس کتاب کی باتوں کو بند رکھ اور مہر کردے اور اسکی آخری علامت یہ بھی لکھی ہے کہ مقدسوں کا زور کھویا جائیگا۔ تو اس سے ضرور ایسا زمانہ مراد ہے کہ جو دنیا کا آخری جزو ہوگا۔ جو حسب عقیدہ مسلمانان مہدی آخر الزمان علیہ السلام کا زمانہ ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ عجیب واقعات جن میں سے ایک رجعت بھی ہے مہدی آخر الزمانؑ کے زمانہ میں ظہور پذیر ہونگے۔ اور چونکہ بدوں کو سزا دینا اور نیکوں کو ثواب ملنا اُس زمانہ آخری کے لئے مقدر ہوا ہے۔ اور وہ زمانہ بعد اس بات کے ہے کہ مقدسوں کا زور کھویا جائیگا۔ تب میکائیل مقدسوں کی امداد کے لئے کھڑا ہوگا جس سے ظاہر ہے کہ مقدس لوگ جو ایک وقت معین تک دنیا میں مغلوب رہے تھے اُس میعاد کے بعد

بحکم رب جلیل باداد میکائیل غالب ہوجائینگے اور مقدسوں کی مغلوبیت کا زمانہ تمام ہوجائیگا اور غالب ہونیکا زمانہ شروع ہوگا۔ یہانتک کہ اُنکو غلبہ کامل حاصل ہوگا۔ چنانچہ اُنکی نسبت ایک حدیث کتاب ازالۃ الخفا میں بسند صحیح صحابہ مرقوم ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ اَوْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی تَاْتِیَهٗ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَی النَّاسِ۔ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ ہمیشہ ایک گروہ میری امت کا حکم خدا پر قائم رہیگا اور جو لوگ اُس گروہ کی مخالفت کرینگے یا اُنکو مخذول کرینگے وہ اُس گروہ کے مذہب کو کچھ مضرت نہ پہنچا سکینگے یہانتک کہ ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ وہ گروہ قائم بالحق سب لوگوں پر غالب ہوجائیگا۔ اس حدیث سے صریح ظاہر ہے کہ گروہ حق مخذول رہیگا۔ اور کچھ لوگ اُس گروہ حق کے مخالف رہینگے۔ اور یہ امر عرصہ دراز تک ہوتا رہیگا۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ یہ گروہ حق مخذولیت کی حالت سے نکل کر آدمیوں پر غالب ہوجائیگا۔ چونکہ اس حدیث میں ایک گروہ حق کے ہمیشہ موجود رہنے کی پیشین گوئی ہے۔ اور اُسکی علامت یہ ہے کہ باوجود حق پر ہونیکے مخذول اور مغلوب رہینگے۔ پس یقیناً اہل اسلام میں سے وہ گروہ سوائے شیعہ کے دوسرا نہیں ہے۔ جیسا کتب سابقہ سے بھی نتیجہ حاصل ہوا اور یہی زمانہ غلبہ شیعیان کا ہے جسکے بعد سلطنت حضرت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام کی ہوگی اور وہ دنیا کو دین سے معمور کردینگے۔ اور وہی مؤمنین کی حمایت کرکے اُنکو دشمنوں سے نجات دینگے۔

اس باب کی آخری تین آیتوں "اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کیجائیگی الخ" میں حضرت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ ظاہر کیا گیا ہے اور سال ظہور بھی بتا دیا گیا ہے مگر چونکہ اسی باب میں آخر وقت تک بند اور سربمہر رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے لہذا ہم بھی اس خاص مطلب کو واضح طور پر بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ ناظرین اگر معلوم کرنا چاہیں تو اپنے طور پر حساب کرسکتے ہیں اور ممکن ہے کہ کامیاب ہوں۔ مگر حساب کرنے کے وقت ہمارے اشاروں کو ضرور مدنظر رکھیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دانیال نبی کی کتاب کے بارھویں باب کا مضمون محض رجعت کو ثابت کرتا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ رجعت حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہی کے زمانہ کے لئے مخصوص ہے جیسا اس باب ۱۲ کی شرح میں بیان کیا گیا۔ اور نہ یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام مومنوں کی حمایت کرینگے۔ اور وہی فرقہ حقہ کو دشمنان دین کی ایذا رسانی سے نجات دینگے۔ بلکہ پیشین گوئی مذکورہ بالا میں یہ لکھا ہے کہ "میکائیل وہ بڑا سردار جو قوم کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اُٹھیگا" پس میکائیل تو ایک فرشتہ کا نام ہے اُس سے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کس طرح مراد لئے جا سکتے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح مکاشفات یوحنا میں بعض انسانوں کو حیوانوں کی ہیکل اور بعض کو شہر مقدس اور نہر وغیرہ کی صورت میں دکھایا گیا اسی طرح یہاں بھی حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو فرشتہ سے منسوب کیا گیا ہے بگر حقیقۃً ذکر ایک انسان عظیم الشان کا ہے نہ کہ فرشتہ کا۔ لفظ میکائیل سے بہت سی باتیں پیدا ہوتی ہیں منجملہ اُنکے بعض یہ ہیں کہ اوّلاً جسطرح پروردگار عالم نے ہدایت مردم کے لئے تمام انبیاء اور رسول بنی نوع انسان ہی سے مبعوث فرمائے اُسی طرح اُنکے دین میں جو خرابیاں پیدا کردیجائیں اُنکی اصلاح کے لئے بھی مثل اُنکے انسان ہی ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ حضرتؑ کا نام لفظ میکائیل سے برآمد ہوتا ہے۔ یعنی حضرتؑ کا اسم مبارک محمدؐ ہے جسکے تمام حرف مُہملہ ہیں اور عدد مجموعی ۹۲۔ اور میکائیل میں حرف یا دو جگہ واقع ہوا ہے جو معجمہ ہے اسکو گرا دینے سے پانچ حروف مُہملہ باقی رہتے ہیں (م۴۰ ک۲۰ ا۱ ا۱ ل۳۰) اِن حروف مجموعی عدد بھی ۹۲ ہی ہوتے ہیں۔ اسلئے ظاہر ہوا کہ جو بڑا سردار قوم کی حمایت کے لئے کھڑا (موجود) ہے اور اُٹھیگا وہ محمد نام کا ہوگا۔ اور حضرت صاحب الزمانؑ کا اصلی نام یہی ہے۔ تیسرے یہ حضرتؑ کی صفت بیان ہوئی ہے۔ یعنی وہ شخص میکائیل فرشتہ کی مانند معصوم ہے۔ ظاہر ہے کہ فرشتہ معصوم ہوتا ہے اور نبی اور امام بھی معصوم ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ حمایت کرنیوالا مثل فرشتہ کے معصوم اور امام اور محمد نام ہوگا۔ اور محاورہ میں بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو فرشتہ ہے پس اس تمثیل سے وہ شخص جسکو فرشتہ سے نسبت دی گئی فرشتہ نہیں بنجاتا۔ اسی طرح

حضرت امام آخرالزماں علیہ السلام کو باسمِ صفت "میکائیل" بیان کیا گیا۔ چوتھے یہ کہ حضرت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام کا اصلی نام مبارک عام طور پر لینا بلحاظ سوءِ ادب جائز قرار نہیں دیا گیا اسی لئے یہاں بھی آپکے مرتبہ کا لحاظ رکھا گیا اور حضرتؑ کا اسم گرامی اسم صفت سے ظاہر کیا ہے اور اسکے مفہوم کے سمجھنے والوں پر موقوف رکھا ہے۔ اور ہمنے بھی اس موقع پر ضرورتاً بیان کیا ہے۔

اب اتنا ثابت ہو گیا کہ وہ سردار جو قوم کی حمایت کے لئے اُٹھیگا یعنی نوعِ انسان سے حضرت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام ہیں اور وہ زمانہ جس میں دنیا دینِ حقہ سے معمور اور ظلم وجور سے پاک ہوگی انہی کا عہد حکومت وخلافت ہوگا۔ اور یہی دشمنوں کی ایذارسانی سے مؤمنوں کو نجات دینگے۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ "تیرے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اُٹھیگا"۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ حضرتؑ زندہ اور موجود ہیں۔ اور "کھڑا ہے" یعنی وہ حمایت کرنیوالا ہر وقت مستعد ہے۔ اور وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ جب وقت آئیگا تو فوراً اُٹھیگا یعنی ظہور وخروج فرمائیگا۔ اور عدل وداد سے دنیا کو پُر کریگا اور وہ بزرگ شخص ایسا نہیں جو اپنے ظہور فرمانیکے وقت سے تیس چالیس برس پہلے پیدا ہوگا اور حدِ تمیز پر پہنچکر اور تیس چالیس سال کا مردِ کامل بنکر اپنے آپ کو ظاہر کریگا۔ بلکہ ایک مدت دراز سے موجود ہے اور وقت ظہور کا انتظار کر رہا ہے۔ اور یہی صفتیں خاص ہمارے امام حضرت صاحب الزّمان علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ہیں۔

تنبیہ

جو پیشینگوئیاں اوپر مذکور ہوئیں اگر اُنکو حدیث ثقلین کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے تو بہت سے امور ذہن نشین ہو جائینگے لہذا اُسکی شرح ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

كَأَنِّي قَدْ دُعِيتُ فَأَجَبْتُ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ إِنْ تَمَسَّكْتُمْ كِتَابَ اللهِ وَأَهْلَ بَيْتِي عِتْرَتِي إِنِ اتَّبَعْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي وَعَلَّمَنِي عَلِيمٌ خَبِيرٌ أَنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ (یہ حدیث متفق علیہ فریقین اسلام ہے) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ رسول مقبولؐ فرماتے ہیں کہ گویا میں بلایا گیا ہوں (یعنی میری وفات قریب ہونیکی خبر دی گئی ہے) پس

میں نے قبول کرلیا ہے۔ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں قرآن اور اپنے اہلبیت چھوڑتا ہوں۔ اگر تم ان دونوں کا اتباع کرتے رہوگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہوگے۔ اور مجھکو خداوند علیم وخبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں قیامت تک ایک دوسری سے جدا نہونگی۔ وفات کے قریب ہونے اور حضرتؐ کے اُس حکم دفات کو منظور کرنے سے ظاہر ہے کہ اب حضرتؐ کا انتقال قریب ہے۔ اور حضرتؐ یہ حدیث وصیت کے طور پر فرماتے ہیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ مرنیوالا جو وصیت کرتا ہے اُس وصیت کنندہ کا منشا نکالنے کے واسطے اُسکے ہر ایک لفظ پر غور کیا جاتا ہے۔ اور یہ وصیت نامہ تو نبی آخرالزمان اور اشرف المخلوقات کا ہے۔ لہذا سب کے وصیت ناموں سے زیادہ قابل توجہ اور غور کے لائق ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اس لفظ چھوڑے جانے سے بھی وصیت کا ہونا ظاہر ہے۔ اور ایک دوسرا امر بھی اس چھوڑنے سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ صاحب تحفہ نے تعین اہلبیت رسولؐ میں شکوک پیدا کرانیکی غرض سے لکھا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو قرآن اور اہلبیتؑ کی پیروی کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم اُن دونوں کے پیرو ہیں۔ مگر شیعہ اُن دونوں کی پیروی نہیں کرتے کیونکہ شیعہ بعض اہلبیت کو اہلبیت رسول اللہ قرار نہیں دیتے جیسے کہ حضرت رقیہ اور حضرت زینب کو جو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں۔ اُس کتاب کے مصنف شاہ عبدالعزیز نے اپنی مذکورہ رائے میں یہ غلطی کی ہے کہ رسول خداؐ نے جن اہلبیتؑ کی پیروی کا حکم دیا ہے وہ اہلبیت آنحضرتؐ کے یہ حدیث ارشاد فرمانے کے وقت زندہ موجود تھے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ میں چھوڑے جاتا ہوں۔ اور حضرت رقیہؓ اور حضرت زینبؓ اس سے قبل ہی وفات پاچکی تھیں۔ جسکا کسی مورّخ کو انکار نہیں۔ پھر یہ دونوں آلِ اہلبیتؑ میں کیونکر داخل ہوسکتی ہیں جنکو رسول خداؐ بعد اپنے دنیا میں چھوڑ گئے ہیں۔ اور اُنکے اتباع کا حکم دیتے ہیں۔ ایک لفظ اس حدیث میں یہ آیا ہے کہ میں تم میں (فیکم) چھوڑے جاتا ہوں۔ اور پھر حکم ہے کہ اگر تم اُنکا اتباع کروگے تو ہرگز گمراہ نہوگے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ لفظ تم سے کون لوگ مراد ہیں؟ ظاہر ہے کہ مسلمانان ناظرین

(صحابہ) تو ضرور ہی مراد ہیں جنسے خطاب ہو رہا ہے اور سوائے اُنکے تمام لوگ اُس زمانہ کے اور تمام امت قیامت تک اس حکم کی محکوم ہے۔ پس دیکھیے صحابہ نے اُس حکم کی تعمیل کی یا نہیں۔ ہمارے بھائی اہلسنّت وجماعت معتقد ہیں کہ صحابہ نے اس حکم تعمیل کی۔ اور گروہ شیعہ کہتا ہے کہ تعمیل فرمان رسول خدا کی نہیں کی اور بہت کچھ تنازعات اس مسئلہ میں پیش ہیں۔ اور صدہا کتابیں اس معاملہ میں فریقین سے تصنیف وتالیف ہوئیں۔ اب میں ایک چھوٹا سا مسئلہ مسلّمہ اہلسنّت وجماعت پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہو جائیگا کہ صحابہ نے اہلبیت کی پیروی نہیں کی۔ اور وہ یہ ہے کہ جسکا کسی کو ہمارے بھائی سنّیوں میں سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُس واقعہ کے ثبوت کے لئے جسکو میں بیان کرنا چاہتا ہوں اہل سنت وجماعت ہی نے کمر ہمت کو چست باندھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کرلی۔ (کیوں صاحبو! کیا اسکا کوئی اہل سنت وجماعت انکار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اگر انکار کریگا تو خلافت اوّل ناجائز قرار پاجائیگی۔) بس یہی واقعہ اور یہی عقیدہ ہمارے مدعا کو ثابت کرتا ہے کہ اہلبیتؑ کی اطاعت خلفا نے نہیں کی بلکہ اپنی بیعت اہلبیت رسول خداؐ سے کرائی۔ اور اگر اہلبیت میں سے کسی نے خلفاے اجماعی کی بیعت کرنے سے انکار کیا تو اُسپر تشدد جائز رکھا گیا کسی کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں بھیجی گئیں کسی پر دروازہ گرایا گیا کسی کے خیمے جلادئے کسی کا خون بہادیا۔ درآنحالیکہ ان لوگوں کو اُنہی کی بیعت کرنی لازم تھی جنپر سیاست کا ہاتھ صاف کیا۔ اس لئے جو حدیث رسولؐ کی شرط تھی کہ اگر میرے اہلبیتؑ کی اطاعت کیجائیگی تو گمراہی سے حفاظت رہیگی وہ پوری نہوئی بلکہ اُلٹا عملدرآمد کیا گیا۔ بس نتیجہ ظاہر ہے۔ صاحبان انصاف خود اخذ کرلینگے۔ چونکہ یہ فرمایا ہے کہ جو شخص اہلبیت کی اطاعت کریگا وہ ہرگز ہرگز گمراہ نہوگا۔ اسمیں آنحضرتؐ نے اہلبیت واجب الاطاعت کی ایک علامت بھی ذکر فرمادی ہے اور وہ یہ ہے کہ اہلبیت وہ ہیں جنکی اطاعت سے آدمی کسی وقت اور کسی حالت میں گمراہ نہو اس سے بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے بھائی اور قوت بازو اہل سنت وجماعت ازواج رسولؐ اور خصوصاً حضرت عائشہ کو اہلبیت میں داخل کرتے ہیں۔ لہذا اس علامت کے ذریعہ سے ہم جانچتے ہیں کہ حضرت عائشہ اہلبیت میں داخل ہیں یا نہیں۔

اس غرض سے ہم موقع جنگ جمل پر اس خیال سے حضرت عائشہ کی طرف حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے ہیں کہ حضرت عائشہ اہلبیت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ اور بموجب فرمان رسول خدا اُنکی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ اور انکی پیروی کرنے سے ہم ہرگز گمراہ نہونگے۔ مگر نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ حضرت علیؑ سے مقابلہ کرنیوالا بقول فرقۂ شیعہ تو حکماً جہنمی ہے۔ اور بقول جماعت اہل تسنن خطا کاری سے خالی نہیں۔ چنانچہ خود اہل سنت وجماعت کو اقبال ہے کہ حضرت عائشہ نے جو خطا اس جنگ میں کی تھی۔ اُس سے تائب ہوگئیں۔ پس معلوم ہوا کہ اُنکا پیرو اور تابع فرمان خطا کار ہوکر گمراہ ہوا۔ اگر اُس گناہگار اور خطا کار نے بھی مثل حضرت عائشہ کے توبہ کرلی تو فہو المراد والا جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور جو لوگ جنگ جمل میں بمقابلہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام حضرت عائشہ کی پیروی میں جنگ وجدال کرکے مارے گئے وہ سب بلا توبہ کئے قتل ہوے۔ اس لئے وہ سب کے سب یقیناً معتوب الٰہی ہوکر جہنم میں ڈالدئے جائینگے۔ لہٰذا ہم حضرت عائشہ کی پیروی میں بمقابلہ حضرت علی علیہ السلام ہرگز کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اور حضرت عائشہ اگرچہ زوجۂ جناب رسول خدا ہیں مگر اُن اہلبیت میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ جنکی نسبت حضرت رسول مقبول نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی اُنکی پیروی کریگا وہ ہرگز گمراہ نہ ہوگا۔ شیعہ جو حضرت علی علیہ السلام کے مخالف کو گمراہ کہتے ہیں۔ وہ تو حدیث حربک حربی سے سند لاتے ہیں۔ اور اہل تسنن اس بنا پر کہ حضرت عائشہ خلیفۂ چہارم برحق سے اُسکی خلافت حقہ کے دنوں میں لڑائی لڑیں۔ ہاں اگر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو خلیفۂ چہارم بھی نہ مانا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ حضرت عائشہ (جنکو اہلبیت میں شامل کیا جاتا ہے) سے لڑکر حضرت علیؑ خطا کار رہوے اور یہ عقیدہ فریقین میں سے کسی کا نہیں۔ اور اگر ہے تو اُسی کو مبارک ہو۔ الغرض کسی طرح حضرت عائشہ اہلبیت میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اُنکا پیروی کرنیوالا گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور اہلبیت کی پیروی کرنیوالا گمراہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی مضمون کے متعلق آیت ذیل غور طلب ہے قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (دیکھو پارہ ۳- رکوع ۱۱- آیت ۱) ترجمہ اسکا یہ ہے کہ جو لوگ آیاتِ خدا کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں (یا انکے قتل کا مصمم ارادہ کرتے ہیں) اور اُن لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو حکم بعدل کرتے ہیں اے نبیؐ تم اُنکو بشارت عذاب الیم کی سنادو۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام (جنکے قتل کا جنگ جمل میں قطعی ارادہ کر لیا گیا تھا۔ اس لیئے کہ جنگ کا نتیجہ قتل ہی ہوتا ہے) حکم بعدل کرنیوالے ہیں یا نہیں؟ پس شیعہ تو بحکم رسولؐ اُن حضرت کو بعد رسولؐ تمام مسلمانوں کا مولا اور امام اور مثل رسول خداؐ کے حکم بعدل کرنیوالا جانتے ہیں۔ اور اہل تسنن کسی اور وقت اُنکو حکم بعدل کرنے والا نہ جانتے ہوں مگر عہد خلافت میں تو ضرور حکم بعدل کرنیوالے مانے جاوینگے۔ اور اُنکا مخالف اور اُنہیں قتل کرنیکا ارادہ کرنیوالا بموجب ارشاد حضرت باریتعالےٰ عذاب الیم کا مستحق ہوگا۔ اور جنگ جمل اُنہیں ایام خلافت ظاہری حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام میں واقع ہوئی۔ اب نتیجہ پر ناظرین خود غور فرما کر انصاف سے کہدیں کہ جنکی پیروی سے آدمی گمراہ ہو کر مستحق عذاب الیم ہو گئے وہ کیونکر اہلبیتؑ میں داخل کیے جا سکتے ہیں۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ مجھکو علیم و خبیر نے خبر دی ہے کہ اہلبیتؑ اور قرآن ہرگز جدا نہونگے اسمیں غور طلب یہ امر ہے کہ جدا نہونے سے کیا مراد ہے۔ معنی ظاہری تو یہ ہوتے ہیں کہ قرآن اہلبیتؑ کی چھاتی سے ہر وقت لگا رہیگا۔ اسمیں کوئی فخر نہیں اور نہ کچھ فائدہ اس سے بجز اسکے متصور ہو سکتا ہے کہ اُنکی حفاظت ببرکت کلام الٰہی شیاطین سے ہوتی رہے۔ یہ بھی کچھ فخر کی بات نہوئی۔ ہر شخص قرآن کا تعویذ بنا کر اپنے بازوؤں پر باندھتا ہے اور گلے میں لٹکاتا ہے جس سے وہ اہلبیتؑ میں شامل نہیں ہو جاتا۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اُنکے افعال اور اُنکے اقوال قرآن سے جدا نہونگے۔ تمثیلاً دیکھیے کہ قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ نماز پڑھا کرو۔ اور کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو ضرور کہا جائیگا کہ وہ قرآن سے الگ ہو گیا قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ شراب نہ پیا کرو اور کوئی شخص شراب پیتا ہے تو وہ ضرور قرآن سے جدا ہو گیا۔ قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ بلا علم فتوے نہ دیا کرو اور کوئی شخص بلا علم فتوے دیتا ہے تو وہ

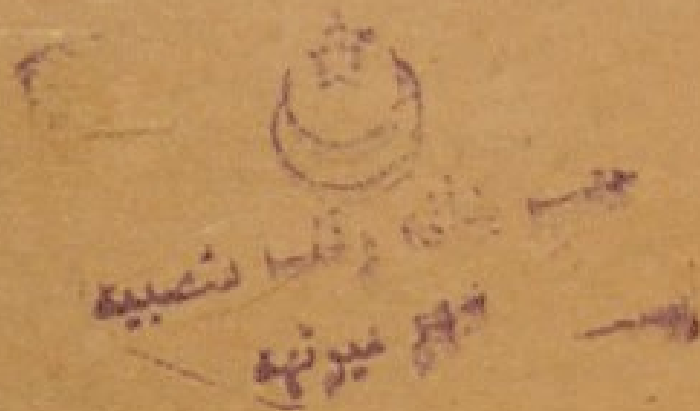
قرآن سے جدا ہو گیا۔ اس لحاظ سے رسولِ خداؐ کی مراد تھی کہ اہلبیتؑ کے افعال و اقوال کسی طرح قرآن سے جدا نہونگے یعنی نہ انکا فعل قرآن سے جدا ہوگا اور نہ انکا فتوے اور قول اور جب قول و فعل اُنکا قرآن سے جدا نہوگا تو کسی طرح گنہگار نہونگے۔ اور یہی معنی معصوم ہونیکے ہیں اور اسی بنا پر خبر دی گئی ہے کہ اُنکا پیروی کرنیوالا کبھی گمراہ نہوگا۔ یہ بھی حدیث میں واقع ہے کہ اُسوقت سے جب سے کہ رسول خداؐ نے ان دونوں چیزوں کو دنیا میں چھوڑا یہ دونوں چیزیں اُسوقت تک جدا نہونگی جب تک حوض کوثر پر پہنچیں۔ اور یہ فرماکر کہا ہے کہ یہ خبر مجھکو علیم و خبیر نے دی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ خداوند تعالے کے اطلاع دینے پر رسول خداؐ نے یہ فرمایا ہے کہ جب تک قرآن دنیا میں رہیگا اہلبیتؑ بھی موجود رہینگے۔ اگر بقول اہلسنت و جماعت مان لیا جائے کہ اہلبیتؑ میں سے اسوقت کوئی موجود نہیں ہے تو رسول خداؐ اور خداوند تعالے کے خبر دینے کی تکذیب ہوتی ہے پس ہم ہرگز اسکا اعتقاد نہ کرینگے۔ اور یقین کامل سے کہینگے کہ ضرور حضرت امام زماں صلوات اللہ و سلامہ علیہ زندہ اور موجود ہیں۔ الحاصل ۵

حسب اخبار و بشارات قدیم
شیعہ بگرفتند راہ مستقیم

صورت دستخط جناب العالم الفاضل آقائے شریعتمدار مولوی سید اعجاز حسن صاحب امروہوی مد ظلہ العالی

ھذا ھو احقاق الحق والحق احق بالاتباع والاتباع خیر من الابتداع

کتبہ قصیر الباع السید اعجاز حسن عفی عنہ



کلیات شباب

یہ مرحوم و مغفور حاجی محمد محسن قندھاری الکاظمی متخلص بہ شباب کا وہ مقبول عام فارسی کلام ہے جسکے چھپنے کی شائقین کو ایک مدت سے آرزو تھی الحمد للہ کہ اب وہ خواہش پوری ہوگئی یعنی ہمنے حضرت ناظم کے فرزند دلبستہ جناب نواب مرزا محمد حسن خان بہادر سفیر دولت بہیۂ انگلشیہ دام اقبالہ مقیم کربلائے معلےٰ سے اجازت لیکر ایک ہزار جلدیں طبع کرائیں جنمیں تقریباً آٹھ سو جلدیں تو اہالیان عراق و ایران نے خرید لیں اب صرف دو سو جلدیں باقی رہگئی ہیں جلد طلب فرمالیجئے ورنہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ کتاب پھر نایاب ہوجائیگی یہ بےنظیر کتاب دو حصوں پر منقسم ہے ایک نظم۔ ایک نثر۔ نظم میں قصائد۔ تواریخ۔ قطعات رباعیات غزلیات۔ مخمس۔ مسدس۔ ہفت بند۔ ترجیع بند۔ ترکیب بند۔ مراثی اور مثنوی کا آفتاب جگمگاتا ہے نثر میں خطوط و رقعہ جات سے فارسی کی اعلیٰ انشا پردازی کا مرقع نظر آتا ہے حجم ۲۰۰ صفحہ قیمت عہ

الخلفاء

اس نایاب رسالہ میں مذہب سنت والجماعت کی معتبر اور مستند کتابوں سے اوصاف چاریار سلسلہ وار لکھے گئے ہیں۔ یہ اپنی طرز کی سب سے پہلی اور قابل دید کتاب ہے جو ایک شیعہ محقق کے قلم سے نکلی ہے۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے اور مؤلف کو اسکی محنت کی داد دیجئے خط۔ چھپائی۔ کاغذ سب عمدہ قیمت صرف ۵

تفہیم القرآن

یہ کتاب جو قرآن شریف کے جمع ہونے کی حالت اور اسکی سورتوں اور آیتوں بلکہ الفاظ قرآن تک کی نسبت علمائے اہل سنت والجماعت کے عقائد اور خیالات و اختلافات پر مشتمل ہے زیر طبع ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں تیار ہوجائیگی۔

المذاہب

تحقیق مذاہب میں اپنے رنگ کی اکیلی کتاب ہے اور یہ بھی تفہیم القرآن کے ساتھ ہی ساتھ چھپکر شایع ہوگی۔

ان چاروں کتابوں کے ملنے کا پتہ

ڈاکٹر سید زیرک حسین مرتضیٰ (ضیاء الاسلام) حویلی کلو خواص دہلی

المعلن ملک الکلام قوی امروہی

والله یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

صراط مستقیم

مؤلفہ و مرتبہ

متکلم و مناظر لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب مصنف

سرمہ خاموشی - جام جہاں نما - شرح کنز مکتوم فی عقد ام کلثوم

عطر ایمان - آفتاب خلافت - مشعل ہدایت - تقریر دلپذیر

الہادی - الآیات وغیرہ وغیرہ

۱۹۱۶ء

در مطبع مقبول پریس دہلی مطبوع گشت

منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر و پبلشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیر کا نام احمد خاں ہے موضع بروردہ متصل بنڈرا ول ضلع بلند شہر کا رہنے والا ہوں لال خانی راجپوت جو ہندوستان میں مشہور ہیں انہی میں سے نخیف بھی ہے ہم لوگ پہلے ہندو تھے سلاطین اسلام کے زمانہ میں مطیع اسلام ہوئے یہ ہم قوم حضرات ماشاء اللہ اکثر سربرآوردہ و ذی عزت و صاحب دولت و ثروت رئیس ہیں اور تقریباً تمامتر حنفی مذہب رکھتے ہیں چونکہ دنیا میں ہر شخص کا مذہب آبائی ہوتا ہے لہذا میں بھی حسب طریقہ خاندان و قوم حنفی ملت پر قائم تھا۔ گاہ گاہ جو بعض شیعیان نواح سے ملنے کا اتفاق ہوا تو مذہبی چھیڑ چھاڑ بھی شروع ہوئی چونکہ مجھ کو اپنے مذہب کے علمائے کرام سے یہ تعلیم ملی تھی کہ خاندان نبوت و حضرات شیخین رضوان اللہ تعالےٰ میں انتہا کا لطف و اتحاد تھا کسی نوع کی کشیدگی و آزردہ خاطری باہم نہ تھی لہذا شیعہ کی وہ تقریریں جنکا تعلق صحابہ کرام کے مطاعن سے تھا میری طبیعت میں جاگزیں نہ ہوئیں۔ یہی خیال ہوا کہ یہ تمامتر تشنیعات ضد و عداوت صحابہ ہی کی جانب سے تھا اسکی کوئی اصل نہیں مگر چونکہ ذکر و اذکار میں ایک نوع کا اثر ہوتا ہے سنتے سنتے طبیعت بھی عادی ہو گئی اور کچھ کچھ راز سربستہ کھلنے لگے۔ غور و فکر کو بڑا دخل ہوتا ہے بالآخر اتنا نتیجہ پیدا ہوا کہ بقول مشہور ع تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا۔ ضرور کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے اعتراضات شیعہ کو جب اپنے گروہ کے آدمیوں کے سامنے دوہرایا تو سوائے اس مختصر جواب کے کہ "روافض کی صحبت سے حذر کرو انکی باتیں کان دھر کر نہ سنو اختلافات و مشاجرات بزرگان دین کو عداوت پر محمول نہ کرو سب کو اچھا سمجھو کسی کی لغزش و کج رفتاری

پر نظر نہ ڈالو۔ کتب میں جو معاملات محدثین و مورخین کے قلم سے دربارۂ صحابہ و اہلبیت ایسے درج ہوئے ہیں کہ جن سے خدشہ و توہم پیدا ہوتا ہے اُن کو طبیعت میں جگہ نہ دو اپنی زبان سے کبھی نا سزا نہ کہو وغیرہ وغیرہ اور کچھ نہ سنا۔ یہ بات بظاہر خلاف عقل معلوم ہوتی ہے کہ اندراجات کتب پر غور و تامل نہ کیا جاوے۔ آدمی کو عقل اسی واسطے دی گئی ہے کہ اچھی بُری بات میں تمیز پیدا کرے۔ خدا کو کسی نے دیکھا نہیں بلکہ آیات و علامات و آثار سے وجود خداوندی کا اقرار کیا ہے۔ محدثین و مورخین نے کتابوں کو اسی واسطے لکھا ہے کہ اُن کو دیکھکر کھوٹے کھرے کی جانچ کی جائے۔ میری طبیعت کو اپنے فرقہ کے علمار کی اس روک ٹوک نے کہ تحقیقات نہ کرو تشویش میں ڈالا کہ ہرگاہ معاملہ اہلسنت صاف ہے اور بزرگان دین یعنی شیخین کرام ہر قسم کے الزام و عوارض سے پاک و صاف ہیں تو کتب سنی و شیعہ کی ہم نشینی سے منع کرکے مجھ کو گولر کا کیڑا بنانے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ قدمائے اہلسنت نے اس انتظام میں مطلب بزرگ کی تخم ریزی کی ہے یعنی یہ کہ نہ کوئی کتابیں دیکھے گا اور شیعہ سے حالات سنے گا اور نہ حقیقت حال پر اطلاع ہوگی۔ مجھ کو سخت اُلجھن ہو رہی تھی کہ بزرگوں نے اطاعت اسلام محض اس نیت سے کی تھی کہ مفاد آخرت ہو۔ خیریت سے مسلمان ہوکر جس فرقہ میں داخل ہوئے ہو اُسکا یہ حکم ہو تحقیقات مت کرو آنکھیں بند کئے ہوئے ہر بد و نیک کو اچھا سمجھے جاؤ یزید کو حالانکہ اہلبیت کا قاتل و برہم کنندۂ خاندان نبوت ہے زبان سے ناسزا مت کہو اسی عرصہ میں سُنا گیا کہ بہرہ ساداتِ راقم سادات بارہہ ضلع مظفرنگر میں منشی سید سجاد حسین صاحب کے مکان پر درباب ایمان و نفاق جناب شیخین مناظرہ ہونیوالا ہے۔ حقیر یہ خبر سنکر ایسا خوش ہوا کہ فرط مسرت سے جامہ میں نہ سمایا۔ سمجھ لیا کہ اب بمواجہہ علمائے ہر دو فرقہ یہ بات طے پا جائیگی کہ حضرات خلفاء ایمان صحیح پر رحلت فرمائے اور جنتی ہوئے یا کہ حسب عقیدہ شیعہ دوسری حیثیت سے چلتے پھرتے نظر آئے مگر مجھے فی الحقیقت افسوس ہے کہ میرے اُس تمام شوق کا خون ناحق ایسا ہوگیا کہ جیسے قصاب کُند چھری سے کسی بکرے کو ذبح کر ڈالتا ہے۔ موضع مذکور کے مناظرے کی روئداد جو طبع ہوئی اُسکے معائنہ سے واضح ہوا کہ ہمارے فرقہ کے علماء نہ اُن مولوی صاحب کی تحریر کو جو کہ بہ ثبوت ایمان خلفاء تحریر ہوئی تھی معتبر بتلا سکے اور نہ خود بردّ وجوہات نفاق شیخین کوئی ثبوت دے سکے۔ رسالہ سجادیہ کا جس پر مناظرہ ہوا تھا تاحال لاجواب پڑا رہنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ دلائل نفاق خلفاء کو کسی طرح باطل نہیں کر سکتے

رسالہ عماد یہ پر جو معرکہ ہوا اُس عنوان سے آج تک ہندوستان میں کوئی جلسہ نہیں ہوا تعجب ہے علماء
کی بے توجہی پر ایسے رسالہ کے جواب کی طرف باوصف گزرجانے چھ سات سال کے تاحال متوجہ نہیں ہوئے
اگر ایک ایک ورق تقسیم کرکے جواب لکھتے تو دارالعلوم دیوبند شریف ہی کے علماء وطلباء سب کچھ کرسکتے
تھے بظاہر یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اُس رسالہ کے مطالب کچھ ایسے عقدۂ لاینحل ہیں کہ کسی بزرگ کو قلم
اُٹھانے کا حوصلہ نہیں ہوتا میرے قلب جگر پر مناظرہ مذکور میں علماء کی ناکامی نے جو اثر ڈالا تھا ہنوز
اُس سے فراغت نہوئی تھی کہ ایک دوسرے تیر نے سینہ فگار کردیا سینہ کے ساتھ تمام بدن کو نمونہ
خانۂ زنبور بنا دیا وہ یہ کہ شیخ حبیب احمد صاحب سہارنپوری نے مذہب شیعہ اختیار کرکے بامداد
سید سجاد حسین صاحب موصوف ایک اشتہار مسمے بہ آئینۂ حق نما جس میں تیس ۳۰ سوال بحوالہ کتب اہلسنت
درج تھے اس اعداد سے نکالا کہ ہمارے مذہب کی پرانی دیواروں کو جڑ سے ہلا دیا منجملہ ان تیس سوالات کے دو تین
کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ کہ حضرت بشیر و نذیر نے بروز غدیر شاہ خیبر گیر کو اپنا جانشین مقرر فرماکر
دستار قائم مقامی سے سرافراز فرمایا۔ یہ کہ ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ نے بشمول حضرات ثلثہ خصوصاً
جناب فاروق اعظم نے اظہار تہنیت و بشاشت کیا۔ یہ کہ بعد وصال آنحضرت جناب شیخین نے
اُس عہد کو توڑ ڈالا۔ یہ کہ حضرت ابوبکر و عمر نے اپنے نبی کی بیٹی کو مالی و روحانی صدمات پہنچائے
یہ کہ حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لیکر سیدہ کے دروازے پر چڑھ گئے اور دھمکایا اور ڈرایا کہ تمہارا
گھر پھونک دیا جائیگا۔ یہ کہ جناب فاطمہ نے وصیت کی کہ حضرت ابوبکر میرے جنازہ پر قدم رنجہ
نہ کریں اشتہار مذکور میں لکھا گیا تھا کہ جو شخص اُن کتابوں میں جن کے نام مع مصنفین لکھے گئے ہیں یہ
یہ ثابت کرادیگا کہ مضامین محولہ اُن میں درج نہیں شیعہ نے غلط حوالے دئے ہیں تو اُسکو مبلغ
۲۵ عہ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا اور بنظر اطمینان جائداد آزاد مکفول کرادی جائے گی جسکو بعد
کامیابی علمائے اہلسنت بلا وقت بآسانی لے سکیں گے حقیر نہایت شوق سے اطراف عالم پر
نظر ڈال رہا تھا کہ اب ضرور علمائے عصر کوشش کرکے اپنے مذہب سے اس حملۂ عظیم کو دفع فرماکر ایک
معتدبہ رقم شیعہ سے حاصل کرینگے جس سے آیندہ زمانہ کے لئے ان مباحث کا قطعی فیصلہ
ہو جائیگا۔ مگر نہایت حسرت و افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری وہ شوق بھری ہوئی امید یاس
سے بدل گئی اور مذہب قدیم کی گنجائش و وقعت بلحاظ خاندان و قوم جو کچھ بھی طبیعت میں تھی وہ

یک قلم دور ہوگئی اس لئے کہ سید سجاد حسین صاحب موصوف لصدر نے اشتہار آئینہ حق نما کے
تین مطبوعہ جواب مجھ کو دکھلائے جنکے معائنہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سنیت کو دونوں ہاتھوں
سے سلام کرنا پڑا۔ اُن اجوبہ ثلثہ کی کچھ اجمالی حالت دکھاتا ہوں۔ مولوی شرف علی خاں صاحب نے
الہ آباد سے لکھا کہ پہلے مبلغ پچیس ہزار روپیہ بنک میں داخل کردو ازاں بعد جواب دیا جائیگا۔
آئینہ حق نما میں روپیہ کیلئے یہ شرط درج ہوئی تھی کہ اول علمائے اہلسنت اپنی کتابوں کو دیکھیں
جن میں ہر تیس سوال کا پتہ دیا گیا ہے اگر مضامین محولۂ اشتہار کتب میں نہوں تو کمیٹی شیعہ سے ثبوت
لیں بصورت غلطی ۲۵ ہزار جیب میں رکھیں قبل از کمیٹی بہ کفالت جائداد آزاد وثیقہ لکھا لیں خانصاحب
ممدوح نے نہ اپنی کتب سے کوئی مضمون مطابق کیا اور نہ کمیٹی کے بارے میں کوئی انتظام فرمایا بخلاف شرط
مندرجۂ اشتہار کھاروے کی تھیلیاں بھرنے پر آمادہ ہوگئے۔ چونکہ آئینہ حق نما میں ایسے سخت تیس
سوال درج کئے گئے ہیں کہ منجملہ اُن کے ایک بھی اگر صحیح ثابت ہوجائے تو مذہب اہلسنت کی خیر نہیں
اندریں حالت حضرات علماء پر واجب تھا کہ بہ ترک طمع دنیادی روپیہ کی چھین جھپٹ میں نہ پڑتے
بلکہ ان الزامات شدیدہ کو جو کہ تیس نمبروں میں بیان کئے گئے ہیں مذہب سے اُٹھاتے اس سے
صاف طور پر واضح ہوگیا کہ جملہ معاملات مصرحۂ اشتہار کتابوں میں درج ہیں اگر نہوتے تو علماء
غرور شیعوں کو بموجب وعدے کے مجبور کرکے کشاں کشاں کمیٹی گھر میں لاتے اور اُنکے دعاوی کو غلط
کرکے چھنا چھن روپیہ گنوا لیتے۔ امروہہ سے جناب مولوی شبیر علی صاحب و مولوی محمد احسن صاحب نے جو
دو جواب چھپوائے اُنہوں نے بالکل شکستہ کمر کرکے شل مجوزہ صد سالہ کو زہ پشت کردیا۔ حضرت
ممدوح الصدر سے مولوی محمد احسن صاحب نے بخط جلی لکھدیا کہ ہماری جملہ کتب غیر معتبر ہیں شیعوں نے
سب کتابوں میں حسب مراد خود کچھ نہ کچھ تصرف کردیا ہے۔ کتب محولۂ اشتہار آئینہ حق نما میں مسلم و
بخاری شریف بھی داخل ہیں یہ دونوں کتابیں سردار صحاح ستہ بھی بے اعتبار تجویز کی گئیں چونکہ میں
ایک حق طلب آدمی ہوں نہ شیعہ کا وضعدار نہ اہلسنت کا خراج گزار محض سیدھے راستہ کا خواستگار
لہذا علمائے اہلسنت کی حیلہ سازی و کمزوری دیکھکر خانۂ سنیت سے اپنا اسباب اُٹھانے کی فکر کی
چاہتا تھا کہ اس پرانے کھنڈرے سے تدریجاً اثاث البیت اُٹھا کر بلدۂ شیعہ میں اقامت گزیں ہوں
مگر منشی سجاد حسین صاحب سے ایک ایسی حیرت افزا و ہوش ربا بات سنی کہ مقدس آباد گھر کو دفعۃً

بالقفل و زنجیر لگائے چھوڑ کر رہ گرائے مسلک صحیح و صراط مستقیم ہونا چاہئے جن معاملات نے کہ مجھکو مرا لے پنے گوشے سے باہر تعجیل نکالا کہ جیسے جلتے ہوئے گھر سے اسباب نکالا کرتے ہیں وہ چند باتیں ہیں جو بخوف اختصار دو تین امر بیان کئے جاتے ہیں۔ اوّل قضیۂ فدک۔ دوم آتش زنی بخانۂ سیدہ۔ سوم وصیت سیدہ بمانعت ابوبکر از شرکت جنازہ۔ چہارم بیعت مرتضوی بدست ثلثہ۔ جملہ معاملات کو کسی قدر تصریح سے بیان کرتا ہوں تاکہ حق طلب و انصاف پسند کہدیویں کہ جسپر ان معاملات کی اصلیت و حقیقت واضح ہو جاوے وہ کسی نہیں دسکی اگر بعد لازمی سنت ثلثہ سے دستکش نہ ہو وہ محض ہٹ دھرم و ناانصاف و ہوا پرست ہے۔

امر اوّل۔ قضیۂ فدک

سُنّی و شیعہ میں درباب مقدمۂ فدک اختلاف عظیم ہے۔ حضرات اہلسنت فرماتے ہیں کہ سیدہ نے جہالت و نفسانیت سے دعوئے وراثت دائر کیا تھا۔ چونکہ خلاف شرع مقدمہ تھا لہذا ناکامی سے گوشہ ندامت و غم و غصہ و رنج و خجالت میں اقامت گزیں ہو کر بالآخر اپنے باپ سے ملاقی ہوئیں۔

مولوی خلیل احمد صاحب متوطن ضلع سہارنپور نے اس مضمون کو ہدایات الرشید میں لکھا ہے۔

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ سیدہ نے اوّل بحضور جناب ابوبکر یہ استغاثہ پیش کیا کہ فدک میرے والد بزرگوار نے مجھ کو بذریعہ ہبہ عطا فرمایا ہے روز ہبہ سے میرے زیر قبضہ ہے۔ خلیفہ نے اسپر گواہ طلب کئے۔ جناب امیرؑ و ام ایمن و حسنینؑ و امّ کلثوم نے وقوع ہبہ پر گواہی دی خلیفہ اوّل نے واگذاشت فدک پر ایک نوشتہ لکھدیا جسکو حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا اور خلیفہ صاحب کو اونچ نیچ بتلا کر یہی رائے دی کہ حکم اوّل کو منسوخ نہ کیجئے۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور رجوع میں لکھدیا کہ حسنینؑ خورد سال ہیں۔ علیؑ ایک مرد ہیں۔ امّ ایمن ایک عورت تنہا شہادت دیتی ہے۔ شریعت میں دو مرد یا ایک مرد و دو عورت کی شہادت منظور کی جاتی ہے۔ چونکہ سیدہؑ حسب شریعت ثبوت داخل کرنے کے قاصر ہیں لہذا مقدمہ بحیثیت موجودہ نمبر سے خارج کر کے داخل دفتر کیا جاتا ہے بعد ڈسمسی ہبہ سیدہؑ بایں عنوان خواستگار ہوئیں کہ اگر یہ تم کو تسلیم نہیں تو میرے باپ کا مال رہا میں اُنکی اکلوتی بیٹی ہوں سوائے میرے کوئی دوسرا وارث نہیں۔ بذریعہ ارث میرا حق ہے۔ اس جگہ خلیفہ صاحب کا ناطقہ بند ہوا کہ اب کیا کیا جائے فوراً اپنے کیسہ یادداشت سے ایک حدیث

فکال کر بیان فرما دی کہ پیغمبر تنہائی میں مجھ سے کہہ گئے ہیں کہ ہم گروہ انبیاء کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ ہم کسی سے ورثہ لیتے ہیں جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ سب صدقہ ہے جو کہ ہمارے وارثوں پر حرام اور یاران جلسہ پر حلال ہے۔ چونکہ خلیفہ صاحب نے دیگر انبیاء کا بھی ذکر فرمایا تھا لہذا حضرت امیرؑ نے درباب نفاذ وراثت بہ متروکات انبیاء ما سبق قرآن سے ثبوت دکھایا اور سخت محاجہ کیا مگر کسی نے نہ سُنا۔ بالآخر سیدہؑ بصد آزردہ خاطری زاویہ نشین غم و غصہ ہو کر اس صدمہ دیگر صدمات روحانی و جسمانی سے جو خلیفہ دوم نے انکو پہنچائے تھے پچھتر روز میں گھل گھل کر وفات پا گئیں اور وصیت کی کہ ابو بکر میرے جنازے پر نہ آنے پائے۔

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کو قطعی انکار ہے کہ ہبہ کا تنازعہ پیش نہیں آیا چنانچہ تحفہ میں حضرت ابو بکر صدیق کے تیرھویں طعن میں لکھتے ہیں کہ "دعوئے ہبہ از حضرت زہراؑ و شہادت دادن حضرت علیؑ و ام ایمن یا حسنینؑ علے اختلاف الروایات در کتب اہلسنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است۔ پس چوں ہبہ در واقع تحقق نہ شد صدور دعوئے و وقوع شہادت ازایں اشخاص کہ نزد شیعہ معصوم و نزد ما محفوظ اند امکان و گنجائش ندارد" اس جگہ صرف اتنی بات صحت طلب ہے کہ مقدمہ ہبہ برپا ہو کر شہادت علیؑ و حسنینؑ کی نوبت آئی یا نہیں سو اسکی صورت یہ ہے کہ ملل و نحل شہرستانی و تفسیر کبیر و مواقف و شرح مواقف و صواعق محرقہ و حبیب السیر وغیرہ ۲۵ کتب اہلسنت میں معاملہ ہبہ و شہادت معصومین کا تذکرہ موجود ہے جملہ کتب کے نام مع عبارات تشیید المطاعن مطبوعہ مجمع البحرین لودھیانہ کے صفحہ (۲۲۹) پر موجود ہیں جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ بے تکلف و وقت ملاحظہ فرما سکتے ہیں بطور نمونہ براہین قاطعہ کی عبارت جو کہ صواعق محرقہ کا ترجمہ ہے اور اعتماد میں ثانی صحاح ہے پیش کرتا ہوں۔ کمال الدین بن فخر الدین جہرمی لکھتے ہیں کہ فاطمہؑ رضی اللہ عنہا نزد ابو بکر آمد و گفت کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فدک را بمن عطا فرمودہ ابو بکر رضی اللہ عنہ گفت شاہدے دریں باب آ انگاہ علیؑ رضی اللہ عنہ و ام ایمن گواہی دادند بعد از آں ابو بکر گفت بہ شہادت مردے و زنے مستحق ایں نمیشوی۔ شاہ صاحب نے اطمینان دلایا تھا کہ معاملہ ہبہ کسی کتاب میں نہیں افترائے شیعہ ہے اور علیؑ وغیرہ کا گواہی دینا ممکن نہیں اس لئے کہ وہ حسب عقیدہ شیعہ معصوم و عند السنیہ

محفوظ تھے دو کتابوں کی عبارت جس کا مختصر نمونہ دیا گیا ہے دیکھ لیویں اور پھر انصاف فرمائیں کہ عزیز دہلوی کس حد تک پہنچے ہیں اور جناب امیرؑ کی جو کہ محفوظ عن الخطا تھے حضرت ابوبکر نے کیا وقعت کی اور انکی گواہی کو سچا جانا یا جھوٹا اور اب ہم کو کس کا ساتھ دینا چاہئے آیا حضرت ابوبکر کا یا جناب سیدہ کا۔ اگر حضرت ابوبکر کی طرفداری کی تو ضرور ماننا پڑے گا کہ جناب فاطمہؑ نے اپنے باپ پر افترا کر کے ایک غلط معاملہ دائر کیا اور حضرت امیر و ام ایمن وغیرہما نے جھوٹی گواہی دی۔ اس بارے میں حضرات اہلسنت نے اگر کوئی معقول و ذہن نشین جواب دے دیا تو مقدمۂ وراثت میں خلیفۂ اول نے جو فیصلہ صادر فرمایا تھا صحیح تسلیم کر لیا جائیگا۔ ورنہ ان کی نسبت یقین کیا جائیگا کہ نبیؐ زادی پر سخت ظلم کیا اور ان کو اس درجہ آزردہ خاطر کیا کہ جنازے کی شرکت سے روک دئے گئے۔ جناب مستطاب معلے القاب ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی رؤیائے صادقہ مولفۂ خود میں یہی لکھا ہے کہ اہلبیتؑ و خلفاء میں جو جھگڑا ہوتا تو میں اہلبیتؑ کا ساتھ دیتا۔

امر دوم قضیۂ آتش زنی

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لیکر سیدہؑ کے دروازے پر گئے اور ایسی حالت میں کہ وہ مبتلائے رنج ہو کر فرش عزا پر بیٹھی ہوئی اپنے باپ کو رو رہی تھیں دھمکایا۔ اور ڈرایا کہ تیرا گھر پھونک دونگا۔ اہلسنت فرماتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ اسلام عمر سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنے خداوند نعمت کی بیٹی کو دھمکاتے یا آگ اور لکڑیاں اُن کے دروازے پر لیجا کر خوف دلاتے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے تحفہ میں خلیفۂ دوم کے طعن دوم کا ان لفظوں سے جواب دیا ہے (این قصہ سراسر واہی و بہتان و افترا است اصلے ندارد) پس اس معاملہ میں صرف یہی امر تحقیق طلب ہے کہ حضرت عمر کا سیدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجا کر ڈرانا اور خانہ سوزی کا خوف دلانا شیعہ کا بہتان و افترا ہے یا کہ علمائے اہلسنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ معائنۂ کتب اہلسنت سے واضح ہوتا ہے کہ سولہ[۱۶] مجلدات معتبرہ میں اس قصہ کا واقع ہونا درج ہوا ہے۔ تاریخ طبری۔ تاریخ واقدی

مضمون ابن ابی شیبہ - ابن عبد ربہ - شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ وغیرہا کل کتب کے نام مع عبارات تشئید المطاعن مطبوعہ مجمع البحرین کے صفحہ (۴۳۴) پر زیر ملاحظہ آسکتے ہیں - اس جگہ بنظر اختصار دو ایک کتب اہلسنت کا مضمون نقل کرتا ہوں - چونکہ شاہ عبد العزیز صاحب نے مطاعن آتش زنی سے انکار کیا ہے - لہذا انکے والد ماجد جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو شہادت میں پیش کیا جاتا ہے - انکا بیان چند وجہ سے معتبر سمجھا جاسکتا ہے - اول یہ کہ شاہ صاحب کے نزدیک اپنے پدر بزرگوار کا اقتدار و اعتبار تھا - کہ آیتہ من آیات اللہ اور معجزہ من معجزات رسول اللہ کے خطاب سے تحفہ میں ان کو یاد فرمایا ہے - وہ بزرگ کتاب ازالۃ الخفا میں رقمزن ہیں (در ہمیں ایام مشکلے دیگر کہ فوق جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد و آں ایں بود کہ زبیر و جمعے از بنی ہاشم در خانۂ حضرت زہرا جمع شدہ در باب نقض خلافت ابوبکر مشورہ بکار می بردند حضرات شیخین آنرا تدبیرے کہ بایستے برہم زدند و تدارک ملالے کہ بر مزاج حضرت علی مرتضیٰ عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند) پدر صاحب تحفہ کی تحریر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خلیفہ ابوبکر کی معزولی کا مشورہ حضرت امیر کے گھر میں اس شدت سے ہوا تھا کہ شیخین کو اسکے برہم کرنے میں وہ تدابیر کرنی پڑیں جو افسر پولیس کو کسی مجمع ناجائز خلاف قانون کے دفع اور پریشان کرنے میں پیش آتی ہیں - مدینہ منورہ میں ہزارہا مسلمان سکونت رکھتے تھے - فاطمہ علیہا السلام کے گھر میں بنی ہاشم خاندان رسول مقبول و زبیر کا جو کہ بقول اہلسنت عشرہ مبشرہ میں داخل تھے - عزل ابوبکر کی نسبت مشورہ زن ہونا عجیب حالت دکھلانیوالا ہے - میری دانست میں ہر ایسا شخص جو کہ محض بنظر معاد آخرت مسلمان ہوا ہو ضرور یہ یقین کر سکتا ہے کہ علی و فاطمہ و خاندان بنی ہاشم و سرخیل عشرہ مبشرہ اس بات کی کوشش کر رہے تھے کہ حضرت ابوبکر کو تخت خلافت سے اتار دیا جائے - حق طلب لوگوں کو اس جگہ عقل سلیم سے کام لینا چاہئے - کیونکہ اس مفسدہ پردازی میں اہلبیت رسول خدا حق پر تھے یا وہ کہ جنہوں نے بتدابیر شائستہ و بائستہ اسکو فرو کیا - دونوں میں سے ایک پر ضرور الزام آئیگا - شاہ صاحب کی تحریر سے مجھ کو یہ ثابت نہیں ہوا کہ شیخین نے وہ کیا تدابیر کیں جن سے اہل بغاوت کے مجمع میں برہمی پیدا ہوئی - صرف یہ لکھتے ہیں کہ بتدابیر کہ بایستے برہم زدند - لیکن اس تدبیر کا نام نہ بتایا کہ خلفاء نے قوت عقلی سے کیا ایسی بات کی تھی جسکی ستائش ولی اللہ صاحب

لفظ یا نیت سے کی ہے۔ یہ لفظ اُسی موقع پر بولا جاتا ہے جبکہ کوئی ایسا کام کیا جائے جو کہ اُس کے شایان شان ہو ضرور ہے کہ خلفاء کی جانب سے کسی ایسے فعل نے وقوع پایا جو کہ اُس قدح اور مرتبہ اہلبیت و حرمت خانہ کرامت نشانہ سیدہؑ سے بہت ہی کچھ پیوستگی و وابستگی رکھتا تھا گو کہ عبارت فارسی محررہ بالا میں صراحتًہ اُس تدبیر کا ذکر نہیں کیا گیا۔ مگر اُسی عبارت میں شاہ صاحب نے کنایۃً تذکرہ فرما دیا ہے اور لکھا ہے "وتدارک آں می کردند کہ بر مزاج حضرت علی مرتضیٰ عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند"

اس کلام سے ثابت ہوا کہ وہ تدبیر ایسی تھی جس سے حضرت مرتضوی کی طبیعت پر رنج و ملال طاری ہوا تھا۔ پس ظاہر ہو گیا کہ شیخین نے حفظ خلافت میں اپنے نبیؐ کی ذریت سے وہ برتاؤ کیا کہ جس نے اُن کو ایسا رنج و ملال دیا جس کے لئے خلفاء کو حسن ملاطفت کی ضرورت واقع ہوئی۔ اول خلافت ابوبکر بحکم خدا و رسولؐ و اجماع کل امت جس میں اہل حل و عقد شامل تھے وجود پذیر ہوئی تھی تو علیؑ پر بڑا سخت الزام وارد ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ برحق کی معزولی پر ایسے کوشاں ہوئے کہ اپنے گھر میں اہل شر و فساد کو جمع کر کے یہ تجویز پیش کی کہ ایک صاحب حق کو اُس کی منزلت سے گرا دیا جائے ایسے شخص کے ساتھ رعایت و ملاطفت کرنا شیخین ہی کا کام تھا۔ خلفاء نے جو لائق حال اہلبیت بایستہ تدبیر کی تھی اُسے بھی سن لیجئے عبارت فارسی کے بعد ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ حِیْنَ بُوْیِعَ لِاَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کَانَ عَلِیٌّ وَّ زُبَیْرُ یَدْخُلَانِ عَلٰی فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَیُشَاوِرُوْنَهَا وَیَرْتَجِعُوْنَ فِیْ اَمْرِهِمْ فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ ابْنَ خَطَّابٍ خَرَجَ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی فَاطِمَةَ فَقَالَ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا مِنَ الْخَلْقِ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ اَبِیْكِ وَمَا مِنْ اَحَدٍ اَحَبَّ اِلَیْنَا بَعْدَ اَبِیْكِ مِنْكِ وَاَیْمُ اللّٰهِ مَا ذَاكَ بِمَانِعِیْ اِنِ اجْتَمَعَ هٰٓؤُلَآءِ النَّفَرُ عِنْدَكِ اَنْ اٰمُرَ بِهِمْ اَنْ یُّحْرَقَ عَلَیْهِمُ الْبَیْتُ الخ یہ عبارت مقصد دوم مآثر ابوبکر میں موجود ہے۔

مفاد کلام یہ ہے کہ علیؑ و زبیر سیدہؑ کے گھر میں مشورہ کے لئے جمع ہوتے تھے۔ حضرت عمر یہ خبر سُنکر حضرت فاطمہ کے مکان پر گئے اور کہنے لگے کہ اے بنت رسولؐ تمام خلق خدا

سے میرے نزدیک آپ کے باپ محبوب تھے اور اُن کے بعد مجھ کو جناب سے جو محبت ہے وہ کسی سے نہیں۔ مگر یہ نیازمندی مجھ کو اس بات سے نہ روکیگی کہ علیؑ و زبیرؓ پر بہ جرم مشورت بیجا اس گھر کو نہ پھونک دوں۔ سبحان اللہ شیخین نے سیدہ و جناب امیرؑ کے ساتھ کیا ہی حسن ملاطفت کیا۔ اہل عقل سوچ لیویں کہ جب کسی عورت کو یہ خوف دلایا جاوے کہ اگر فلاں امر واقع ہوا تو تیرے شوہر کو اس گھر میں بند کر کے جلا دیا جائیگا اُسپر کیا صدمہ گزریگا۔

ولی اللہ صاحب نے صرف اتنا لکھا ہے کہ آگ لگانے کی دھمکی دی تھی مگر دیگر علماء نے جن کی کتابوں کا پہلے ذکر کیا گیا ہے یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ عمر صاحب کے ساتھ پورا سامان آگ لگانے کا تھا۔ یعنی لکڑیاں اور آگ بھی تھی اور ایک کلمہ ایسا سخت حضرت عمر کی زبان آتش فشاں سے نکلا تھا کہ جس کے سننے کا تحمل سوائے علیؑ و فاطمہؑ کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ وہ حسنینؑ جن کو فاطمہؑ نے چکی پیس پیس کر روزے پر روزہ رکھکر دکھ۔ درد۔ رنج و فاقہ کی حالت میں پالا۔ اُن کی حضرت عمرؓ نے یہ عزت کی کہ سیدہؑ کے بروبرو کہہ دیا کہ میں مع حسنینؑ کے اس گھر کو جلا دونگا۔ جس وقت کہ عمر صاحب نے دروازے پر کھڑے ہو کر اشتہار آتش زنی کا اعلان فرمایا تو سیدہ بیکس نے فرمایا کہ اے عمر اس گھر میں امانت رسول خدا حسنین موجود ہیں۔ بظاہر اس لفظ کے ارشاد فرمانے سے سیدہؑ کا یہ مطلب تھا کہ جب عمر حسنین کا نام سنیں گے رعب رسالت و پاسداری خاندان نبوت سے کانپ جائیں گے مگر اُن کا ایمان موم کی ناک نہ تھا کہ ذری سی بات میں متزلزل ہو جاتا۔ وہ بڑے مضبوط ایماندار تھے۔ ذرا نہ گھبرائے اور بے دھڑک ہو کر کہدیا کہ میں ایسے عذرات کب سُنتا ہوں مع آپ کے صاحبزادگان حسنؑ و حسینؑ کے اس جھونپڑے کو جلا کر خاک سیاہ کر دونگا۔ ابن خرابہ نے درر غرر میں جو عبارت لکھی ہے اُس کا صاف و صریح مطلب حسب صراحت بالا ہے بغرض اطمینان ناظرین عبارت بھی پیش کی جاتی ہے قَالَ زَیْدُ ابْنُ مُسْلِمٍ کُنْتُ مِمَّنْ حَمَلَ الْحَطَبَ مَعَ عُمَرَ اِلٰی بَابِ فَاطِمَةَ حِیْنَ امْتَنَعَ عَلِیٌّ وَّ اَصْحَابُہٗ عَنِ الْبَیْعَةِ اَنْ یُّبَایِعُوْا

فقال عمر لفاطمة اخرجی من البیت و الا احرقته و من فیه قال و فی البیت علی و فاطمة والحسن والحسین و جماعة من اصحاب النبی و قالت فاطمة اتحرق علی ولدی قال ای واللہ او لیخرجن و لیبایعن۔

میں یقین کرتا ہوں کہ سولہ مجلدات کی عبارات دیکھکر جن میں سے بعض کا مضمون اس جگہ بیان کیا گیا ہے ہر مسلمان یہ یقین کر لیوے گا کہ بے شبہہ حضرت عمر رسول کا گھر جلانیکے واسطے بایں غیظ و غضب مع ہیزم و آتش جلوہ افروز ہوئے تھے کہ علیؑ و حسنینؑ و زبیر و فاطمہؑ آل ہاشم کا جلا دینا اُن کو ناگوار نہ تھا۔ مرد دوراندیش و عاقبت بین کو اس جگہ تمیز کرنی واجب ہے کیا باادب مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں۔

امر سوم وصیت سیدہ بہ منع ابوبکر از حضوری جنازہ

جناب سیدہؑ کا بوقت وفات خود حضرت امیرؑ کو یہ وصیت کرنا کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آنے پائے۔ ایسا مشہور و معروف قصہ ہے کہ جس سے ہر مسلمان واقف ہے مگر بعض لوگ اس واقعہ سے بجائے خود یہ خیال کر لیا کرتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ دختر نبیؐ حضرت صدیق سے بحدّے ناراض ہوں کہ شرکت جنازہ بھی گوارا نہ ہو۔ اگر دونوں میں یہاں تک ضد و اختلاف تھا تو ایسے اسلام کا خدا حافظ۔ پس اُن حضرات کی آگاہی کے واسطے اس بارے میں عرض کیا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں کتاب المغازمات میں درباب بحث فدک ایک طولانی عبارت کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں۔ فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فھجرته فلم تکلمه حتی توفیت و عاشت بعد النبی ستة اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علی لیلا و لم یؤذن بھا ابابکر و صلی علیہ۔ اسی طرح مسلم شریف کی کتاب الجہاد میں لکھا ہوا ہے بخوف طوالت عبارت نقل نہیں کی گئی۔ خلاصہ عبارات مندرجہ صحیحین یہ ہے کہ معاملہ فدک میں فاطمہؑ ابوبکر سے ایسے ناراض ہوئیں کہ ترک کلام کر دیا۔ بعد نبیؐ چھ مہینے زندہ رہیں جب انتقال فرمایا تو علیؑ نے رات کو اُن کو دفن کیا اور ابوبکر کو اجازت شرکت جنازہ

نہ دی نماز میت بھی خود ہی پڑھائی۔ ہر چند کہ عبارات بالا سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ فاطمہ کو حضرت ابو بکر سے ناراضی تھی اور وہ رنج باہمی ترک کلام کا باعث ہوا تھا۔ مگر اس جگہ بعض حضرات شاید یہ نکتہ چینی فرمائیں کہ حضرت فاطمہؑ نے کوئی وصیت یا ممانعت نہیں کی بلا علم بعض سے ایسا امر واقع ہوا ہے کہ انہوں نے اجازت نہ دی۔ لہذا اُن کا اطمینان کیا جاتا ہے کہ گو بخاری و مسلم میں یہ لفظ نہیں کہ فاطمہؑ نے وصیت کی تھی مگر رنج و غصہ کا تذکرہ ضرور ہے جسکو اہل صحاح نے (فوجدت سے) ظاہر کیا ہے۔ پس حضرت امیرؑ کا ابو بکر کو اجازت نہ دینا اُسی بناء غصہ پر تھا۔ سوائے ازیں دیگر علماء نے وصیت کو بھی تصریح لکھا ہے۔ چنانچہ ابو بکر جوہری نے کتاب السقیفہ میں لکھا ہے قَالَتْ فَاطِمَةُ لِاَبِیْ بَکْرٍ لَا اُکَلِّمُکَ اَبَدًا قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ لَا نَهْجُرُكِ اَبَدًا قَالَتْ وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ اللّٰهَ عَلَیْكَ قَالَ وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ اللّٰهَ لَكِ فَلَمَّا حَضَرَتْهَا الْوَفَاةُ اَوْصَتْ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْهَا فَدُفِنَتْ لَیْلًا یعنی فاطمہؑ نے ابو بکر سے کہا کہ میں تم سے کبھی کلام نہ کرونگی۔ ابو بکر نے جواب دیا کہ میں آپ سے ہرگز مفارقت اختیار نہ کرونگا اور آپکے لئے دعائے خیر سے مضائقہ نہ ہوگا فاطمہؑ نے جواب دیا کہ میں تیرے حق میں بد دعا کرونگی۔ جبکہ اُنکی وفات کا وقت قریب پہنچا وصیت کی کہ ابو بکر میرے جنازے پر نماز نہ پڑھے اور شب کو دفن کی گئیں چونکہ شاہ صاحب کا زیادہ اعتبار ہے لہذا اُنکا بیان بھی دکھایا جاتا ہے تاکہ پورے طور پر یقین کامل ہو جائے کہ جناب سیدہؑ نے وصیت کی تھی۔ خلیفۂ اول کے چودھویں طعن میں شاہ صاحب لکھتے ہیں (شبہہ دوم آنکہ چون درمیان ابو بکر و حضرت زہراؑ بابت این مقدمہ (یعنی فدک) بصلح و صفا انجامید و رفع کدورت بخوبی حاصل گردید چنانچہ از روئے روایات سنی و شیعہ ثبوت رسید پس باعث وصیت کہ حضرت زہرا ارادا و ار حاضر شدن ابو بکر بر جنازہ نہ شد۔ و حضرت امیرؑ ایشاں را شبا شب بہ موجب وصیت ایشاں دفن فرمودہ۔ رفع این شبہہ آنکہ این وصیت حضرت زہرا بنا بر کمال تستر فرمود) شاہ صاحب تنازع ابو بکر و سیدہ میں مدعی صلح ہو کر گہر ریز ہوئے ہیں اُس سے اس جگہ بحث نہیں۔ کتب مناظرہ میں اسکی حقیقت بصراحت تمام درج ہے واقعہ میں حسب تسلیم بخاری و مسلم و ابو بکر جوہری

جن دو شخصوں میں ایسا رنج و غصہ ہو کر کلام تک ترک ہو جائے اور اسی حالت میں وفات بھی واقع ہو اُن کی صلح و صفائی کا معتقد ہونا شاہ صاحب جیسے عالی خیال کا کام ہے نہ کسی دوسرے کا۔ اس جگہ مجھکو وصیت سیدہؑ کا اثبات مد نظر تھا جسکو کر چکا۔ جو لوگ کہ فاطمہؑ کو بنظر احترام دیکھنے والے ہیں وہ غور فرمالیویں کہ شرکت جنازہ کی ممانعت بڑی ہی سخت عداوت سے ہوا کرتی ہے درحالیکہ ابوبکر و فاطمہؑ میں یہ نوبت پہنچ گئی تھی تو ہم تازہ مسلمانوں کو کسکی متابعت کرنی ضروری ہے۔

کیا اسلام اسی کا نام ہے کہ نبیؐ کی بیٹی کا خیال و پاس نہ کریں اور اُن کے سُسرے کے دامن سے لپٹے رہیں۔

امر چہارم بیعت مرتضویؑ بدست ثلاثہ

اہلسنت فرماتے ہیں کہ حضرت امیرؑ نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرکے مثل سائر الناس اُنکو اپنا امام و پیشوائے دین سمجھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ بیعت کے معنی کسی کے ہاتھ پر بک جانے کے ہیں۔ بیعت کنندہ بیعت گیرندہ کا تابع و رعایا ہوتا ہے نیز اس کے لیئے رغبت شرط ہے بلا حکم طبیعت و رجوع قلب اگر کی بھی جائے تو وہ بیعت صحیح متصور نہیں ہو سکتی۔ بدانست حقیر سُنّی و شیعہ کے قضیہ میں یہ معاملہ اہم قضایا سے ہے۔ اگر قرائن عقلی و نقلی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بے شبہہ حضرت امیرؑ نے خلیفۂ اوّل کی بیعت اسی طرح سے بطیب خاطر کی تھی کہ جیسے حضرت عمر نے نبیؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سبقت بہ بیعت فرمائی تھی تو بے شبہہ یقین کر لیا جائیگا کہ وہ بھی اعلےٰ درجہ کے مبایعین میں داخل تھے اور اگر اُسکے خلاف ثابت ہوا تو سمجھ لیا جائیگا کہ یہ غوغائے عام خالی ڈھول کی آواز سے کچھ زیادہ مرتبہ رکھنے والا نہیں ہے۔ تحریر بالا پر نظر ڈالنے سے عقل ہم کو اس امر کے تیقّن کرلے کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ علی مرتضےٰ نے خلیفۂ اوّل کو ایسا ہی امام جائز الاطاعت سمجھا تھا کہ جیسا عمر و عثمان و امثالہم نے۔ کیونکہ جس نے ابوبکر سے تخلف کرکے اپنے گھر میں عزل خلیفہ

کے لئے کمیٹی کی۔ جس کے گھر پر خلیفہ کے نفس ناطقہ و نائب السلطنت حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لیکے چڑھ گئے اور اسکی بی بی اور بچوں کے جلادینے کا ارادہ کیا جس کی گواہی و حجت کو بمقدمۂ فدک رد کیا گیا۔ جس کے غبار طبیعت کو خلیفہ بے بجس بلا طفت صاف کیا۔ جس نے اپنی بی بی کے جنازے پر خلیفہ صاحب کو آنے کی اجازت نہ دی۔ جو کہ شیخین کو بروایت مسلم و بخاری کاذب و غادر و خائن و آثم سمجھتا رہا۔ اُس نے خلفا کو اپنا امام و ہادی دین کیونکر سمجھ لیا۔ سوائے خارکار علماء کے کوئی نامی عالم و محدث اہلسنت اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ جناب امیرؑ نے حالت اختیار میں خلیفہ اوّل کی بیعت کی تھی چنانچہ ارباب صحاح و اہل تاریخ نے بالاتفاق لکھا ہے کہ تاحیات سیّدہ جسکی مدت چھ ماہ ہے بنی ہاشم سے کسی نے ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔ اس زمانہ میں جناب امیرؑ فاطمہؑ کی دلداری و غمگساری میں مصروف رہے۔ بعد وفات سیدہؑ لوگوں کی نظر میں حضرت امیرؑ کا اعتدار کم ہو گیا۔ تب آپ نے مضطر ہو کر ابوبکر سے رجوع کی۔ اس واقعہ کے متعلق بہت شہادتیں کتابی پیش ہو سکتی ہیں مگر اس جگہ صرف ایک شہادت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری کی کتاب المغازی میں بمقام ذکر خیبر یہ عبارت لکھی ہے وَكَانَ لِعَلِيٍّ فِي النَّاسِ وَجْهَةٌ حَيٰوةَ فَاطِمَةَ اَىْ كَانَ النَّاسُ يَحْتَرِمُوْنَهُ اِكْرَامًا لِفَاطِمَةَ فَلَمَّا مَاتَتْ وَاسْتَمَرَّ عَلٰى عَدَمِ الْحُضُوْرِ عِنْدَ اَبِىْ بَكْرٍ قَصَّرَ النَّاسُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِحْتِرَامِ لِاِرَادَتِهِ دُخُوْلَهُ فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ فَلِذٰلِكَ قَالَتْ عَائِشَةُ فِىْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ لَمَّا جَاءَ وَبَايَعَ كَانَ النَّاسُ قَرِيْبًا اِلَيْهِ حِيْنَ رَاجَعَ الْاَمْرَ الْمَعْرُوْفَ وَكَانَتْهُمْ كَانُوْا يَعْذِرُوْنَهُ فِى التَّخَلُّفِ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ فِىْ مُدَّةِ حَيٰوةِ فَاطِمَةَ بِشُغْلِهِ بِهَا وَتَسْلِيَتِهَا عَمَّا هِىَ فِيْهِ مِنَ الْحُزْنِ عَلٰى اَبِيْهَا وَلِاَنَّهَا لَمَّا غَضِبَتْ مِنْ رَدِّ اَبِىْ بَكْرٍ عَلَيْهَا فِيْمَا سَاَلَتْهُ مِنَ الْمِيْرَاثِ رَاٰى عَلِىٌّ اَنْ يُّوَافِقَهَا فِى الْاِنْقِطَاعِ عَنْهُ مقام غور و تامل ہے کہ ایسی بیعت جس کے موانع اور کراہت اوپر بیان کئے گئے بعد وفات سیدہؑ بھی کسی طرح طیب خاطر و خوشدلی پر

محمول نہیں ہو سکتی کیا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ علی المرتضےٰ جیسا عاقل الناس جو کہ آنحضرتؐ کی زندگانی میں تمام مراتب علمی سے فارغ ہو کر القرآن مع علیؑ و علیؑ مع القرآن کا خطاب پا کر بروئے حدیث ثقلین مسلمہ فریقین قرآن ناطق قرار پا چکا تھا اس مدت شش ماہ تک جائز امام کے حقوق سے بے خبر رہا اور پھر بیعت بھی کی تو اُس وقت جبکہ مسلمانوں نے احترام معمولی میں کمی کر دی۔ حق طلب لوگوں کو اس موقع سے سرسری نہ گزرنا چاہیے۔ اس بات کو عقل تسلیم کرتی ہے جب کہ حضرت امیرؑ نے صدیق اکبر کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہوگا تو اُس وقت یہ واقعات پیش نظر نہ ہونگے کہ ایسے بزرگ خلیفہ کے حکم سے میری پیاری بی بی کا فدک لیا گیا۔ انہی کے اجلاس میں بہ مقدمہ ہبہ میری اور حسنینؑ کی گواہی غیر مستند سمجھی گئی۔ معاملہ وراثت میں انہی کے محکمہ سے آیات قرآنی پر میرا استدلال ہونا نامسموع ہوا۔ انہی کے حکم سے میرے گھر پر آتش افشانی ہوئی۔ انہی کے خشم کا سایہ جنازے پر پڑنا میری زوجہ کو ناگوار ہوا۔ انہی کو میں کاذب و ظالم جانتا ہوں۔ جس شخص کی نگاہ میں اس قدر معاملات ہوں اُسکی نسبت کیسے کہا جا سکتا ہے کہ سوائے کراہت کے رغبت سے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ اگر خواہ مخواہ طبیعت پر جبر کر کے یہ اعتقاد کر لیا جاوے کہ ضرور حضرت امیرؑ نے ابوبکر صدیق کو امام واجب الاطاعت سمجھ کر بیعت کی تھی تو ابوبکر و علیؑ و رسولؐ بلکہ خدا بے وجود قرار پاتے ہیں اور اسلام قابل مذاق تجویز ہوتا ہے۔ دیکھو شاہ صاحب تحفہ کے باب چہارم میں لکھتے ہیں کہ باتفاق شیعہ و سنی ثابت است کہ پیغمبرؐ فرمود اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ یعنی من درمیان شما دو چیز بزرگ می گزارم قرآن و اہلبیتؑ اندیں معلوم شد کہ پیغمبرؐ مارا حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ پس مذہبے کہ مخالف ایں ہر دو باشد شرعاً و عقلاً باطل است۔ شاہ صاحب کی عبارت سراپا بشارت کا صاف و صریح یہ مطلب ہے کہ پیغمبر صلعم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور بجائے خود تمہاری ہدایت کے لئے اپنی عترت و قرآن چھوڑتا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ بعد آنحضرتؐ جس قدر اہل اسلام باقی رہے اُن سب پر کتاب خدا و اہلبیتؑ حاکم ہیں۔ جو اُنکی مخالفت کریگا وہ مذہب صحیح پر عمل کرنے والا نہ ہوگا۔ بلکہ اُسکا طریقہ عقلاً و شرعاً باطل

سمجھا جائیگا۔ پس اگر حضرت ابوبکر صدیق نے جناب امیرؑ سے بیعت لیکر مثل دیگر صحابہ انکو اپنی رعایا
میں داخل کیا تو صاف سمجھا گیا کہ انہوں نے بمخالفت حدیث ثقلین اپنے حاکم کو محکوم بنایا۔
اندریں صورت حسب تسلیم شاہ صاحب واضح ہوا کہ انکا طریقہ عقلاً و شرعاً باطل تھا یہی الزام
حضرت امیرؑ پر عائد ہوتا ہے درحالیکہ وہ قرآن کے ساتھ شیرازہ بند کئے گئے تھے تو آپ سے
ماموم کیوں بنے۔

نبیؐ انکی امارت و سرداری کا اعلان فرمائیں اور وہ خلیفہؐ اوّل کے ہاتھ پر فروخت ہوکر رعیت
بنجائیں۔ اس سے خیال ہو سکتا ہے کہ علیؑ میں حکومت وجہانبانی کا مادہ نہ تھا یہ سلسلہ نبیؐ و خدا
تک منتہی ہوتا ہے کہ رسولؐ نے امت پر ایسا شخص کیوں حاکم مقرر فرمایا جس میں قابلیت
امامت نہ تھی اسی طرح خدا سے بدظنی ہو سکتی ہے کہ اُسنے گروہ خلائق کی ہدایت کو ایسا
ناعاقبت اندیش نبی کیوں منتخب کیا جو اپنے ایک کم مایہ و خفیف العقل عزیز کے ہاتھ میں امت
کی عنان انتظام دے گیا۔ ایک خلیفہ کے لئے کس قدر مفسدہ پیدا ہوتا ہے کہ خلافت بجائے
خود رہی رسالت و وحدانیت بھی ہوا ہوئی جاتی ہے اور اگر یہ اعتقاد کر لیا جائے جیسا کہ
شیعہ کا ہے کہ حضرت امیرؑ نے نہ کسی کی بیعت کی اور نہ کوئی ایسا شخص تھا جسکے سلسلۂ بیعت
میں وہ جکڑ بند ہوتے بلکہ امت پر واجب تھا کہ حسب وصیت رسولؐ انہی کی متابعت کرتے۔
اس صورت میں نہ حضرت ابوبکر پر کوئی الزام آتا ہے اور نہ جناب امیرؑ و رسولؐ مقبولؐ و خدائے
کریم کی شان رفیع میں کچھ فرق پڑتا ہے۔ صاحبان عقل و ہوش بلا محبت مذہبی انصاف
فرمائیں کہ میں بیعت مرتضوی کا کیونکر اعتقاد کروں جبکہ اُس میں مفاسد چند در چند ہیں
علیؑ کی خلافت۔ نبیؐ کی رسالت۔ خدا کی شان و منزلت سے جو استعفاء دے وہ حضرت ابوبکر
کی امامت و ریاست کا اقرار کرے۔ ہم بیچارے تو مسلم لوگوں کو پیچیدہ راہ چھوڑ کر وہی سیدھا
راستہ اختیار کرنا چاہئے جس میں گز بھر کے نوکدار کانٹے اور سو سو بانس گہرے گڑھے نہوں
یہی حالت ما بقی خلفا کی ہے۔ فاروق اعظم کو جب صدیق اکبر نے بروے استخلاف خلیفہ
بنایا تو حضرت امیرؑ و طلحہ وغیرہ نے اعتراضاً کہا کہ صدیق نے ایسے شخص کو امیر امت کیا
جو فظ و غلیظ یعنی تند خو و بد مزاج ہے۔ بعد وفات حضرت عمر جب مجلس شوریٰ قائم ہوئی

تو بروایت کتاب مغازی و دیگر چند کتب احادیث و تواریخ حضرت امیرؑ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے صاف انکار کر کے علانیہ کہدیا کہ میں ہر وقت مستحق خلافت تھا اگر خوف برہمی اسلام نہوتا تو خلائق دیکھ لیتی کہ ابو بکر کس طرح مسند آرائے خلافت ہوتے۔ مگر میں نے اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کر کے صبر کیا اور اب بھی وہی راہ اختیار کرتا ہوں۔ اس جگہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جبکہ حضرت امیرؑ اپنی ذات کو مستحق خلافت جانتے تھے اور نیز باعتبار قوت و شوکت غالب من کل بھی تھے تو غیر مستحق خلفاء کا آپ نے قلع و قمع کیوں نہ کر دیا۔

اسکے مصالح کو منشی سجاد حسین صاحب نے رسالہ مشعل ہدایت میں نہایت شرح و خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ منشی صاحب موصوف نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امیرؑ کا خلفاء سے صلح و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرنا عین حفاظت اسلام تھی۔ اگر وہ تلوار سے کام لیتے تو انتظام اسلام بگڑ جاتا۔ سوائے معاملات متذکرہ صدر منشی سجاد حسین صاحب نے کتب میں اور چند ایسے مسائل دکھلائے جن کے معائنہ سے مجھ کو مذہب قدیم کا ترک کرنا بہت ہی ضروری ہوگیا۔ مجھ ہی پر کیا موقوف ہے جو شخص بنظر غور دیکھیگا میری طرح دین آبائی چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیگا منجملہ بہت سے مسائل مکروہہ کے دو چار بیان کرتا ہوں۔ کتاب تحفۃ العجم ترجمہ کنز الدقائق مطبوعہ مطبع نولکشور کے صفحہ ۱۵۰ سطر ۸ پر لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنی محرم عورت (یعنی ماں۔ بہن۔ دادی۔ نانی) وغیرہ سے نکاح کیا اور صحبت کی اور اجنبی عورت سے مقام معین کے سوائے اور جگہ سے کام نکالا یا کسی سے لواطت کی یا کسی جانور کے ساتھ حرکت کی یا دار الحرب میں یا باغیوں کے ملک میں زنا کیا تو امام اعظم کے نزدیک حد (یعنی سزائے شرعی) نہ آئیگی۔ تعجب ہے کہ امام اعظم نے اپنے مقلدوں کو جرم نکاح محارم حد شرعی سے آزادی دی۔ عورات اجنبیہ سے الٹی پلٹی کارروائی کرنے اغلام و زنا و چوپایہ وغیرہ سے خلاف وضع فطری کرنے کو قطعی قابل سزا نہ سمجھا۔ ہر سلطان نے اغلام و زنا و بہائم کے ساتھ بدرفتاری کو قابل سزا تسلیم کیا ہے مگر امام موصوف نے بمقتضائے نرم مزاجی و رحمدلی سب پر قلم عفو پھیر دیا۔ شرح وقایہ جو اردو ہو کر مطبع احمدی کانپور میں چھپی ہے اسکے صفحہ ۳۳۳ سطر ۱۱ پر مضمون بالا کے قریب قریب درج ہوا ہے۔ جامع الرموز مطبوعہ مطبع نولکشور کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے در لغت بہ ثوب او غیرہ لہ عیب کما فی جلالی کتاب مذکور میں بمقام تذکرہ غسل لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص

گاڑھے کپڑے یا کسی اور چیز کو حائل کرکے جماع کرے تو اُس پر غسل نہیں ہے۔ تحفۃ الکرام ترجمہ کنز الدقائق
مذکور کے صفحہ ۱۷۵ پر تحریر ہے کہ اجرت دیکر زنا کیا جاوے تو سزا نہ دی جاویگی یہ حکم عاشق مزاج
رنڈی بازوں کے حق میں آب حیات کا حکم رکھتا ہے۔ امام صاحب نے رنڈی بازی کو حلال کردیا جنکا
دیگر مُنہہ کالا کیا اور سزائے شرعی سے محفوظ رہے۔ غرضکہ نہ میرے قلم میں یہ طاقت ہے کہ معاملات
مکروہہ کو ضبط تحریر میں لا سکے اور نہ کسی سامع و ناظر کو یہ ہمت کہ تمام امور مکروہہ و منکرہ کو دیکھ سکے
اگر کسی صاحب کو امام ابوحنیفہ کے احکام و فتاوی کا دیکھنا منظور ہو تو ظفر المبین کو جو کہ اہل حدیث نے
لکھی ہے دیکھ لیویں۔ مختصر یہ کہ میں ایسے مذہب میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ ہاں اگر میرے ہمقوم راجپوت ۱۱
لعل خانی چونکہ ہر نوع کا اقتدار رکھتے ہیں اگر علمائے عصر پر زور دیکر معاملات مندرجہ صدر
کو بوجوہات ذہن نشین باطل فرما دیں تو میں چھوڑے ہوئے گھر کو پھر آباد کرسکتا ہوں اور اگر دو انگشت کی
زبان کو اگر کلمات ناگفتنی سے آلودہ کیا ہے تو اب توبہ سے دھو دُھلا کر صاف اور ستھرا بنا سکتا ہوں۔
ہر مسلمان نیز بالخصوص قوم راجپوت پر فرض ہے کہ مجتہدانے پیش کردہ تحریر کو باطل فرمائیں بصورت بے بسی کوتاہ دستی
مجھ جیسے ہو کر دشمنان رسولؐ و علیؑ و بتولؑ کو ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ تحقیقات کرکے میں نے سمجھا ہے
جو صاحب فکر جواب فرما کر کامیابی حاصل کرینگے اُن کے لئے بعد تحریر شرائط منشی سجاد حسین صاحب سے ہزار
روپیہ کا انتظام کسی شیعہ صاحب جائداد سے بہ تحریر امید ہی نوٹ کرا دینگے جس کو بعد حصول غلبہ
باسانی وصول کرسکیں گے۔ اس معاملہ کے متعلق ہر قسم کی تحریر منشی صاحب سے بمقام بہیرہ واقع سادات
بارہہ ضلع مظفرنگر کرنی چاہیئے۔ ہائے افسوس ہمارے بزرگوں نے ہندو سے مسلمان ہو کر وہی نتیجہ حاصل کیا
جو بحالت کفر ملا ہوا تھا۔ امورات مندرجہ ضمن تحریر ہذا کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہر شخص
بحث طلب معاملات کو سمجھ سکے۔

(۱) رسالہ سجادیہ کا جواب بکر حضرات شیخین کی ذات پاک سے الزام نفاق کیوں نہیں اُٹھایا گیا (۲) اشتہار
آئینہ حق نما میں جو ۳۰ سوالات کئے گئے ہیں اُنکا جواب حسب شرائط اشتہار کیوں نہیں دیا گیا اور جن جن
جواب جو طبع ہوئے ہیں وہ واقعی جواب ہیں یا نہیں؟ (۳) فدک پر ہبہ کا دعوے ہے کہ حضرت اُم ایمن
و حسنینؑ کی گواہی گزری یا نہیں؟ بصورت ادائے شہادت ہو گواہی قابل قبول تھی یا لائق استرداد اور
شاہ صاحب انکار ہبہ میں کہاں تک صادق القول ہیں (۴) مقدمہ میراث میں سیدہؑ کا دعوے نصف نصیبت

سے تھا اور خلاف شرع مقدمہ برپا کرنے سے اُنکو کوئی ندامت ہوئی اور آپ نے بہ ثبوت وراثت انبیا قرآن سے احتجاج کیا؟ (۵) سیدہ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آئے (۶) حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لیکر دروازہ فاطمہ پر گئے اور دھمکایا کہ میں تمہارا گھر مع علیؓ و حسنینؑ کے پھونک دونگا (۷) درحالیکہ علیؑ مہ تقضے خیر طلب خلفاء تھے تو اُنکے گھر میں عزل ابوبکر کے لئے مشورہ کیوں ہوتا تھا (۸) بیعت کنندہ بیعت گیرندہ کی رعایا ہوتا ہے۔ علیؑ خلیفہ ابوبکر کے بوجہ بیعت کرنے کے رعیت تھے یا کیا؟ (۹) حدیث ثقلین قسم دوم اگر صحیح ہو تو ثلثہ تابع اہلبیت تھے یا اہلبیت تابع ثلثہ (۱۰) علیؑ نے بیعت ابوبکر حسب مفاد حدیث ثقلین کی یا اُسکے منافی اور بصورت کرنے کے جو جو الزام ابوبکر و علیؑ و خدا اور رسولؐ پر وارد ہوتے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط؟ (۱۱) مسائل فقہ جو حوالہ قلم کئے گئے ہیں وہ کتب محولہ میں درج ہیں یا نہیں (۱۲) اگر مغالطات مندرجہ بالا کا واقعی کوئی جواب نہ ہو سکے جیسا کہ اشتہار آئینہ حق نما وغیرہ کتب شیعہ کا نہیں ہوا تو اس صورت میں مذہب اہلسنت کو ترک کرکے دین شیعہ قبول کرنا قرین عقل ہے یا کیا؟

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد ہمارے فوراً شیاطین مالک ملک شریعت ہو کر خلائق کو سیدھی راہ سے اُلٹی چال چلائیں گے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ وہ شیاطین جنہوں نے بعد نبیؐ فوراً مسند حکومت دبائی کون لوگ تھے اور اُن بدراہ کنندگان سے بیزاری لازمی ہے یا پیوستگی لال خانی راجپوت چونکہ میرے ہمقوم ہیں اُن پر لازم ہے کہ خاص قسم کی نظر اس پر ڈالیں۔ والسلام مع اتبع الہدےٰ۔

راقم

بندہ احمد خاں راجپوت لال خانی ساکن موضع بر درہ متصل پنڈراول ضلع بلند شہر

بقلم سجاد حسین مؤلف رسالہ سجادیہ متوطن بہڑہ سادات

ضلع مظفر نگر

شرائط جواب

صرف امور مستفسرہ کا جواب دیں کوئی زائد بات نہ لکھیں جو شخص جواب دیگا اُسکو روسائے پنڈراول سے ایک ہزار روپیہ دلا دینا میرا ذمہ ہے بشرطیکہ تمام امور کو بردمضامین محولۂ حقیر باطل فرما دیا جائے۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

آئینہ حق نما

مرتبہ و مصنفہ

متکلم و مولفِ لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب مصنف

الآیات۔ الہادی۔ مشعل ہدایت۔ آفتاب خلافت۔

بحث بدا۔ صراط مستقیم۔ عطر ایمان۔ جام جہاں نما

شرح کنز مکتوم وغیرہ وغیرہ

مطبوعہ جوہر پریس دہلی

منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر اینڈ پبلشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جمیع علمائے اہلسنت و دیگر عمائد و ممتازین و روسائے فرقۂ موصوف نہایت ادب کے ساتھ التماس کرتا ہوں کہ حقیر کا مذہبِ قدیم اہلسنت والجماعت ہے۔ مگر نحیف کو ابتدائے عمر سے کتب بینی کا شوق پیدا ہوا۔ جسکا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ مذہب شیعہ کی حقیقت ذہن نشین ہوگئی مگر چونکہ میں ایک بڑے گروہ کا آدمی ہوں جو کہ چند اعتبار سے ذیعزت گنا جاتا ہے۔ جوشِ سلسلۂ نسبی و اتحادِ قومی مجھ پر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ جو وجوہات مذہبِ شیعہ کے حق ہونیکی میری طبیعت میں جاگزیں ہوئی ہیں وہی میرے ذی عزت اہل خاندان و دیگر حق شناسان کی طبائع صافیہ پر منقش ہو جائیں۔ اور اگر میں بمقتضائے سوء فہمی بر سر خطا ہوگیا ہوں تو حامیانِ مذہب اہلسنت میرے اُس مایۂ استدلال کو اُٹھا دیں جو کہ مذہب شیعہ کے حق ہونے پر بروے تحقیقاتِ خود جاگزین طبیعت کر چکا ہوں اِس بات کی تنقیح کے لیے بادی النظر میں یہ طریقہ سہل معلوم ہوتا تھا کہ علمائے سُنی و شیعہ میں گفتگو کرا کر اپنا پورا اطمینان کر لیا جائے۔ مگر عند المشورہ جناب مولانا و مقتدانا حامیِ دین سید المرسلین السید مولوی غلام حسنین صاحب کنتوری

نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایسا جلسہ بے سرو پا کرنے سے ممکن ہے کہ علمائے فریقین میں دو بدو گفتگو ہو کر بوجہ شرکتِ جہال ہر فرقہ کوئی نتیجہ خلافِ مراد پیدا ہو لهٰذا اِس خیال کو چھوڑ کر دوسرا شائستہ قرینہ اختیار کرو جس میں امورِ بحث طلب معین و محدود ہوں۔ اور بہتر ہوگا کہ جس طرح موضع بہڑہ سادات متعلقہ سادات باہرہ میں ہم نے جلسہ کیا تھا اُس قاعدہ پر چلو۔ تمہاری نظر میں جو معاملاتِ اہم کہ قابلِ بحث ہوں اُن کو حضرات اہلسنت کی خدمت میں پیش کرکے دوستانہ طریقہ سے پوچھو کہ آخر کبھی وہ دن بھی آئیگا کہ مسلمان بیجا باتوں سے دست کش ہو کر اتحاد و یکجہتی اختیار کرکے حصولِ عقبےٰ میں کوشش کرینگے۔ یا کہ اسی طرح بیفائدہ جھگڑتے رہینگے۔ اگر وہ حضرات تمہاری درخواست منظور فرما کر آمادگی ظاہر فرمائیں تو عین مناسب ہے۔ بنابراں حسب ہدایت مولانائے ممدوح حقیر منجملہ اُن بہت سی باتوں کے صرف دو تین پیش کرکے مستدعی ہے کہ حضراتِ علماء اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر براہِ ہمدردی دین جواب عنایت فرمائیں تاکہ میں اُسکو بقدرِ فہم و استعدادِ خود امتیاز کروں۔ اگر میرا ذہن جواباتِ عطیہ اہلسنت کو قبول کرلے اور جو شکوک کہ واقع ہوئے ہیں وہ اُٹھ جائیں تو خدائے پاک کی ضمانت سے کہتا ہوں کہ اپنے مذہبِ قدیم پر نہایت استقلال سے کمربستہ ہو جاؤنگا۔ اور اگر میری کوتاہ فہمی یا وجوہ دیگر سے وہ جواب مبطلِ دلائل پیش کردہ تخیف نہوا تو پھر اتحادی طریقہ سے دونو دلائل کی جانچ کے لیے بہ نیک نیتی محض بنظرِ تحقیقِ حق ایک مختصر جلسہ علماءِ فریقین بہ انضباطِ عہدنامہ مثل دستور العمل جلسۂ بہڑہ سادات قائم کیا جائیگا۔ تاکہ بحضورِ علمائے ہر دو فرقہ دخکم غیر مذاہب نتیجہ آخر پیدا ہو کر مذہب حق ہر کور نظر پر مثل آفتاب نمایاں ہو جائے۔ سُنّی و شیعہ کے اختلافات کا پورے طور پر بیان کرنا تو سوادِ تحریر کو طول دینا ہے۔ مگر دو چار باتیں ایسی ہیں کہ جن پر تمام قضایا متفرع ہو رہے ہیں۔ ازانجملہ ایک حضراتِ شیخین رضوان اللہ تعالےٰ کا اثبات ایمان تا آخر عمر حضراتِ اہلسنت اُن بزرگواروں کا دنیا سے با ایمان اُٹھ جانا بیان فرماتے ہیں۔ اور اہلِ تشیع

اُسکے خلاف ظاہر کرتے ہیں۔ دوسرا خلافت۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بروزِ غدیر شاہِ خیبر گیر کو اپنا جانشین فرماکر حسبِ دستورِ زمانہ اُن کے سرِ اطہر پر دستارِ قائم مقامی بندھوائی۔ اہلسنّت فرماتے ہیں کہ حدیثِ غدیر سے خلافت ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ اُس کا مطلب مشتمل بر نصرت و محبّت ہے۔ بس انہی دو باتوں کے تصفیہ پر میرا اور نیز دیگر طالبانِ حق کا اطمینان منحصر ہے۔ درباب امرِ اوّل یعنی ایمانِ جنابِ شیخین تو وہی رسالہ پیش کرونگا جو کہ جناب منشی سیّد سجّاد حسین رئیس موضع بہڑہ سادات نے بوعدۂ تبدیلِ مذہب و عطائے مبلغ ایک ہزار روپیہ کسی فاضل سُنّی المذہب کو دیا تھا جس کے بطلان پر جلسۂ موصوف میں منجملہ چند فضلائے اہلسنّت کے کسی ایک کو بھی مجالِ دم زدن نہوئی۔ امرِ دوم یعنی خلافت کی بابت کتابِ مستطاب عبقات الانوار سے جلدِ اوّل و دوم مسمّے بہ حدیثِ غدیر ہے جس میں اکابرِ علمائے اہلسنّت کے اقرار سے بردِ مضامینِ جناب شاہ عبد العزیز دہلوی حدیثِ غدیر کا متواتر اور صحیح و مُثبتِ خلافت ہونا بعد ارتحال ختمی مرتبت ثابت کیا گیا ہے۔ بعدِ ملاحظۂ التماس ہٰذا جو صاحب جوشِ دینداری سے بنظرِ حفاظتِ مذہب قصدِ جواب فرمائیں لازم ہے کہ حقیر سے رسالۂ مرتبۂ سیّد سجّاد حسین صاحب منگالیں۔ اور مجلّداتِ غدیر چونکہ چھپ چکی ہیں اُنکو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر چھ مہینے تک کسی گوشہ سے آواز نہ آئی تو میں سمجھونگا کہ اہلسنّت اپنی ہی کتابوں سے خلفا کا دنیا سے باایمان جانا ثابت کرنے میں دست پاچہ ہیں۔ و نیز حدیثِ غدیر کے باطل کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ اُسوقت مجھ کو ناگزیر مذہبِ شیعہ اختیار کرکے علمائے اہلسنّت کا عجز شایع کرنا پڑیگا۔ اے حضراتِ اہلسنّت اگر تمہارا مذہب حق ہے تو خدارا مجھ کو سنبھالو ورنہ اہلبیت کا دامن ہے اور میرا ہاتھ ہے۔ میں کبھی اغراضِ دنیائے دنی سے دولتِ عقبےٰ کو ضایع و برباد نہ کرونگا۔ اگر آپ مجلّداتِ غدیر کے حجم و ضخامت و کثرتِ مضامین سے گھبرا کر جواب ہی پر آمادہ نہوں تو رسالۂ سجّادیہ ہی کو باطل فرما دیجیے جو کُل تیس بیس ورق کا ہے۔ اور مطالبِ مندرجۂ ذیل متعلقِ حدیثِ غدیر کو سوائے خلافتِ بلافصل

کسی اور معنی پر ثابت فرما دیجیے وما علینا الا البلاغ۔ حالات متعلق حدیث غدیر و دیگر معاملات حسب تسلیم علمائے کاملین اہلسنت جو کہ ذیل میں درج ہو کر جواب طلب ہیں۔ (۱) درباب اعلان خلافت حضرت امیرؑ صحابہ سے آنحضرتؐ کا خوف کرنا (۲) بحکم قرآن آنحضرتؐ کا تبلیغ ولایت حضرت امیرؑ پر مامور ہونا (۳) ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کی موجودگی میں آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا (۴) جناب عمر کا حضرت علیؑ کو خلافت کی مبارکباد دینا (۵) امہات المومنین و دیگر صحابہ کا حضرت علیؑ کو تہنیت خلافت دینا (۶) بعد اعلان خطبہ خلافت خدا کا تکمیل دین کی بشارت دیکر اسلام سے رضامندی ظاہر کرنا (۷) رسالت مآبؐ کا حضرت علی کے سر پر عمامہ باندھنا جسکو مولوی غلام حسنین صاحب نے بحضور صدہا علماء جلسۂ دستار بندی کانپور میں ثابت کر دیا (۸) اس موقع پر مولا کے معنی بالضرور اولے بتصرف یعنی حاکم امت ہونا (۹) روبروئے جناب ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ حضرت امیرؑ کا حدیث غدیر پر مستدل ہو کر خلافت نبوی میں اپنا استحقاق ثابت فرمانا (۱۰) جناب سیدہ کا صحابہ سے یہ فرمانا کہ تمنے عہد غدیر کو بھلا دیا (۱۱) عبد الرحمن وغیرہ ممبران شوریٰ کے روبرو حضرت علیؑ کا حدیث غدیر کو پیش کرنا (۱۲) موقع حدیث غدیر پر جناب امیرؑ کا صحابہ سے استشہاد فرمانا (۱۳) منکرین ولایت جناب امیرؑ پر اُن حضرتؐ کے سامنے عذاب آسمانی نازل ہونا (۱۴) غدیر میں حسان ابن ثابت کا اشعار پڑھنا (۱۵) رسالت مآبؐ کا حسان موصوف کو انعام دعا دینا (۱۶) بوقت استشہاد حدیث غدیر کے چھپانیوالوں پر امراض صعب مثل برص و جذام و گراں گوشی لاحق ہونا (۱۷) روز غدیر کے روزے کا ثواب پانچ برس کے روزوں کے برابر ہونا (۱۸) روز غدیر کا داخل عید ہونا (۱۹) جناب فاطمہؑ کا فدک پر بروئے ہبہ دعوے کرنا (۲۰) حضرت امیرؑ و حسنینؑ و ام کلثوم و ام ایمن کا وقوع ہبہ پر گواہی دینا (۲۱) جناب خلیفۂ اول کا بعذر عدم تکمیل شہادت

بیاناتِ گواہان کا رد کرنا (۲۲) خلیفہ صاحب کا جناب فاطمہؑ کو سندِ فدک دینا اور خلیفۂ دوم کا بے دردی سے چاک کرنا (۲۳) بعد چاک ہونے سندِ فدک کے سیدہؑ کا وراثۃً دعوائے کرنا (۲۴) جناب خلیفۂ اوّل کا درباب عدم جریانِ وراثتِ انبیاء خلافِ قرآن حدیث بیان فرمانا (۲۵) سیدہؑ کا اپنے باپ کے ترکہ سے محروم ہو کر خلیفۂ اول سے ترکِ کلام کرنا۔ (۲۶) جناب سیدہؑ کا حضرتِ امیرؑ کو وصیت کرنا کہ ابو بکر میرے جنازے پر نہ آئے (۲۷) خلفاء نے لشکرِ اُسامہ سے تخلّف کر کے جو انعام زبانِ رسولؐ سے پایا وہ جملۂ لعن ہے (۲۸) نجات کا صرف اطاعتِ اہلبیتؑ پر منحصر ہونا (۲۹) جناب ابو بکر کا جناب سیدہ کے ساتھ سختی کرنے سے بوقتِ وفاتِ خود افسوس کرنا۔ (۳۰) حضرتِ عمر کا جنابِ سیدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجا کر سختی سے چلا چلا کر کہنا کہ اِس گھر کو جلا دو۔ اور اُس گھر میں سوائے جنابِ امیرؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ علیہما السلام کے اور کوئی نہ تھا۔ ہر چند کہ یہ پرچہ عام

نگاہوں سے گزریگا۔ مگر خاصکر بذریعہ رجسٹری علمائے ذیل کے نام پر بھیجا گیا۔ اور عام طور پر اُن علماء کے نام جو جلسۂ دستار بندی کانپور میں تشریف لائے تھے۔

مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سہارنپوری۔ مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی محمود حسن صاحب مدرس دیو بند۔ مولوی خلیل احمد صاحب مدرس دیو بند۔ مولوی احمد حسن صاحب مدرس مدرسہ امروہہ ضلع مراد آباد۔ مولوی محمد قاسم صاحب ساکن سنبھلیڑہ ضلع مظفرؔ نگر۔ قاضی ریاض علی صاحب میرانپور ضلع مظفرؔ نگر۔ مُلّا مراد صاحب مدرس مظفرؔ نگر۔

الملتمس

اذل الکونین الشیخ حبیب احمد ولد شیخ حافظ محمد فضل حق
بانیِ مدرسۂ اسلامیہ و مہتمم جامع مسجد
سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ حق نما

عام حضرات اہلسنت آگاہ ہوں کہ جناب مستطاب معلّے القاب امیر الامرار العظام عالی خاندان۔ والا دودمان۔ حامی دین سید المرسلین۔ پیرو امیر المؤمنین۔ **الشیخ حبیب احمد صاحب** صدیقی سہارنپوری نے ماہ دسمبر سنہ ۹۴ء میں مذہب اثناعشری کو تمام فرق اسلامیہ میں منتخب کر کے ایک اشتہار بدیں مضمون شایع کیا تھا کہ میں اپنی تحقیقات سے مذہب شیعہ کو حق سمجھ چکا ہوں۔ اگر کوئی صاحب منشی **سید سجاد حسین** صاحب متوطن بہڑہ سادات کے اُس رسالہ کو باطل کر کے کہ جسپر موضع بہڑہ سادات ضلع مظفر نگر میں مناظرہ ہو کر بالآخر علمائے اہلسنت کو سکوت ہوا تھا حضرت ابو بکر و عمر کا دنیا سے با ایمان جانا اور معاملات غدیر کا سوائے خلافت بلافصل کسی اور معنی پر محمول ہونا ثابت فرمادیں تو میں سُنّی رہونگا ورنہ شیعہ ہو جاؤنگا۔ شیخ صاحب ممدوح نے یہ بھی لکھدیا تھا کہ جو صاحب قصد تحریر جواب فرمائیں لازم ہے کہ ہم سے **رسالہ سجادیہ** منگائیں اور مطالب مندرجہ جلد ثانی حدیث غدیر کو جس میں بروایات ثقات اہلسنت جناب امیرؑ کا روز غدیر بحکم خدا وند قدیر خلیفہ بلافصل ہونا بشرح و بسط تمام ثابت کیا گیا ہے دیکھ لیں۔ اور دونو باتوں کا تحریری جواب دیں تاکہ بروے پنچایت جس میں علمائے فریقین کے ساتھ فضلائے غیر مذاہب حاکم ہونگے ہر دو تحریر کی جانچ کرا کر نتیجہ شایع کیا جائیگا۔ احتیاطاً بنظر آگاہی عامۃ الناس معاملہ غدیر وغیرہ کو بتفصیل مختصر تیس نمبروں پر لکھا گیا تھا جس میں اٹھارہ

نمبروں کا تعلق خطبۂ غدیر سے تھا۔ اور بارہ نمبر جناب شیخین کی اُن مہربانیوں سے علاقہ رکھتے تھے جو کہ رسولِ اکرم کی پارۂ جگر کے ساتھ اُسوقت اُن بزرگواروں سے واقع ہوئے تھے جبکہ وہ فرشِ ماتم پر بیٹھکر بصد درد جگری مصروفِ آہ ونالہ تھیں۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ بہ تقلید سلف صالحین خود علمائے دیوبند وگنگوہ وسہارنپور وغیرہ نے شیخ صاحب موصوف کے اشتہار کو معائنہ فرماکر وہی عمل فرمایا جو کہ تمام ہندوستان کے علمار تحفہ ومنتہی الکلام وآیاتِ بینات وہدیۃ الشیعہ وغیرہ کے متعدد جوابات دیکھکر کرچکے ہیں۔ وہ کیا؟ (سکوت! سکوت!) مگر آفرین بلکہ صد تحسین جنابِ شیخ محمد انیس صاحب سہارنپوری پر کہ اُنہوں نے ۳۰ نمبروں کے مضامین درد انگیز وحیرت خیز کو بہ نگاہِ تعجب دیکھکر غالبًا یہ قیاس کرلیا کہ ایسی باتیں جن سے خلفار کا جبر و ظلم اور شاہِ ولایت کی خلافتِ بلافصل پایۂ ثبوت کو پہنچ سکے ہماری کتابوں میں ہرگز منقول نہونگی لہذا قطعی انکار کردیا کہ کسی کتابِ تفسیر وحدیث اہلسنت میں یہ مطالب مندرج نہیں۔ علمار کو بلاؤ۔ مناظرہ کراؤ۔ ہماری کتابوں سے اپنے دعوے کا ثبوت دو۔ اِسکا تو شکریہ ادا نہیں ہوسکتا کہ مجیبِ باتمیز نے خلافِ سیرتِ علمائے خود جواب دینے میں قدم بڑھایا۔ مگر اس بات پر ملال ظاہر کیا جاتا ہے کہ اُنکو عبارات سے مطالب حاصل کرنیکی پوری قابلیت نہیں کاش وہ اُردو داں ہوتے تو حسبِ استدعائے جناب شیخ صاحب موصوف مندرجۂ اشتہار مذکور رسالۂ سجادیہ ومطالبِ غدیر کا جواب مرتب کرکے برائے جانچ و پرتال پیش کرتے۔ چونکہ ذی عزت مجیب نے اپنے جواب میں جسکو انکار نامہ کہنا بیجا نہوگا صاف لکھدیا ہے کہ شیخ حبیب احمد صاحب اور اُنکے سرپرستان پر واجب ہے کہ بنائے مناظرہ قائم کرکے اپنے دعوے کو ہماری کتب سے ثابت کریں۔ نظر برآں مجھ کو بھی مخاطب بننے کا اچھا موقع مل گیا۔ بنابرآں نحیف محققانہ ومنصفانہ طور پر اِس معاملہ میں یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ آیا وہ سب باتیں جنپر منجانب مجیب انکار ہوا ہی

کتب اہلسنت میں بصراحت درج ہیں یا نہیں؟ اور بصورت درج ہونے یا نہ ہونیکے بحقِ فریقین کیا نتیجہ ہوگا۔ واضح ہو کہ جن ۲۰ نمبروں کی بابت جناب شیخ حبیب احمد صاحب نے کتب سنیّہ میں موجود ہونیکا دعوٰے پیش فرمایا ہے اگر وہ مضمون درحقیقت کتب اہلسنّت میں نہ پائے گئے تو پھر علمائِ شیعہ سے زیادہ زمانہ میں کوئی کاذب و مفتری نہ پایا جائیگا۔ اور اگر اہلسنّت کی سندی اور معتبر کتابوں میں سچے راویوں کے بیانات سے بہ تصریح وہ مضامین دکھائے گئے تو اُسوقت حضراتِ منکرین کو جناب امیر کا خلیفہ بلافصل اعتقاد کرنا اور حضراتِ خلفاء کو بحقِ آلِ محمدؐ ظالم و جابر سمجھنا لازم ہوگا۔ دُھنے۔ جُلاہے۔ نائی۔ قصائی۔ دھوبی۔ تیلی۔ تنبولی۔ کُنجڑے۔ نیچہ بند اور نان بائی اور دیگر اسلام کی چھوٹی قومیں چونکہ عموماً سُنی ہوتی ہیں۔ وہ تو بوجہ اپنی جہالت و بے علمی کے نہ تو کچھ سمجھے اور نہ سمجھیں گے۔ مگر حقیر حضراتِ شیخ صاحبان و افاغنۂ ذیشان زمرۂ جلیلِ سُنیان کی خدمت میں بصد ادب گزارش کرتا ہے کہ برائے خدا و رسولؐ و حضرتِ غوث الثقلین اس تیرہ سو برس کے اُلجھے ہوئے مسئلہ کو جنے اسلام کو درہم و برہم کرکے ضعیف و مادۂ فاسد گوناگوں کر دیا ہے سلجھائیں۔ زمانہ دولتِ انگلشیہ کی پُر عدل و داد حکومت اسے بہت اچھا موقع دے رہا ہے کہ مسلمان دوستانہ طریقہ سے بلاخیالِ جدل و پرخاش مذہبی خرابیوں سے پاک ہو کر اتفاق و محبت سے بہ آرام بسر کریں۔ ۲۰ نمبر ہائے مندرجۂ اشتہارِ مذکور کا ثبوت کتاب مستطاب جلد دوم حدیثِ غدیر و تشیید المطاعن سے بدیں نمط پیش کرتا ہوں کہ ہر نمبر کے محاذ میں کتب موصوفۂ بالا کے صفحات کہ جن میں وہ مضمون درج ہیں لکھے دیتا ہوں۔ اور نیز حسب نمبروں کے سامنے اُن علمائے اہلسنّت کی تعداد بھی ہندسوں میں لکھدی گئی ہے۔ کہ جنھوں نے اس نمبر کے مضمون کو بیان کیا ہے۔ اور دو دو چار چار علماء کا نام بھی مع کتب ظاہر کیا ہے۔ تاکہ تلاش کنندہ کو ہر مضمون کا بہ آسانی پتہ لگجائے مناسب ہے کہ حسب نشانِ صفحات دو نوں کتابوں سے مضمونِ متعلقۂ نمبر کو برآمد فرما کر اسماءِ علماءِ

و عبارات کتب و توثیق صاحب کتب کو اُن کتابوں سے ملائیں کہ جنکے حوالے سے وہ عبارتیں لکھی گئی ہیں۔ اگر کتب محولہ میں اُن عبارتوں کا پتہ نہ چلے تو بنائے کمیٹی جانچ قائم فرمائی جائے۔ جس میں ۵ علمائے شیعہ اور ۵ علمائے اہلسنت اور ایک عالم غیر مذہب عربی داں ممبران جانچ ہونگے۔ اگر اس عنوان سے یہ بات ثابت کر دیگئی کہ علمائے شیعہ نے غلط طور پر کتابوں کے حوالے دیے ہیں تو مبلغ ۲۵ ہزار روپیہ اُسکو بطور شکریہ دیا جائیگا۔ جو کہ حضراتِ اہلسنت سے ایسی کمیٹی مقرر کرنے پر کمر بستہ ہوگا۔ یہ بھی اطمینان دلایا جاتا ہے کہ بصورت مغلوبیت اہلسنت سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ لی جائیگی۔ البتہ جو صاحب انعقاد کمیٹی کی جانچ کے متکفل ہوں اُنپر واجب ہوگا کہ حسب پسند حقیر اپنے پانچ علمائے کاملین سے کہ جنکے نام نامی بوقت ضرورت ظاہر کرونگا اس بات کا وثیقہ رجسٹری کرادیں کہ اگر اہلسنت کو کمیٹی جانچ میں جواب رسالہ سجادیہ کے پاس کرانے اور حوالہائے جلد غدیر و تشئید المطاعن کے مطابق ہونے میں ناکامی ہوئی تو ہم مذہب شیعہ اختیار کرینگے۔ زرِ مذکورۃ الصدر کا بہ کفالت جائداد آزاد وثیقہ رجسٹری کرادینا بذمہ مخیصنہ ہے۔ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء کو منشی سید سجاد حسین صاحب مقدم الوصف نے بنام نامی جناب مولوی محمود حسن و مولوی محمد خلیل مؤلف ہدایات الرشید و مولوی منفعت علی و مولوی غلام رسول صاحبان مدرسان دیوبند و حاجی احمد علی صاحب مدرس سہارنپور و ملا مراد صاحب مدرس مظفر نگر ایک خط رجسٹری شدہ میعادی ۳ ماہ کہ جسکو اب ۶ ماہ گزر گئے بایں مضمون ارسال فرمایا کہ اگر آپ اپنے فاضل مذہبی کی اس تحریر کو جس کے نہ دیکھنے سے بردر مناظرہ نہٹرہ سادات میں تبدیل مذہب سے انکار فرمایا تھا ہمارے رسالہ کا مبطل ثابت کرادیں یا کہ بہ صورت غلط ہونے اُس جواب کے آپ حضرات کوئی دوسرا جواب عنایت فرماکر ہمارے رسالہ کو باطل فرمائیں تو تعداد صدر روپیہ دیا جائیگا۔ مگر افسوس ہے کہ کسی نے جواب تک عنایت نہ فرمایا۔ اگر اب بھی باوصف وعدہ زرِ کثیر کے کسی جانب سے پذیرائی نہوئی تو سخت مقام تاسف ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ حق طلبان علمائے دین کی

خدمت میں درخواستوں کی بھرمار کر کے ضرور بالضرور آمادہ فرمائینگے۔

ثبوت از جلد دوم حدیث غدیر جس کے صفحات کا نشان دیا جاتا ہے عبارتِ مضامین مشتہرہ شیخ حبیب احمد صاحب

تصریح ثبوت از کتب اہلسنت

(۱) دربابِ اعلانِ خلافتِ حضرتِ امیرؑ صحابہ سے آنحضرتؐ کا خوف کرنا۔ ثبوت اِس واقعہ کو خدائے پاک نے قرآن شریف میں بہ لفظ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فرمایا ہے۔ اور چار علمائے ذیل نے لکھا ہے۔ صاحبِ حبیب السیر و صاحب کتاب اربعین و ابنِ مردویہ بہ کتابِ مناقب و جلال الدین سیوطی بہ تفسیر دُرِّ منثور دیکھو پہلے حصہ جلدِ غدیر کو از صفحہ ۴۴۴ لغایت ۵۴۴ (۲) بحکم قرآن آنحضرتؐ کا تبلیغ مولائیت حضرت امیرؑ پر مامور ہونا۔ ثبوت بتیس ۳۲ کس علماء از آنجملہ فخرالدین رازی بہ تفسیر کبیر و جلال الدین سیوطی بہ تفسیر دُرِّ منثور و بدرالدین محمود بن احمد العینی بکتاب عمدۃ القاری شرح بخاری۔ دیکھو حصۂ اوّل جلدِ غدیر از صفحہ ۴۶۹ لغایت ۵۴۵ (۳) ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کی موجودگی میں آنحضرتؐ کا حضرتِ علیؑ کو خلیفہ بنانا۔ ثبوت سبط ابن جوزی بہ کتاب تذکرہ خواص الائمہ۔ (۴) جنابِ عمرؓ کا حضرتِ امیرؑ کو خلافت کی مبارکباد دینا ثبوت ۴۲ علماء از آنجملہ فخرالدین رازی بہ تفسیر کبیر و صاحب صواعق محرقہ و صاحبِ زین الفتیٰ دیکھو حصۂ دوم از جلدِ ثانی از صفحہ ۳۲۳ لغایت ۳۲۸ (۵) امہات المؤمنین و دیگر صحابہ کا حضرتِ علیؑ کو تہنیتِ خلافت دینا ثبوت حبیب السیر و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا دیکھو صفحات مندرجہ نمبر ۴۔ (۶) رسالت مآبؐ کا حضرت امیرؑ کے سر پر بروزِ غدیر عمامہ باندھنا جسکو جناب مولوی غلام حسنین صاحب نے بحضور صدہا علماء جلسۂ دستار بندی کانپور میں ثابت کر دیا ثبوت تیرہ ۱۳ عالم از آنجملہ مُلّا علی متقی بکتاب کنزالعمال و صاحبِ فرائد السمطین دیکھو حصۂ دوم جلد ثانی از صفحہ ۳۰۲ لغایت ۳۰۷۔ (۷) بعد اعلانِ خطبۂ خلافت خدا کا تکمیلِ دین کی بشارت دیکر اسلام سے خوشنودی ظاہر کرنا ثبوت عالم از آنجملہ ابراہیم بن المؤید بن عبداللہ الحموینی بکتاب

زائد السمطین دیکھو حصۂ اوّل جلد ثانی کا صفحہ ۵۴۸ لغایت ۵۷۴ (۸) اِس موقع پر مولا کے معنی بالضرور اولےٰ بتصرف یعنی حاکمِ اُمّت ہونا۔ ثبوت چالیس ۴۰ عالم از آنجملہ ابنِ جوزی بہ تفسیرِ زاد المنیر و ابو الحسن علی بن احمد الواحدی بہ تفسیر وسیط دیکھو اوّل حصّہ جلد ثانی از صفحہ ۳۶۲ لغایت ۳۹۶۔ (۹) روبروئے جناب ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ حضرتِ امیرؑ کا حدیثِ غدیر مستدل ہو کر خلافتِ نبوی میں اپنا استحقاق ثابت فرمانا ثبوت حسین میبذی بکتابِ فواتح و اسعد بنِ ابراہیم بن الحسن بن علی الحنبلی بکتابِ اربعین دیکھو حصّہ اوّل جلد ثانی از صفحہ ۶۰۷ لغایت ۶۰۹۔ (۱۰) جنابِ سیّدہ کا صحابہ سے یہ فرمانا کہ تم نے عہدِ غدیر کو بھلا دیا ثبوت شمس الدین محمد جزری بکتاب اسنی المطالب دیکھو حصّہ دوم جلد مذکور از صفحہ ۲۰۰ لغایۃ ۲۰۱۔ (۱۱) عبد الرحمٰن وغیرہ ممبرانِ شوریٰ کے روبرو حضرتِ علیؑ کا حدیثِ غدیر کو پیش کرنا ثبوت مغازلی بہ کتاب مناقب دیکھو حدیث طیر کا صفحہ ۳۲۷ و کتابِ روضۃ الاحباب۔ (۱۲) وقوعِ حدیثِ غدیر پر جنابِ امیرؑ کا صحابہ سے استشہاد فرمانا ثبوت ۴۴ عالم۔ از آنجملہ ابن المغازلی بکتابِ مناقب دیکھو حصّہ دوم جلدِ ثانی از صفحہ ۱۲۴ لغایت ۱۵۵ (۱۳) منکرینِ مولائیت حضرتِ امیرؑ پر آنحضرتؐ کے سامنے عذابِ آسمانی نازل ہونا ثبوت اٹھارہ عالم از آنجملہ صاحبِ تفسیرِ ثعلبی دیکھو حصّۂ دوم جلد مذکور از صفحہ ۱ لغایت ۱۲۳ (۱۴) غدیر میں حسّان بن ثابت کا اشعار پڑھنا ثبوت آٹھ عالم از آنجملہ سبط ابنِ جوزی بہ کتابِ تذکرہ خواص الائمہ دیکھو حصّہ اوّل جلد مذکور از صفحہ ۵۷۴ لغایت ۵۹۷۔ (۱۵) رسالت مآبؐ کا حسّانِ موصوف کو انعامِ دعا دینا۔ دیکھو صفحہ مندرجہ نمبر ۱۴۔ (۱۶) بوقت استشہادِ حدیثِ غدیر کے چھپانیوالوں پر امراضِ صعب مثل برص و جذام لاحق ہونا۔ ثبوت پانچ علمائے ذیل۔ صاحبِ کتاب اسد الغابہ و عبد اللہ بنِ احمد فی زوائد المسند و ابنِ کثیر تاریخ خود و صاحبِ کتاب انسان العیون و شواہد النبوۃ مُلّا جامی۔ دیکھو حصّہ دوم جلد غدیر از صفحہ ۱۳۳ لغایت ۱۴۵۔ (۱۷) روزِ غدیر کے روزہ کا ثواب

پانچ برس کے روزوں کے برابر ہونا ثبوت سید علی ہمدانی بکتاب مودۃ القربےٰ واخطب خوارزم بکتاب مناقب دیکھو حصہ اوّل جلد غدیر از صفحہ ۵۰۳ لغایت ۵۰۷ ۔ (۱۸) روزِ غدیر کا داخلِ عید ہونا ثبوت تاریخ نمبر ۱۷ ۔ ثبوت از تشئید المطاعن مع نشانِ صفحات (۱۹) جناب فاطمہؑ کا فدک پر بروئے ہبہ دعوےٰ کرنا ثبوت ۲۵ عالم ۔ از آنجملہ عبد الکریم شہرستانی بکتاب ملل ونحل وصاحب تفسیر کبیر وصاحب شرح مواقف وصاحب حبیب السیر وصاحب صواعق محرقہ صفحہ ۲۲۵ لغایت ۲۷۹ ب ۔ (۲۰) حضرتِ امیرؑ وحسنینؑ واُمِ کلثومؑ وامِ ایمن کا وقوعِ ہبہ پر گواہی دینا ثبوت دیکھو کتب مندرجہ نمبر ۱۹ ۔ (۲۱) جنابِ خلیفۂ اوّل کا بعذر عدم تکمیل شہادت بیاناتِ گواہان کارد کرنا ثبوت ۔ علمائے مندرجہ ۱۹ و ۲۰ لکھتے ہیں کہ حضرتِ ابوبکر نے بعذر عدم تکمیل شہادتِ ہبہ کے مقدمہ کو خارج کر دیا ۔ (۲۲) خلیفۂ اوّل کا جنابِ فاطمہؑ کو سندِ حکومتِ فدک دینا اور خلیفۂ دوم کا بیدردی سے چاک کرنا ۔ زاں بعد ہبہ کی تحقیقات ہونا ثبوت صاحبِ کتاب انسان العیون وسبط ابنِ جوزی بتاریخ خود حسبِ روایتِ امام زین العابدین علیہ السلام دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۹۰ و ۲۹۱ ۔ (۲۳) بعد چاک ہونے سند وڈسمسی مقدمہ ہبہ جنابِ سیدہ کا وراثۃً دعوےٰ کرنا ثبوت کل علمائے اہلسنت کو تسلیم ہے کہ منجانب جنابِ سیدہ علیہا السلام وراثۃً دعوےٰ ہوا ۔ اور جبکہ شق سند اور وقوع دعوےٰ ہبہ حسبِ ثبوت نمبر ۱۹ و ۲۲ ثابت ہوگیا تو سائلِ اوّل کا یہ لکھنا کہ بعد چاک ہونے سند درجوع دعوی ہبہ کے وراثۃً دعوےٰ ہوا کچھ بیجا نہو گا جسپر مجیب معترض ہے ۔ (۲۴) خلیفۂ اوّل کا درباب عدم جریانِ وراثتِ انبیا حدیث بیان فرمانا ثبوت یہ مضمون تسلیم ہے (۲۵) جنابِ سیدہ کا اپنے باپ کے ترکہ سے محروم ہو کر خلیفۂ اوّل سے ترکِ کلام کرنا ثبوت بخاری ومسلم مگر مجیب کو تسلیم ہے کہ فاطمہؑ خود بخود رنجیدہ ہو گئی تھیں ۔ چنانچہ یہ مصرعہ لکھا ہے ع بشنو آزردگیٔ غیر سبب را چہ علاج ۔ (۲۶) جنابِ سیدہؑ کا حضرت امیرؑ کو وصیت کرنا کہ

ابوبکر میرے جنازہ پر نہ آئے۔ **ثبوت** صحیح مسلم و روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ و حبیب السیر وغیرہ۔ (۲۷) خلفاء نے جیش اسامہ سے تخلف کر کے جو انعام زبان رسولؐ سے پایا وہ جملۂ لعن ہے **ثبوت** دیکھو مطاعن جناب ابوبکر میں طعن متعلق جیش اسامہ جس میں کتب ذیل سے اتنی باتیں ثابت کی گئی ہیں۔ اول جناب ابوبکر و عمر کا غلام زادہ کی ماتحتی سے کراہت کر کے آنحضرتؐ پر معترض ہونا۔ دوم معترضین پر آنحضرتؐ کا بشدت غصہ فرمانا۔ سوم صحابہ کی سرتابی سے حضرتؐ کو بیماری میں اذیت پہنچنا۔ چہارم متخلفان لشکر اسامہ پر آنحضرتؐ کا لعنت فرمانا۔ روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ و فتح الباری شرح بخاری و شرح مواقف و ملل و نحل و قسطلانی شرح بخاری ملاحظہ طلب ہے۔ (۲۸) نجات کا صرف اطاعت اہلبیت پر منحصر ہونا **ثبوت** دیکھو تحفہ کی یہ عبارت "پس معلوم شد کہ پیغمبر ما را حوالہ ایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ" یعنی قرآن و اہلبیت جس سے انحصار ثابت اور قرآن و اہلبیت ایک ہیں۔ (۲۹) جناب ابوبکر کا سیدہ کے ساتھ سختی کرنے سے بوقت وفات خود افسوس کرنا۔ **ثبوت** تاریخ طبری و منتخبات ملا علی متقی و مروج المذاہب مسعودی و کنز العمال۔ (۳۰) حضرت عمر کا سیدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجا کر سختی سے چلا چلا کر کہنا کہ اِس گھر کو جلادو۔ اور اُس گھر میں سوائے جناب فاطمہؑ و جناب امیرؑ و حسنینؑ علیہم السلام کے اور کوئی نہ تھا۔ **ثبوت** ۱۶ کتب اہلسنت مندرجہ تشئید المطاعن۔ از آنجملہ ازالۃ الخفا مقصد دوم مآثر ابوبکر دیکھو۔

تنبیہ۔ اس نمبر پر مجیب نے بڑا شور مچا کر لکھا ہے کہ قہر خدا سے ڈرو۔ کہیں آسمان نہ ٹوٹ پڑے۔ دیکھیے بعد ثابت ہونے اِس واقعۂ جانگزا و قصۂ ہوش رُبا کے کس پر آسمان ٹوٹتا ہے!

مضمون متعلق نمبر ۴ و ۸ گروہ اہلسنت کے ایک ایسے جلیل القدر عظیم الشان عالم کا قول نقل کرتا ہوں جنکو حضرات اہلسنت امام جانتے ہیں۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتاب سر العالمین میں ارشاد فرماتے ہیں واجمع الجماهیر

علی متن الحدیث من خطبه فی یوم غدیر خم بالاتفاق الجمع وھو یقول من کنت مولاہ فعلیؐ مولاہ فقال عمر بخٍ بخٍ یا ابوالحسن لقد اصبحت مولائی ومولا کلّ مؤمن ومومنة فھذا تسلیمی ورضی وتحکیم ثم بعد ھذا غلب الھوی لحب الرّیاست وحمل عمود الخلافة وعقود البنود وخفقان الھوی فی تعقعة الرّایات واشتاك ازدحام الخیول و فتح الامصار فسقاھم کاس الھوی فعادوا الی الخلافۃ الاول فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا به ثمنا قلیلا فبئس مایشترون۔

خلاصۂ کلام امام غزالی یہ ہے کہ تین خطبے یوم غدیر یعنی من کنت مولاہ فعلیؐ مولاہ پر جمیع علما کا اتفاق ہے۔ جناب عمر کا مبارکباد دینا صاف طور پر اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ اُنہوں نے خلافت وحکومتِ مرتضوی کو برضا و رغبت تسلیم کرلیا تھا۔ مگر زاں بعد جب جاہِ ریاست سے عہدِ غدیر کو توڑ کر راہِ مخالفت اختیار کی غایت ہواپرستی ونفسانیت سے ایسی حالتِ قدیم پر عود کرکے تمام باتوں کو پسِ پشت ڈال کر اپنا جوہرِ ایمان نہایت ارزاں اور کم قیمت چیز پر بیچ ڈالا اور اُس کے بدل میں بہت بُری شے خریدی۔

یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ سبط ابنِ جوزی نے کتاب تذکرۂ خواص الائمہ میں یہی مضمون بحوالۂ سرّ العالمیں بیان فرمایا ہے۔ اور علامۂ ذہبی نے کتاب میزان الاعتدال میں سرّ العالمین کا ازجملۂ تصانیفِ امام موصوف ہونا تسلیم کیا ہے۔

حضرات ساداتِ عظام جو کہ سُنی المذہب ہو کر بصد شد و مد فاطمی ہونیکا دعوے کرتے ہیں اپنی جدّۂ ماجدہ کے سببِ وفات کو ضرور ملاحظہ فرمائیں

اے ناظرینِ باتمکیں ایک ایسا واقعۂ دردانگیز حوالۂ قلم کرتا ہوں جس کے

معائنہ کرنے سے ممکن نہیں کہ سچے مسلمان کا دل و جگر مُنہہ کو نہ آئے۔ اور خصوصًا سادات کا خواہ وہ سُنّی ہوں یا شیعہ کیونکہ دونوں قسمیں جناب فاطمہ علیہا السلام کی اولاد میں معدود ہیں۔ شیعہ تو اپنی جدّۂ ماجدہ کے مظلومہ ہونے پر متیقن ہو کر پہلے ہی سے اشکِ خونیں بہا رہے ہیں۔ اور ممکن نہیں ہے کہ جب تک ظالمانِ آلِ محمدؐ کا تصفیہ منتقمِ حقیقی کے دفتر میں نہ دیکھ لیں زخمِ جگر التیام پذیر ہو۔ مگر سُنّی سادات چونکہ سیّدۂ محترمہ کے مظلوم نہونے پر حضراتِ اہلسنّت سے بھی کچھ زیادہ اصرار فرمارہے ہیں اُنپر لازم بلکہ واجب ہے کہ مضامین مندرجۂ مذکور وحالاتِ ذیل کی تحقیقات پر کمر بستہ ہو کر اپنے علماء سے بہزار استبداد و اصرار مستدعی ہوں کہ اِس مسئلہ کو بمقابلۂ شیعہ صاف کردیں۔ وہ مضمون جانگزا یہ ہے کہ شہرستانی نے ملل و نحل و ابنِ عبد ربہٗ نے کتاب العقد اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے خلافت کے جھگڑے میں جنابِ سیّدہؑ کے شکمِ مبارک پر اِس زور سے ضربِ شدید پہنچائی کہ محسنِ معصوم شکمِ مادر میں تڑپ کر مر گئے۔

عبارتِ ملل و نحل یہ ہے ان عمر ضرب بطن فاطمة یوم البیعة حتی القت المحسنة من بطنها وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیها و ما کان فیها غیر علی و فاطمة والحسن والحسین۔ عبارتِ کتاب العقد و میزان الاعتدال ان عمر رکض بطن فاطمة حتی سقط المحسن من بطنها۔ بکتابِ معارج النبوۃ یہی سببِ وفاتِ جنابِ سیّدہؑ لکھا ہے۔

مجیب نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ تحفہ آیاتِ بینات و منتہی الکلام و ہدیۃ الشیعہ و ہدایات الرشید کو دیکھ لو۔ جوابًا گزارش ہے کہ تمام شیعہ و نیز سائلِ اوّل نے خوب اطمینان کر کے درجۂ یقین حاصل کرلیا ہے۔ بنظرِ آگاہی عام حضرات

اہلسنت سے عرض کیا جاتا ہے کہ تحفۂ موصوف کے بارہ باب میں بحمد اللہ مدّتِ مدید ہوئی کہ کُل ابواب کے جوابوں سے الماریاں پُر ہیں۔ آج تک کسی عالِم اہلسنت کو اُن کے مقابلہ میں قلم اُٹھانیکی جرات نہیں ہوئی۔ اور نہ بظاہر تا قیامت ممکن ہے۔ ذرا اُن جوابوں کے مختصراً نام بھی سُن لیجیے۔

نزہۃ اثنا عشری بارہ جلد تشئید المطاعن ۲ جلد۔ عبقات ۲۰ جلد۔ ذو الفقار بوارق۔ صوارم الٰہیات۔ تقلیب المکائد۔ جواہر عبقریہ۔ طعن الرماح وغیرہ۔ منتہی الکلام کا جواب۔ استقصار الافحام ۳ جلد۔ آیات بینات کا جواب۔ رمی الجمرات ۳ جلد۔ ہدیۃ الشیعہ کا جواب تحفۃ الاشعریہ۔ جسکے مصنّف جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بضدیت جناب سیدہ علیہا السلام بجرمِ تبدیل معانی قرآن حسب فتاوائے سنیہ ذیشان۔ میں تو کہہ نہیں سکتا۔ مگر صاحب تحفۃ الاشعریہ نے لکھاہے کہ کافر تجویز ہوئے۔ دیکھو ورقِ آخر تحفۃ الاشعریہ۔ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی۔ جسپر چند علماء کی مہریں ثبت ہیں۔ ہدایات الرشید۔ تحفہ و منتہی الکلام و آیاتِ بینات وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ جن کے متعدد جوابوں کا نام آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔ اگر حضراتِ اہلسنت کتاب موصوف میں کوئی ایسا مسئلۂ اہم جو کہ تحفہ و منتہی الکلام وغیرہ یا کہ اُنکے جواباتِ متذکرہ میں نہ مذکور ہوا ہو لکھا جانا یقین فرماتے ہیں براہِ کرم گستری اُن امورِ جدید کی فہرست مشتہر کرادیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ جواب دیا جائیگا۔ تعجب ہے کہ حضرت مجیب نے جناب خانِ والاشان مولوی جہانگیر خان صاحب شکوہ آبادی کی کتاب اظہار الہدے کا جو کہ بطور جواب کے انوار الہدے کا جواب ہے کیوں نہ ذکر فرمایا۔ ورنہ ہم نہایت ادب سے گزارش کرتے کہ خانِ موصوف بھی غایت جوشِ ایمان سے حضرتِ امیرؑ کی کرامات وخرقِ عادات وفوت واحیائے اموات کو جو کہ مسلّمۂ اہلِ اسلام ہے جوگیوں اور اتیتوں اور شعبدہ بازوں کی افسونگری

بے تشبیہ دیگر اپنے ہی چند علماء کے دستِ مبارک سے تازیانۂ کفر کھا بیٹھے دیکھو ورق آخر کتاب معیار الہدٰے مطبوعۂ مطبع یوسفی دہلی۔

یہ بھی واضح ہو کہ حضرتِ مجیب نے دو سوال بھی بطلبِ جواب پیش فرمائے تھے۔ اوّل درباب انکشافِ حقیقتِ حالِ مصحفِ فاطمہؑ وثانی بہ ایں معنیٰ کہ حضرتِ امیرؑ نے بوقتِ خلافتِ خود متروکاتِ نبوی میں دست اندازی کیوں نہ فرمائی؟ جواباً گزارش ہے کہ سوالاتِ متذکرہ میں حضرتِ مجیب ہی منفرد نہیں۔ بلکہ متکلمین اہلسنّت یہ اعتراض وارد کرکے نہ یک بار دو بار بل بارہا جواب پاچکے ہیں۔ ابھی ابھی جناب مولوی احتشام الدین صاحب مرادآبادی صاحبِ نصیحت الشیعہ رسالۂ روشنی نمبر (۲) سے جوابِ باصواب پاچکے ہیں۔

سوالِ دوم کا جواب اجوبۂ تحفہ ومنتہی الکلام وآیاتِ بینات وغیرہ میں ملاحظہ طلب کاش حضرتِ مجیب کو سوائے اپنے مکان کی چاردیواری سے بیرونی مکانات کی وضع وقطع اور ترکیبِ عمارات پر اطلاع ہوتی تو غالباً ایسی ردشدہ باتوں کے پوچھنے پر مبادرت نہ فرماتے۔ سوائے ازیں دلچسپ مکالمہ مؤلفۂ سید سجاد حسین صاحب میں اس اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرتِ امیرؑ نے فدک پر بعہدِ خلافتِ خود کیوں دعوے نہ کیا؟ والسّلام

اطلاع

جناب شیخ حبیب احمد صاحب نے جو اپنے اشتہار میں درباب ایمانِ جنابِ شیخین تذکرہ فرمایا ہے اُسکا یہ مطلب ہے کہ حضرات اہلسنّت چونکہ مدعیِ حضرات موصوفین ہیں اور منشی سید سجاد حسین صاحب نے بربنارِ صحیحین اُن کا

منافق ہونا ثابت فرمایا ہے لہذا وہ دلائل اُٹھا دیے جائیں۔ اُس پر مجیب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ امرِ اوّل یعنی ایمانِ جناب شیخین کی نسبت بحالتِ ظاہری اہلسنّت مدعی اور حضراتِ شیعہ منکر ہیں۔ لیکن نزدیک حقائق شناس کے امرِ اوّل بالعکس ہے۔ یعنی حضراتِ شیعہ مدعی و اہلسنّت منکر۔ یہ عجب انصاف ہے کہ ایک شخص ہدایت طلب و حق جو کے مقابلہ میں منطقی جھگڑا پیش کرکے جو کہ درحقیقت غلط بھی ہے اصل مطلب گُم کردیا جائے۔ اے حضرت اہلسنّت آپ کا ایک ہم مذہب پوچھتا ہے کہ الزامِ نفاق مندرجہ رسالہ سجادیہ کا ابطال کرکے مع معاملاتِ غدیر وغیرہ میرا اطمینان فرما دیجیے۔ اُس غریب کے مقابلہ میں اس جھمیلے کی چہ می گوئیاں کہ ثبوت اِس امر کا بذمہ شیعہ ہے۔ اور اہلسنّت کی شان اس محل پر منکرانہ ہے۔ نہایت تعجب انگیز ہے۔ بخاطرداشت مجیب ہم نے اِس مضمونِ خاص کے لیے کہ اِس جگہ مدعیانہ و منکرانہ حیثیت عقلاً و انصافاً کس کے لیے ہونی چاہیے جداگانہ ایک طویل رسالہ ترتیب دیا ہے۔ جس کو انشاء اللہ کمیٹی جانچ میں پیش کریںگے۔ براہ بندہ نوازی کمیٹی جانچ کے لیے معاہدہ مرتب فرماکر تیس نمبر ہائے مذکور کا ثبوت ہم سے لیجیے۔ رسالۂ سجادیہ منگا کر جواب تیار فرمائیے۔ سوائے اس کے کہ اب بہ قاعدۂ مناسب مناظرہ ہو آپ کے لیے اور کوئی جواب دینا ہمارے یہاں مقبول نہوگا۔

المکلف

بندہ فرزند علی بن خورشید علی بڈھانوی
ضلع مظفر نگر وارد حال سہارنپور
محلہ انصاریان۔

اطلاع

عام حضراتِ اہلِ اسلام آگاہ ہوں کہ دسمبر ۱۸۹۴ء سے اس سلسلہ کا آغاز ہوا ہے تین مرتبہ اوراقِ ہذا مختلف مطابع میں چھپ چکے ہیں چوتھی بار اب طبع ہوتے ہیں۔ اٹھارہ برس گزر گئے آج تک کسی عالمِ اہلسنت نے بپابندی شرائط مندرجہ آئینۂ حق نما جواب نہیں دیا۔ حالانکہ ابتدائی اشتہار پر پچیس ۲۵ ہزار روپیہ انعام شایع کیا گیا تھا۔ زاں بعد امروہے سے بذریعہ رسالۂ حمایت آل ایمان رسالۂ سجادیہ اور آئینۂ حق نما کے جواب دینے والے کے لیے ایک لاکھ روپیہ کا اشتہار شایع کیا گیا۔ مگر سوائے خاموشی اس وقت تک کوئی معقول جواب نہیں ہوا۔ اندرایں صورت اہلِ عقل خود جانچ فرما سکتے ہیں کہ سنی صاحب بابت اثباتِ مذہب خود کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اہلسنّت جواب دیں ورنہ سب باتوں کا اقرار کریں کہ ہماری کتابوں میں جملہ معاملات درج ہیں

فقط



الحق یعلو ولا یعلیٰ

پاکیزہ خیال

مرتبہ

متکلم و مناظر لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب مصنف

الآیات ۔ الہادی مشعل ہدایت آفتاب خلافت

بحث بہار ۔ صراط مستقیم عطر ایمان جام جہاں نما ۔

شرح کنز مکتوم تقریر دلپذیر وغیرہ وغیرہ ص

در مطبع یوسفی دہلی بحلیۂ طبع پوشید ۱۳۴۲ع

منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر اینڈ پبلشر



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر معاملہ میں غور کرنے سے عمدہ عمدہ نتیجے اور مطالب پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ کہ معاملاتِ دینی یا دنیوی میں فکر و خوض کرنیکے عادی نہیں یا یہ کہ باوصفِ قدرتِ غور و تامل اسکو فضول سمجھ کر نظر سے گرائے ہوئے ہیں اُنکا شمار کسی طرح اربابِ عقل میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ چوپایہ وغیرہ میں داخل ہیں۔ انسان کو حیاتِ مستعار چھوڑ کر ضرور ایسی جگہ جانا ہے کہ جہاں سوائے فضلِ خدا و صلاحیتِ اعمال اور کوئی چیز کارآمد نہوگی۔ لہذا لازم آتا ہے کہ دینی معاملات میں نیک نیتی سے خوب چھان بین کرکے مذہبِ حق پر قائم ہو جائے۔ تاکہ دغدغۂ روزِ حشر سے پورا اطمینان ہو۔ ہم بریں بنا حقیر نے جو بحیثیتِ اسلام خیال پیدا کیا ہے اُس کو دو غرض سے شایع کرتا ہوں۔

غرض اوّل

یہ کہ اگر میری رائے نے غلطی کی ہے تو چونکہ یہ تحریر ہزارہا نظروں سے گزریگی لہذا اسکی اصلاح میری اور نیز میرے ہم خیالوں کی ہدایت کا سبب ہوگی۔

غرض دوم

اگر میرا تیرِ فکر پورا نشانے پر بیٹھا ہے اور خطا نہیں کی تو دیگر حضرات جنھوں نے بطورِ جواب

امورِ دینی کی تنقیح میں کوشش نہیں کی۔ اور باپ دادا کے بچھائے ہوئے پرانے بوریے پر بیٹھے ہیں۔ وہ میرے ساتھ ہو کر سیدھے راستہ پر آجائیں۔ حقیر کا مذہب قدیم اہلسنّت وجماعت تھا۔ بعد انقضائے زمانۂ طفلی جب مجھ کو علمی ذریعہ سے معاملات میں نیک و بد باتوں کی تمیز دینے کا مادہ حاصل ہوا تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سوائے اہلسنت کے ایک شیعہ مذہب بھی ہے۔ جسکو اکثر مغل و سادات اور کمتر اور حضرات نے اختیار کیا ہے۔ بزرگوں کو دیکھا کہ سادات کی تعظیم کرتے ہیں۔ مگر بحیثیتِ مذہب اُنکو تیز اور زہریلی نگاہوں سے دیکھکر قطعی جہنمی بتلاتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ سادات ہی کے بزرگوں سے خلائق نے ایمان پایا۔ انہی کے گھر فرشتے اُترے۔ انہی کے یہاں وحی آئی۔ انہی کے جد پر قرآن نازل ہوا۔ انہی کے دادا نے کفار کو مار کر اسلامی نیو کا مضبوط پتھر جمایا۔ انہی کے جدّ گرامی نے شب ہجرت بستر نبوی پر استراحت کرکے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ کا معزز خطاب پایا۔ بروزِ جنگِ احد انہی کے جد کی جوانمردی کی آنحضرت سے جبرئیلؑ نے تعریف کی۔ بیت اللہ شریف کو بتوں سے انہی سیّدوں کے دادا نے پاک صاف کرکے ستھرا بنایا۔ روزِ مباہلہ نصارائے نجران کے سامنے کہ عین موقع نزولِ بلا تھا انہی سیّدوں کا کنبہ سینہ سپر ہو کر تصدیقِ نبوّت کے لیے گیا۔ انہی کے دادا کو کارخانۂ قدرت کی ڈھلی ہوئی تلوار ملی۔ تمام مسلمانوں میں انہی سادات کا دادا ایسا گزرا ہے کہ جسکی ایک ضرب روزِ خندق نے تمام دنیا و آخرت کے عابدوں کی عبادت پر فوق پایا۔ انہی کی قضا شدہ نماز کو ادا کے درجہ پر پہنچانیکے لیے ڈوبے ہوئے سورج نے اُبھار لیا۔ اہلبیت ہی کے دروازے پر آسمان سے فرشتے بھیک مانگنے آئے جسکا ذکر سورۂ دہر میں وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا کے لفظوں سے کیا گیا ہے۔ انہی کے واسطے آسمان سے مائدہ اُترا۔ انہی کے بزرگوں کے گہوارے کی جبرئیلؑ نے ڈوری ہلائی۔ انہی کے گھر اہتمام ولادت میں حورِ جنت آئی۔ انہی سیّدوں کی دادی کے ساتھ ملائکہ نے آسیا گردانی کی۔ انہی کی جدّۂ ماجدہ کو خدا نے یہ رتبہ دیا کہ سیّدۃ نساء العٰلمین کے معزز خطاب سے بہرہ یاب ہوئیں۔ اور انکے اذیت و تکلیف دینے والے لوگ موذیانِ خدا و رسولؐ سے معدود ہو کر کافر کہے گئے۔

انہی کے بزرگوں کی محبت اہلِ اسلام پر واجب ہوئی۔ انہی کا دامنِ رحمت سنبھالنے سے بقول سعدی مصرعہ من و دست و دامانِ آلِ رسول ؐ نجاتِ اخروی متعلق ہے۔ انہی کی تنظیم حسب خبر معتبر العلماءُون ورثۃ و الطالعون لی اُمّت پر لازم کی گئی۔ انہی کے گھر میں خدا نے نبوت و امامت کو جمع کیا۔ محض خوشنودیِ خدا کے لیے انہی کے گھرانے سے اٹھارہ آدمی جنکا نظیر روئے زمین پر نہ تھا تہ تیغ ہوئے۔ انہی کے بزرگ خاندان کی عصمت مآب مخدرات سرِ دربار بلائی گئیں۔ انہی کے نسب نامہ پر مُہرِ نبوت لگی ہوئی ہے۔ پس میں عام طور پر بلا اختلافِ کلام سادات کے بزرگوں کے مناقب و فضائل سُن سُنکر سوچا کرتا تھا کہ بارِ خدا یہ کیا معاملہ ہے کہ ساداتِ بنی فاطمہؑ بایں ہمہ شان قطعی جہنمی ہوں اور دیگر جملہ اہلِ اسلام پیر پھیلا کر بہشت میں کروٹیں لیں۔ بلکہ سادات کو تو شیعہ ہی دیکھا ہے۔ بعض سادات جو سُنّی نظر آئے وہ شیعہ سیدوں کی جماعت میں ایسے بھدّے اور بدنما اور بے میل معلوم ہوئے جیسے فی المثل گیہوں کے کھیت میں کر نجوہ ناموزوں و بدزیب ہوتا ہے۔ سادات کے علے العموم شیعہ ہونے سے مجھ کو یہ کھٹکا ہوا کہ الٰہی یہ کیا بھید ہے؟ بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ میں تو اکثر سادات وقفِ شمشیر و طوق و زنجیر ہوئے اور اُسکے بعد جتنے سید پیدا ہوئے اور تا قیامت ہونگے وہ سب بجرم تشیع مثل طاعون زدگان بمبئی دوزخ کے اگن میں جھونک دیے جائینگے۔ یہ تمام تر آفت نبی صاحب ہی کے گھرانے پر کیوں پڑی کل مسلمان اچھے اور نبیؐ کا گھر برباد! یہ نبوت گویا گھرانے کے لیے آسمانی بلا ہو گئی۔ مسلمانوں میں چار قومیں ہیں شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ ان میں سے سید و مغل اکثر شیعہ ہوتے ہیں۔ سادات کے شیعہ ہونیکی تو یہ وجہ ظاہر ہوئی کہ خلفائے ثلثہ و خاندانِ نبوت میں اتحاد نہ تھا۔ بلکہ انتہا کا ضد و اختلاف تھا۔ اور ہر دو گروہ میں سوادِ عناد ایسا بڑھا ہوا تھا کہ علیؑ مرتضےٰ بروایتِ مسلم و بخاری حضراتِ شیخین کو کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے تھے۔ بی بی فاطمہؑ مرتے مر گئیں مگر جنابِ صدیق کی صورت نہ دیکھی۔ جنازے پر بھی آنکی روادار نہوئیں۔ حضرتِ عمر کی خلافت پر جنابِ علیؑ نے صاف اعتراض کر دیا کہ یہ بدمزاج و تند خو ہیں۔ بر وقتِ شورے حضرتِ عثمان کی نسبت کہدیا کہ حق تو میرا ہے باقی جسکو چاہو دیدو۔ بلوائیانِ مصر نے جنابِ ثالث کو بیدردی سے ہلاک کر ڈالا مگر خاندانِ بنی ہاشم میں سے کسی نے پروانہ کی۔ مصریوں نے یہاں تک زیادتی

کی کہ اُنکا لاشہ اُٹھا کر کوڑے پر پھینکدیا۔ جس میں سے کمبخت کتّے نے بھی ایک ٹانگ توڑ لی تھی۔ نظر برآں گروہ سادات اپنے باپ دادا کی طرح حضرات خلفار سے سر بسر اُسے مخالفت ہوگیا جیسے اہلبیت حضرات ثلثہ کو بُرا جانتے تھے ویسے ہی سید بھی جاننے لگے۔ مغلوں کے شیعہ ہونیکی دو وجہیں ظاہر ہوئیں۔ اوّل یہ کہ پہلے یہ قوم ستارہ پرست تھی۔ ہلاکو خاں کے پوتے اولجایتو سلطان معروف بہ خدابندہ بادشاہِ ایران نے کواکب پرستی ترک کرکے مذہب اسلام اختیار کرنا چاہا۔ مگر بجائے خود متردد تھا کہ منجملہ فرقہائے اسلام کس فرقہ میں داخل ہوں۔ تین مرتبہ جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا جسمیں ہر مرتبہ آنحضرت کی جانب سے مذہب شیعہ اختیار کرنیکی ہدایت ہوئی۔ بالآخر سلطان موصوف نے تمام قلمرو ایران میں سرکلر جاری کردیا کہ تمام مغل مذہب قدیم چھوڑکر شیعہ طریقہ اختیار کرلیں۔ چونکہ بادشاہ تھا تمام رعایا نے مذہب شیعہ اختیار کرلیا۔ تلقین و تعلیم و ہدایت امر دین کے لیے اطرافِ عالم سے علمار جمع ہونے لگے۔ بنیادِ مذہب نہایت استحکام پاگئی۔ چنانچہ ایران میں آج تک اُسی طرح چلا جاتا ہے۔ فرقہ امامیہ کا وجود اکثر بلاد میں رویائے صادقہ کی بنا پر وقوع پذیر ہوا ہے۔ چنانچہ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ برہان شاہ والی احمد نگر ملکِ دکن خواب میں آنحضرت سے ہدایت پاکر خود بھی شیعہ ہوا اور نیز اور ہزار ہا آدمیونکو شیعہ کیا۔ غازان خان بادشاہِ توران بھی بقول صاحب تاریخ فرشتہ خواب میں ہدایت پاکر شیعہ ہوا تھا۔ دوسرا سبب عام طور پر مغلوں کے شیعہ ہونیکا یہ ہے کہ یہ لوگ بوجہ عجمی ہونیکے جناب شاہ زنان حضرت شہربانو سے تناسب قومی رکھتے ہیں۔ اولجایتو سلطان کی حکومت اور شہزادی موصوفہ کے جوشِ ہم قومیت نے اُنکو اس بات پر آمادہ کردیا کہ مذہب امامیہ سے اپنی قوم کو اُسی طرح وابستہ و مخصوص کردیں جیسے کہ سادات ہیں۔ چونکہ مغلوں میں بوجہ حضرت شہربانو کے سیدوں کی ننھیال ہے لہذا دونوں قوموں میں رشتہ و پیوند بے تکلف ہوتا ہے (دیکھو کتاب دعوت اسلام کا صفحہ ۲۳۱ جسکو ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ۔ بی۔ اے۔ پروفیسر کالج لاہور نے لکھ کر محمد عنایت اللہ صاحب طالبعلم مدرسۃ اسلامیہ علیگڈھ سے ترجمہ کرایا)

شیخ و پٹھان۔ یہ عام طور سے سُنّی ہوتے ہیں۔ ان میں شیعہ ایسی قلت سے پائے گئے

کہ جیسے سادات میں سنی۔ شیخ صاحب بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک عربی اور دوسرے ہندوستانی۔ عربی شیخ تو وہی ہیں جو جناب خلیفۂ اول و دوم کی اولاد سے صدیقی و فاروقی وغیرہ مشہور ہیں۔ یا قریشی ہیں۔ ہندوستانی شیخ وہ حضرات ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی حکومت میں سرزمین ہند پر اطاعت اسلام کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالا ہے۔ دونو قسم کے شیخ اکثر و عموماً اسی روش پر چلے جاتے ہیں جس طریقے پر اُنکے اجداد یعنی خلفاءِ ثلثہ تھے۔ اہلبیتِ اطہار اور صحابۂ کبار کی باہمی ناچاقی کا صریحی و بدیہی ثبوت میرے ہاتھ میں شیخ و سید کے مذہب کا اختلاف ہے۔ اگر حضرت امیر و جناب شیخین میں لطف و اتحاد ہوتا تو اُسکا اثر اولاد میں ضرور پایا جاتا۔ سادات کا عموماً تشیع اور شیخ صاحبان کا عموماً تسنن بلا کسی دلیل کے مثبتِ عداوت مورثانِ ہر دو گروہ ہے۔ رہے پٹھان یہ شیخوں کے پچھلگو جوان ہیں۔ بقولِ عالیجناب محمد حیات خاں صاحب مؤلفِ حیاتِ افغانی سشن جج ضلع ملتان وغیرہ حضراتِ افغان کے جدِّ اعلےٰ جناب خالد ابن ولید تھے۔ پس جو رابطہ حضرت خالد کو جناب شیخین سے تھا وہی اُنکی اولاد کو شیخ صاحبان سے ہے۔ پٹھانوں کی نسبت میں یہ تو نہ کہونگا کہ وہ باعتبارِ شہرت جاہل ہیں۔ مگر ہاں اسمیں شک نہیں کہ ایک جوشیلی اور غیر تمند قوم ہے۔ جو زبان سے کہا کر دکھایا۔ جسکے ساتھ ہوئے ہو گئے۔ مگر سادات سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ اور بقدرِ ضرورت انکا احترام بھی کرتے ہیں۔ سوائے اقوامِ چہار گانہ متذکرۂ بالا کے مسلمانوں میں ایک پانچویں قوم عظیم مجموعہ بھی ہے۔ جو کہ ہندوستان کے چوہڑے چمار۔ جاٹ۔ گوجروں سے ترکیب پذیر ہوئی ہے۔ اِنہی کو ہمنے ہندوستانی شیخ بیان کیا ہے۔ اِنکی مختصر تفصیل یہ ہے۔ دُھنئے۔ جولاہے۔ نائی۔ دھوبی۔ تیلی۔ تنبولی۔ کنجڑے۔ قصائی۔ نیچہ بند۔ نان بائی۔ گاڑے۔ جھوجھے۔ رنڈی۔ بھڑوے۔ مخنث۔ بھانڈ۔ میراثی۔ کان میلیے۔ سینگی لگانیوالے۔ بنجارے۔ بھٹیارے۔ سپیرے۔ اور جملہ خانہ بدوش و صحرا نشین۔ یہ اکثر بلکہ تمام تر ایسے جاہل ہیں کہ آدابِ طہارت تک نہیں جانتے۔ ان میں سے شیعہ بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ اس پانچویں قوم کی کثرت و جہالت و شرافتِ نسبی نے مجھ کو اور بھی تعجب دلایا کہ ہندوستانی چوہڑے چمار وغیرہ دائرۂ اسلام میں قدم رکھکر تمغۂ سنیت گلے میں ڈالکے بلا شراکتِ غیرے حصہ دارِ جنت بنگئے اور سادات

جنکے گھر سے اسلام پھیلا اور جن کے خاندان پر خدا نے ہر فضیلت کو ختم کر دیا وہ طریقۂ آبائی کو چھوڑ کر سیدھے جہنمی سڑک پر چلے گئے۔ باتفاقِ امّت یہ بات مسلّم ہے کہ صحیح مذہب اسلام میں اہلبیتؑ کا ہے۔ اور وہی سب مسلمانوں کے لیئے واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر جملہ اہلسنّت کہتے ہیں کہ ہمارا وہی مذہب ہے جو اہلبیتؑ کا تھا۔ اس سے میری طبیعت کو زیادہ اُلجھن ہوئی کہ سیدوں نے تو دامنِ اہلبیتؑ کو جنکی گودوں میں پرورش پائی تھی چھوڑ دیا۔ اور ہندوستانی نو مسلمانوں نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ میری عقل نہایت چکر میں ہے کہ سید اور دیگر اہلِ تشیع کیونکر مخالفِ اہلبیتؑ ہیں۔ اور اہلسنّت کس طریق سے مطیعِ اہلبیتؑ کہے جا سکتے ہیں۔ میں ایک ظاہری قرینہ دکھاتا ہوں۔ اُسپر غور کرنے سے ہر جاہل و عاقل سمجھ لیگا کہ منجملہ سُنّی و شیعہ کے کون گروہ تابعِ اہلبیتؑ ہے۔ اہلسنّت کی تمام کتبِ فقہ دیکھ لیجیے۔ ائمۂ اہلبیتؑ کے حوالے سے کوئی مسئلہ نہ نکلیگا۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں۔ حضرتِ امام شافعی کا یہ قول ہے۔ مالک و حنبل یہ کہتے ہیں۔ ابو یوسف و زفر کا یہ مقولہ ہے۔ کتبِ احادیث میں خصوص مسلم و بخاری ملاحظہ فرمانے سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرتِ اسمٰعیل بخاری نے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔ اور نہ اُنکی روایت کو سچا سمجھا ہے۔ ہاں عمر ابن سعد کمان افسر مہمِ کربلا اور شمرِ ذی الجوشن قاتلِ شہید الشہدا اور دیگر خوارج و دشمنانِ اہلبیتؑ سے صحاحِ ستہ میں اکثر روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ کتابِ مستطاب تشفّیِ خوارج و سُنّی میں اُنکی تفصیل موجود ہے۔ بعد ازیں کتب خانۂ شیعہ کی سیر کو چلیے۔ ہر کتاب کا ورق ورق اُٹھا کر دیکھیے۔ انشاء اللہ جملہ احادیث و روایات کا سلسلۂ سند آنحضرتؐ سے شروع ہو کر منجملہ ائمۂ معصومین کے کسی نہ کسی امام پر ضرور ختم ہو جائیگا۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ اہلسنّت ائمۂ اہلبیتؑ کو اپنا پیشوا دین بتاتے ہیں مگر اُنکے نام تک کتابوں میں نہیں لکھتے۔ بلکہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ روئے زمین پر شاید فی صدی دو سُنّی ایسے ہونگے جو بالجملہ بارہ اماموں کے دو چار کا نام جانتے ہوں۔ شیعہ جنکو سُنّی بزعمِ خود مخالفِ اہلبیتؑ کہتے ہیں اُنکی کتابوں میں سوائے اسمائے ائمۂ کے کچھ رکھنے کی بھی جگہ نہیں۔ خیر اس سے بھی قطع نظر کیجیے کیونکہ یہ بات کتابوں کی جانچ پرتال پر موقوف ہے

نگر میں اہلسنت کی اہلبیتؑ سے مخالفت بلکہ اشد درجہ کی عداوت اور شیعوں کی خاندانِ نبوت سے بے انتہا موافقت اور محبت ایک ایسی صاف و صریح علامت سے ثابت کر سکتا ہوں کہ جسکو ہر اہلِ عقل عام ازیں کہ کسی مذہب کا کیوں نہو تسلیم کر لے۔

مخالفت و موافقتِ اہلبیتؑ کی صریح علامت

پہلے ایک مثال لکھکر پھر اصلی واقعہ بیان کرونگا۔ زید کا تمام کنبہ ایک عبرت خیز حادثہ سے بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ عمرو نے زید کی تباہی و بربادی پر بمقتضائے آدمیت و اہلبیت متاسف ہو کر اشکِ خونیں بہائے اور اُسکے دشمنوں پر نفرین کی۔ بخلاف اِسکے بکر نے عمرو کی مصیبت زدہ صورت دیکھکر قہقہہ اُڑایا۔ اور بڑی سختی و دھمکی کے ساتھ اُسکو رونے دھونے سے منع کیا۔ اندریں صورت بکر کسی طرح زید کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اور نہ عمرو شریکِ ماتم داری اُسکا مخالف کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ ہر شخص زید و عمرو کو فرشِ عزا پر ایک جگہ بیٹھے ہوئے اور بکر کو ماتم سرائے باہر ہنستا ہوا دیکھکر کہدیگا کہ فلاں دوست ہے اور فلاں دشمن۔

جملہ مذاہب کے مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یزید کے ظلم بے پایاں سے نبیؐ کا گھر مصرعہ ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا شیعوں نے شہزادۂ کونین کی عزا میں اپنے اپنے گھر وقف کر دیے۔ فرشِ ماتم بچھایا۔ ہمیشہ محرم و غیر محرم میں آنکھوں سے اشکوں کی ندیاں بہائیں۔ بچوں کے گلوں میں شالِ عزا ڈالی۔ عوراتِ شیعہ نے ہر سال چالیس روز تک تمام زینتوں اور ہر قسم کی آسائشوں پر خاک ڈالی۔ بخلاف اِسکے اہلسنت کے واعظوں نے کتابیں تصنیف کیں۔ اور گلی گلی کہتے پھرے کہ خبردار تعزیہ نہ دیکھنا۔ جو ایسا کریگا وہ بت پرست ہو کر مریگا۔ مولوی جہانگیر خاں صاحب نے اظہار الحق میں لکھدیا کہ مجلسوں میں نہ جاؤ۔ زیرِ فرش اصحاب کے نام لکھکر پامال کراتے ہیں۔ اور حلوے پر تبرا پھونک کر سنیوں کو کھلاتے ہیں۔ اپنے گروہ کو تو اس طرح روکا۔ شیعوں کی شکایت میں عدالت کے کواڑ کھڑ کھڑائے کہ جھولا نہ نکالا جائے۔ عباسؑ کا علم اور سکینہؑ کی مشک نہ اُٹھائی جائے۔ سوائے ازیں رونیوالے اور نوحہ خوان لوگوں کے مذاق اُڑائے جاتے ہیں۔ اُن کی نقلیں کر کے طبیعتوں کو مسرور کیا جاتا ہے۔ کوئی گھر ایسا نہ ہوگا

جس میں رسول کی ذریت پر رونا بجائے خود رہا بلکہ تاسف بھی کیا جاتا ہو۔ سنی عورتیں اور ایام سے زیادہ محرم میں تبر کاً بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ نتھ چوڑیاں۔ لال۔ اودا۔ ان سب نوں میں فرض کرکے پہنتی ہیں۔ بیاہ شادی کے لیے محرم کی ساتویں تاریخ سے بہتر کوئی دن ہی نہیں۔ ہندوؤں کے ساہہ میں اگر محرم آپڑتا ہے تو باوصف مخالفتِ مذہب انسانی ہمدردی سے کہ دیتے ہیں کہ آجکل مسلمانوں کے اوتار کا بیڑا موجِ آفات سے ہمکنار ہو رہا تھا۔ کچھ دنوں کے لیے بیاہ شادی نہ چاہیے۔ سب سے زیادہ اہلبیتؑ کا دشمن یزید ہے۔ اُسکو امام و شاہزادہ کہا جاتا ہے۔ جناب امام حسینؑ کا نام باغیوں۔ غلط کاروں۔ نا عاقبت اندیشوں کی فہرست میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ یزید کو امام غزالی نے مومن مانکر دعائے مغفرت میں جملہ مومنین کے ساتھ شامل کرلیا ہے۔ یہاں میری عقل چکرا رہی ہے کہ شیعہ لوگ باایں حیثیت کذائی جسکا ذکر مفصل کیا گیا مخالفِ اہلبیتؑ کہے جائیں۔ اور اہلسنت جنکے دفتر میں ائمہؑ کا نام اور دلوں میں محبت ڈھونڈو تو نہ پائی جائے مطیعِ اہلبیتؑ سمجھے جائیں۔ جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ اُن لوگوں کو اپنا غلام و نادار سمجھینگی جنکے رخساروں پر غمِ حسینؑ میں شدتِ گریہ سے نشان پڑ گئے ہیں۔ یا وہ لوگ افرادِ محبان میں درج ہونیکی قابلیت حاصل کرینگے۔ جنہوں نے دانۂ اشک سرکارِ حسینی میں نذر کرنے سے تنگ چشمی کی ہے۔ الحاصل اگر درحقیقت سادات نے اپنی قدیمانہ رفتار چھوڑ کر بہ مخالفتِ اہلبیتؑ یہ نیا طریقہ اختیار کیا ہے تو دنیا بھر کی تاریخوں میں کوئی خاندان سوائے سادات کے ایسا نظیر نہ دیا جائیگا جسنے اس طرح یک قلم اپنے اب وجد سے اختلاف کیا ہو۔ کئی ہزار برس کا زمانہ گزرا کہ چوہڑے چمار جنکے مورثانِ اعلےٰ میں لال بیگ وغیرہ سے اس گزرے ہیں۔ باوصف انقضائے زمانۂ کثیر دونو قومیں اُنہی کو اپنا سردار مذہب بتائے جاتی ہیں۔ ایسے ہی گرونانک کے چیلے نانک صاحب کا دم بھرے جاتے ہیں۔ قادری چشتی سُہروردی نقشبندی سب اپنے اپنے ٹھکانے لگے ہوئے ہیں۔ غرضکہ میرے خیال میں سلف سے اس وقت تک کبھی نہ ایسا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا کہ کوئی فرقہ اپنے بزرگوں سے ایسا برگشتہ ہو جیسا کہ بقولِ اہلسنت ساداتِ شیعہ کا گروہ اہلبیتؑ سے پھرا ہوا ہے۔ جبکہ اس قسم کے

خیالات نے مجھ کو شکنجۂ پیچ وتاب میں ڈالا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ بھائی کسی شخص کا مجھ کو پتہ دو جو میری کشتیِ خیال کو محیطِ تفکرات کے گرداؤ سے نکال کر صحیح وسلامت کنارۂ عافیت پر پہنچا دے۔ سبھوں نے کہا کہ سوائے علمار کے ایسی ڈوبتی ہوئی ناؤ کا منجدھار سے نکالنا اور کسی کا کام نہیں۔ غرضکہ یہ تمام رام کہانی علما کو سنائی۔ اُنہوں نے یہ داستان سُنکر مجھے ایسا گھورا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا بقاعدہ مسمریزم آنکھوں سے میری روح کھینچ لینگے۔ آخر کار دانت پیسکر جواب دیا کہ بہت جلد فصد کراؤ۔ یا کچھ دنوں بریلی کے پاگل خانہ میں جاؤ۔ ہمکو دہشت ہے کہ ایسے خیال والوں کی صحبت سے کسی دوسرے کا دماغ نہ چل جائے۔ کیونکہ سُنیوں میں جس نے تحقیقاتِ مذہب پر کمر باندھکر بلدۂ شیعہ میں قدم رکھا ہے وہ تنہا نہیں گیا۔ دو چار کو ساتھ گھسیٹ لے گیا ہے۔ برائے خدا رحم کرو اور ان معاملات کی غور وفکر میں نہ پڑو۔ یہ مذہبی قصہ عجب گورکھ دھندا ہے۔ اس جنجال کا پھنسا ہوا کبھی نکلا ہی نہیں۔ بس خدا اور اُسکا رسُول ہی خوب جانتا ہے۔ اس باب میں جتنا چھانوگے اُتنا ہی کرکرا کھاؤگے۔ ہم سُنّی مسلمان ہیں۔ ہم لوگوں کو تحقیقات سے کیا مطلب! اگر تمہاری طرح ہم بھی ہیکِ خیال کو گرم رو عرصۂ تحقیقات کرتے تو کبھی کے پیر تڑوا کر لنگڑے لولے بن بیٹھتے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یحرم علی الواعظ روایت قتل الحسن والحسین وما جری بین الصحابۃ من المشاجر والمخاصم۔ یعنی واعظ پر حرام ہے قتل حسن وحسین کی روایتوں کا بیان کرنا اور نیز ان معاملات کا جو کہ صحابہ میں از قسمِ عداوت ومخالفت واقع ہوئے۔ اس لیے کہ اُنکا تذکرہ اصحاب کی عداوت پر برانگیختہ کرتا ہے۔ میاں نماز پڑھو۔ درود شریف کا ورد رکھو۔ منگلور ضلع سہارنپور میں جاکر جناب قاضی صاحب کے صاحبزادے سے دست بیع ہو کر کسی باغ جنت کا ٹھیکہ پٹہ رجسٹری کراؤ۔ کیا تمکو خبر نہیں تحفہ ومنتہی الکلام وہدیۃ الشیعہ وآیاتِ بینات وغیرہ کے شیعہ نے اسقدر جواب لکھے ہیں کہ پاس یافتہ مڈل اُنکے شمار سے عاجز ہیں۔ بھلا ہماری طرف

سے بھی تمنے کوئی ورق دیکھا ۔ بزرگوں کا قول ہے کہ ایک چپ سو کو ہراوے ۔ ہم وہی تحفہ و منتہی الکلام کے مضامین ہزار ہزار طرح الٹ پلٹ کر نئے نئے لباس میں سنوار کے وقتاً فوقتاً شیعوں کی طاقت کو گھٹاتے رہینگے ۔ وہ جوابوں میں طول طویل دیکر ایک سطر کے مقابلہ میں پچاس ورق لکھینگے ۔ جیساکہ مولوی حامد حسین شیعی نے باون ۵۲ ورق باب ہفتم مندرجہ تحفہ کے جواب میں پچاس ہزار ورق لکھ کر عبقات کی تیس ۳۰ جلدوں میں ترتیب دیے ہیں ۔ ہم اتنی دیر میں دم لیکر انہی کتابوں سے پھر کوئی مضمون تراش لینگے ۔ غرضکہ قیامت تک انہی مضامین کو بدل بدل کے شیعوں سے لڑے جائینگے ۔ مگر تحفہ وغیرہ کے جوابوں کا رد جواب الجواب نہ لکھینگے ۔ گلی گلی پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کے اشتہارات مارے مارے پھرتے ہیں ۔ بھلا ہم میں سے کسی کے کان پر جوں بھی چلی ؟ کیا خدانخواستہ ہم محتاج ہیں جو شیعہ لالچ دیتے ہیں ۔ قسم پیران پیر کی اگر ابھی گیرہ فوج کو اشارہ کریں ۔ ہزاروں جمع کرلیں ۔ تم بنظرِ حقارت ہمارے مذہب کے اراذل کی ایک طولانی فہرست دیکر اس بات کے درپے اثبات ہوئے ہو کہ اہلسنت میں تمام چھوٹی چھوٹی قومیں جن کو حرّ و بُرد میں تمیز نہیں داخل ہیں ۔ ہمارے نزدیک یہ تمہاری خام خیالی ہے ۔ بحکمِ حدیث اسلام کی تقویت جہلا سے ہوگی ۔ خدا ہمارے جہلا میں برکت دے ۔ جن کے سہارے یہ ناؤ بہہ رہی ہے ۔ اگر ابتدا سے اس وقت تک کشتی سنت کے ناخدا جہلا نہ ہوتے تو کبھی کی تحت الثریٰ تک پہنچ جاتی ۔ افسوس ہے کہ تمنے مسعودی کی کتاب مروج الذہب اور ابن اثیر کی تاریخ کامل جلدِ ہفتم کو نہیں دیکھا ۔ کاش دیکھتے تو ہمارے بزرگانِ مذہب و حامیانِ ملت کی جہالت کا کچھ کچھ حال معلوم ہوجاتا ۔ اگر حامیانِ دینِ سنیہ کی تمام ترحالت بہ تفصیل تمام ترکتب مندکرہ بالا سے منتخب کرکے تم کو دکھائی جائے تو مفت کی طوالت ہوگی ۔ بطورِ نمونہ مختصراً کہا جاتا ہے کہ بعد ختمِ جنگِ صفین ایک شخص کوفہ کا رہنے والا جسکو حضرت امیرؑ سے اختصاص تھا دمشق میں آیا ۔ چند بدمعاشانِ دمشق نے اتفاق کرکے اسکا اونٹ پکڑ لیا ۔ اور

تھانے میں رپٹ لکھائی کہ مدت سے ہماری اونٹنی چوری گئی تھی۔ آج اتفاقیہ اِس مردِ کوفی کی سواری میں سرِ بازار گرفتار کی گئی۔ پولیس نے مجسٹریٹ علاقہ کے یہاں چالان کیا۔ حضرتِ معاویہ نے حسبِ قانونِ فوجداری کرسی مجسٹریٹی پر بیٹھکر مدعی سے گواہانِ شناخت مانگے۔ فوراً پچاس مسلمانوں نے جنکے اونچے پاجامے اور نیچی ڈاڑھیاں تھیں قرآن سر پر رکھکر کہدیا کہ بے شبہ یہ اونٹنی مدعی کی ہے۔ اور ہم نے اِس کو اکثر اُسکے زیرِ ران دیکھا ہے۔ حضرتِ معاویہ نے حکم دیا کہ مدعی کو اونٹنی دلائی جائے۔ مردِ کوفی نے مسلمانوں کی ایمانداری اور حاکمِ شریعت کی فراست و فرزانہ کاری بہ نگاہِ تعجب معائنہ کرکے کہا کہ اے حضرات! ذرا اِسکی دُم اُٹھا کر تو دیکھیے کیا سامان نظر آتا ہے، یہ مادہ نہیں بلکہ نر ہے۔ حاکم نے فرمایا کہ اب تو ہم اِسکو اونٹنی قرار دے چکے۔ اجرائے ڈگری بھی ہوگیا۔ حکمِ اوّل منسوخ کرنے سے ہماری سبکی ہے۔ جب مجمع کچہری سے الگ ہوگیا حضرتِ معاویہ نے اُسکو دُگنی قیمت دیکر فرمایا کہ ہمکو اپنا حکم بدلنے میں دقت معلوم ہوتی تھی۔ تم یہ روپیہ لیکر سیدھے کوفہ کو چلے جاؤ۔ اور یہاں کے لوگوں کی ایمانداری جو دیکھ چکے ہو اُسکو اپنے امام سے بیان کردینا کہ معاویہ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ ایسے مسلمان ہیں جو وفورِ جہالت و طمعِ دنیا سے جھوٹا حلف کرنے میں ایک ذرہ باک نہیں کرتے اور اونٹ کو اونٹنی بنا دینا بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ میرے مقابلہ میں وہ کبھی کامیابی نہیں پاسکتے۔ وہاں چند عقلا جمع ہیں۔ اور میرے لشکر میں جاہلوں اور احمقوں کے رسالے بھرتی ہورہے ہیں۔ بھائی اگر امیر معاویہ کے ساتھ جاہل فوج نہوتی تو آج ہم اہلسنّت والجماعت دنیا میں کیونکر نظر آتے؟ کیونکہ جنابِ معاویہ کے زمانہ میں جب امام حسنؑ سے مصالحت ہوئی۔ اُس سال کا نام جماعت رکھا گیا۔ اور جب خلیفۂ ششم یزید نے امام حسینؑ کو قتل کیا اُسکو سنّت کہا گیا۔ آخر دونو جملے مل ملاکر پورا فقرہ اہلسنّت والجماعت درج گزٹ ہوگیا۔ ہمارے مذہب کے سچے اور برگزیدہ ہونیکی یہی ایک قوی دلیل ہے کہ بامداد و تقویت جہلا رواج پذیر ہوا ہے۔ چنانچہ آج تک

اُسکا اثر چلا جاتا ہے۔ اور تا قیامت باقی رہیگا۔ بعنایتِ الٰہی جسقدر جاہلوں کی کثرت ہم میں ہے اُسکا بیسواں حصّہ بھی شیعوں میں نہیں۔ دیکھو ہندوؤں سے گاؤکشی یا دیگر امورِ مذہبی میں ہمیشہ ہمارے ہی جاہل بھائی برسرِ مقابلہ ہوئے ہیں نیز اور سبھی باتوں میں وہ وہ عظیم مفسدے برپا کیے ہیں کہ حکام انتظام پسند کو بدحواس کر کر دیا ہے۔ اعظم گڑھ و بمبئی وغیرہ مقامات میں ایسے ایسے کار نمایاں کیے ہیں کہ تا ابد وہ مسلیں دفاترِ سرکاری سے باہر نہ پھینکی جائینگی۔ کبھی تم نے شیعوں کو بھی لڑتے بھڑتے یا تکرار و فساد کرتے ہوئے دیکھا۔ غالباً تم کو اس بات سے شرم معلوم ہوگی کہ ہماری کشتیِ مذہب کے ملاح جہلا ہیں۔ بھائی شرع میں شرم کیا۔ ہم دینِ محمدی رکھتے ہیں۔ خود آنحضرتؐ فرما گئے ہیں کہ میرے دین کی امداد فاسقین و فاجرین سے ہوگی۔ بخاری شریف میں حدیث صحیح موجود ہے ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر (یعنی خدا دینِ محمدی کو فساق و فجار سے تقویت دیگا) درحالیکہ ہمارے مذہب کی سطوت و شوکت فاسقین و فاجرین پر جو کہ حقیقۃً جاہل ہوتے ہیں بحکم حدیث موقوف ہو چکی ہے تو آپ جیسے ہزار آدمی بھی شیعہ ہو جائیں تو کیا پروا ہے۔ ہم مربیانہ طور پر سمجھائے دیتے ہیں برادری سے جاتے رہوگے۔ بیٹا بیٹی کا کہیں رشتہ نہو گا۔ حقہ پانی اور بھاجی نوالا بند ہو جائیگا۔ تم نے شاید شیخ احمد دیوبندی مؤلفِ انوار الہدیٰ اور شیخ حبیب احمد سہارنپوری کا حال نہیں سنا کہ دونو کی برادری میں شیعہ ہونے سے کیسی ہتیلی پٹی۔ اور تھڑی تھڑی ہوئی۔ ہر دو صاحبان نے سمجھا تھا کہ ہم دلائل سے سنیوں کو مات دینگے۔ چنانچہ ایک نے انوار الہدیٰ لکھی اور دوسرے نے تیس ۳۰ سوال کا اشتہار دیا۔ خدا سلامت رکھے ہمارے جاہلوں کو دونو کو باؤلا سمجھ لیا۔ ایک بات پر بھی نظر نہ ڈالی۔ خبردار نہ آئندہ ایسے خیالات کو طبیعت میں دخل دو اور نہ کتبِ شیعہ دیکھو۔ اور نہ اُن سے ملو۔ صاحب تحفہ و منتہی الکلام و آیاتِ بینات ہدایات الرشید جو لکھ گئے ہیں اُسکو حق سمجھ کر نقلِ لوحِ محفوظ جانو۔ اجوبۂ تحفہ وغیرہ کا جواب الجواب

نہ لکھنے سے ہمارا عجز نہ سمجھو۔ بلکہ جان لو کہ وہ جواب ہی یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ جنکا رد ہم پر ضروری ہو۔ شیعوں نے چالاکی سے ہماری کتب میں اپنے مفید مطلب باتیں لکھکر ہمکو دبانا چاہا ہے۔ اُن مضامین کو غلطِ محض و غیر صحیح سمجھ کر نظر انداز کردو۔ قصّہ کوتاہ علماء کی تسلّی بخش تقریر نے تو دریائے تشویش کو اور بھی متلاطم کیا۔ اُن کے ارشاد سے میری طبیعت گردابِ تفکّر میں اس طرح ڈبکیاں کھا رہی تھی کہ جیسے بھری برسات میں شدتِ امواج سے بڑے دریا میں ڈاک کی چھوٹی کشتی تہ و بالا ہوا کرتی ہے۔ بعض حضراتِ شیعہ سے پوچھتا تھا کہ تم ہی بتاؤ کس سے اس طوفان کا دفعیہ کراؤں۔ اُنہوں نے پتہ دیا کہ سیدھے آنکھ بند کیے ہوئے بمقام بہڑہ ساوات ضلع مظفّر نگر منشی سیّد سجّاد حسین صاحب مؤلفِ رسالۂ سجّادیہ کے پاس چلے جاؤ۔ اُن کے دوائی خانہ کی ایک پڑیہ سّتو برس کے پُرانے بخار کو دم بھر میں نکال دیتی ہے۔ شیخ محبوب احمد صاحب سہارنپوری کے شیعہ ہونے پر اشتہار آئینۂ حق نما وغیرہ انہی کے کارخانہ سے نکلا تھا۔ غرضکہ حقیر منشی صاحب سے خاص انکے دولت خانہ پر ملا جسنِ اتفاق سے اُسوقت انکے پاس جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا ایک خط مزین بہ مہر و دستخط دیکھا۔ عالیجناب خان بہادر کلّو خاں رئیس موضع ہرہال ضلع سہارنپور نے جو کہ ابھی شیعہ ہوئے ہیں مولوی صاحب موصوف سے دریافت کیا تھا کہ بموجب اُس حدیثِ شریف کے کہ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام قیامت تک زائل نہوگا اور اس میں میرے خلیفہ و جانشین بارہ شخص قوم قریش سے ہونگے۔ اُن بارہ خلفاء کے کیا کیا نام ہیں جنکی بشارت بقید تعداد آنحضرتؐ دے گئے ہیں؟ جناب مولوی صاحب نے جواباً لکھا کہ وہ بزرگوار جن کے حاکمِ شرع ہونیکی خبر آنحضرتؐ دیگئے ہیں وہ یہ ہیں۔ ابوبکر[1] و عمر[2] و عثمان[3] و علی[4] و حسن[5] و معاویہ[6] و یزید[7] و ولید[8] و مروان[9] و عبدالملک[10] و ولید[11] و عمر[12] ابن عبدالعزیز۔ معاویہ و یزید و مروان و حضرت ابوبکر و عمر کو شل نیزہ ہائے چاروب ایک پٹکے سے کمر باندھے ہوئے یاروں بیچ سمجھے کہ سب کو ایک کمرے میں برابر کرسیوں پر بیٹھا ہوا دیکھکے میرے کان کھڑے ہو گئے۔ ہوش جاتے رہے۔ تمام بدن کو کاٹو تو خون نہ تھا۔ تھر تھر کانپنے لگا کہ خدایا یہ کیا مذہب ہے ؟ جسکے امام و خلیفہ معاویہ و

یزید و مروان ہیں۔ اور چونکہ حدیثِ موصوفۂ بالا میں درباب مدارج خلفا نہ کوئی امتیاز دیا گیا ہے اور نہ خلفائے بد و نیک کے بیچ میں کوئی چلمن یا آڑ یا پردہ ڈالا گیا ہے۔ سب حضرات نمبروار یکے بعد دیگرے ہاتھ کی چھوٹی بڑی انگلیوں کی طرح تختِ خلافت کے گرداگرد دھرے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ! معاویہ و یزید و مروان کی خلافت سے تو اس منصبِ جلیل کے نصیب جاگ گئے۔ اور بر بنائے مذہبِ اہلسنت تو یہ عہدہ بمرتبہ وقار پذیر ہوا ہے جسکا مافوق ممکن نہیں۔ چونکہ مجھ کو خلافت کی شان دکھانی منظور ہے نظر برآں فقط ایک جنابِ معاویہ کی فضیلتوں کا ڈھیر لگائے دیتا ہوں۔ حق طلب اِنکے فضائل کی فہرست کو بہت غور سے دیکھیں۔ حضرتِ معاویہ کے پدرِ بزرگوار نے آنحضرتؐ سے کئی مرتبہ جنگ کی۔ دندانِ مبارک انہی کے اہتمام سے شہید ہوئے۔ حضرت امیر حمزہؓ عم جنابِ رسولِ خدا کا کلیجہ ان کی والدۂ ماجدہ بی ہندہ نے نوش فرمایا۔ خود بدولت نے بلا استحقاقِ جائز حدیثِ یا علی حربک حربی فراموش کرکے بہتر مرتبہ حضرتِ علیؑ سے جنگ کی جس میں ہزارہا مسلمان نوالۂ خنجر و تیر و نیزہ و شمشیر ہو گئے۔ اور بالآخر بموجب حدیثِ بالا وہ تمام لڑائیاں عین رسولِ خدا کے ساتھ جنگ کرنا تجویز ہوئیں۔ جنابِ مقدم الوصف اور اُن کے ممبرانِ کمیٹی نے ۴۱ھ سے لغایت ۹۹ھ ہجری پورے اٹھاون ۵۸ برس علیؑ و اولادِ علیؑ پر خطبوں میں لعن کرائی۔ جسکو عمر ابنِ عبدالعزیز نے موقوف کیا۔ امام حسنؑ کو زہرِ دغا پلا کر نبیؐ و فاطمہؑ کو فرشِ ماتم پر بٹھایا۔ جنابِ امام حسنؑ کی خبرِ شہادت سُنکر خوشی کی تکبیریں کہیں۔ یزید کو بخلاف اُس عہدنامہ کے جس کو ہنگامِ مصالحت امامؑ دوم کے مقابلہ میں دستخط کیا تھا خلیفہ بنایا۔ جسنے تختِ خلافت زیرِ قدم دباتے ہی نبیؐ کے گھر پر لوہے کی جھاڑو پھیر دی۔ بی بی عائشہ صدیقہ کو دھوکے سے برسمِ دعوت بُلا کر ایک خس پوش گڑھے میں گرا کر اس طرح مار ڈالا کہ جیسے کجلی بن میں ادگھی لگا کر ہاتھی پکڑا کرتے ہیں۔ مروان کا حال بھی عیاں ہے۔ محتاجِ بیان نہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں حدیثِ موصوف بالا سے خلفائے متذکرہ صدر مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دینِ اسلام کو ایسا استحکام ہوگا کہ تا قیامت زوال پذیر

نہ ہوگا۔ اور امنائے دین و خلیفہ و جانشین آنحضرت ہم عدد نقبائے بنی اسرائیل اُن کی آلِ پاک سے بارہ بزرگوار ہونگے۔ بارھویں خلافت کے اختتام پر اسلام بھی رخصت ہو جائیگا۔ یعنی قیامت آجائیگی۔ چنانچہ امام آخرالزمان علیہ السلام موجود ہیں۔ جب تک کہ اُن کا وجودِ ذی جود ہے دینِ محمدی زائل نہیں ہوسکتا۔

اہلسنت نے بخاطر داشتِ خلفاء باعتبارِ ترتیبِ خلافت حدیث کا ایسا اُکھڑا ہوا اور بے جوڑ مطلب بیان فرمایا جس سے بڑی خرابی واقع ہو گئی۔ قطع نظر اس سے کہ معاویہ۔ یزید و مروان اچھے تھے یا بُرے اسلام کو اہلسنت کے طبع زاد معنی نے بڑا نقصان پہنچایا۔ کیونکہ سنہ ۹۹ ہجری میں جبکہ حسبِ مزعومِ اہلسنت عمر ابنِ عبدالعزیز پر خلافت کی گنتی ختم ہو گئی تو اسلام بھی سو گیا۔ مسلمانی در کتاب و مسلماں در گور کی پیشین گوئی صادق آگئی۔ اگر اسلام و خلافت باہم گرچسپاں و مربوط نہ ہوتے تو آنحضرت جیسا بلیغ بقائے اسلام کی خبر میں اس بازوال و شکستہ حال خلافت کا ذکر نہ فرماتا۔ یہ جملہ بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے تا وقتیکہ وجودِ امام کا اقرار نہ کیا جائے۔ ہائے! خلفاء کی ناواجب و بے محل محبت نے اہلسنت کو ایسا لاچار بنایا کہ سنہ ۹۹ ہجری میں اسلام پر فاتحہ پڑھ بیٹھے۔ اور سنہ مذکور سے تا قیامت خالص نہیں بلکہ نخالص مسلمان رہ گئے۔ اصلیت یہ ہے کہ بحکم الضرورات تبیح المحذورات۔ یعنی ضرورت میں بُری چیز جائز ہو جاتی ہے۔ اگر میرے پُرانے رشتہ دار حضراتِ اہلسنت اولادِ نبیؐ کی خلافت کے قائل ہو کر دوازدہ امام کو مقصودِ حدیث ٹھیراتے تو وہ تینوں بزرگوار ہاتھ سے چھوٹ جاتے۔ اگر اُن تینوں کو مثلِ تعویذ مثلث گلے کا ہار نہ بناتے تو اصولِ ریاضی شکست ہو کر بارہ کے پندرہ ہو جاتے۔ پس اُنہوں نے آنکھ بند کرکے حضراتِ ثلثہ کو ایسا مضبوط پکڑا کہ یزید و مروان کی خلافت تسلیم کرنے سے سنہ ۹۹ ہجری میں اسلام کو دفن کر دیا۔ چونکہ قرآنِ پاک میں

آیا ہے یوم ندعو کلّ اناسٍ باماِمھم۔ یعنی بروزِ قیامت بلائینگے یا پکارینگے ہم تمام آدمیوں کو اُن کے امام کے ساتھ) پس بقولے ؎

	حشرِ غلامانِ عمر با عمر		حشرِ غلامانِ علیؑ با علیؑ	

عمر والے عمر کے ساتھ ہونگے۔ شیعیانِ علیؑ پنجتنِ پاک۔ دوازدہ امام وچہاردہ معصوم کا دامنِ رحمت سنبھالے ہوئے۔ یا علی انت وشیعتک ھم الفائزون کے مصداق بنینگے۔ میں عجب کشاکشی وضیق میں ہوں۔ محبتِ اہل وعیال وقبیلہ کہتی ہے کدھر جاتے ہو! جو سب کا حال وہی تمہارا حال۔ مرگِ انبوہ جشنے دارد۔ کل کی کسی کو کیا خبر ہے کہ کیا ہے۔ عقلِ سلیم کہتی ہے کہ ایسی محبت پر خاک ڈالو۔ فردائے قیامت جنابِ رسولِ خدا کا سامنا ہے۔ معاویہ ویزید کے ساتھیوں کا ساقیِ کوثر سے ایک قطرہ مانگنے کا مُنھہ نہ پڑیگا۔ فاطمہؑ کبھی ایسے بیہودہ گروہ کی سفارش میں لب نہ ہلائینگی۔ مقلّدانِ یزید ومروان کو ہرگز ہرگز بہشت کے کونے میں بستر لگانیکو جگہ نہ ملیگی۔ گھبراتے کیوں ہو بسم اللہ مجریھا ومرسٰھا کہکر سفینۂ نوحؑ میں اسباب ڈالدو۔ انشاء اللہ پلک مارتے ہوئے ہمکنارِ عافیت ہوجاؤگے۔ کیا تم کو حرابنِ ریاحی کا حال معلوم نہیں؟ وہ بھی اِسی قسم کے پس وپیش میں تھا۔ مگر آخر کو سب پر خاک ڈالکر حسینؑ کا دامن پکڑلیا۔ تم بودے نہ بنو۔ شاہِ مرداں کے لشکر میں جانا چاہتے ہو۔ وہاں مردانگی بکار ہے۔ بس میں برہنمائیِ عقلِ خداداد یہ ننگ گوارا نہیں کرتا کہ حدیث کے سیدھے اور صاف معنی چھوڑکے یزید ومروان کی جوتیاں سرپر اُٹھائے ہوئے میدانِ قیامت کی سیر کرتا پھروں۔ پس میں اپنا عقیدہ بدل کر منشی صاحب موصوف کے سامنے نہایت مضبوطی سے شیعہ ہوگیا۔ اور دل کڑاکر کے وہ سب کچھ کہدیا جسکو پہلے نہ کہتا تھا۔ چونکہ

میرے ہم قوم بکثرت ہیں اور وہ مجھ کو ہر طرح سے دباتے اور دھمکاتے اور غیرت دلاتے ہیں۔ اور بطورِ تمسخر یہ پوچھتے ہیں کہ سوائے گالیاں بکنے کے مذہبِ شیعہ میں اور کیا خوبی پائی جو اس طرح اگلے پچھلوں کی ناک جڑ سے اُڑا دی۔ ہر شخص کو تفصیلی جواب دینا مشکل ہے۔ لہذا اپنی قوم اور عزیزوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں بلکہ تمام اہلسنت سے التماس ہے کہ بذریعۂ تحریر چھاپ شدہ اگر میرے خیالات باطل فرمادینگے تو ابھی میرا بگڑا ہی کیا ہے صرف دو چار اُلٹی سیدھی باتیں کہی ہیں۔ ان کلماتِ مکروہہ کی معافی اُنہی سے مانگ لونگا جن بزرگواروں کی خدمت میں سوءِ ادبی کی گئی ہے۔

تفصیل امورِ دریافت طلب

(۱) عام طور پر سید شیعہ کیوں ہوتے ہیں؟ اور خلفاءؓ و اہلبیتؑ میں اتحاد تھا یا اختلاف۔ اور اگر باہمی محبت تھی تو دونوں کی اولاد میں یہ نوک جھوک کیوں ہے؟ اور کتبِ اہلسنت روایاتِ ائمۂ دوازدہ گانہ سے خالی کس لیے ہیں؟

(۲) مولوی رشید احمد صاحب نے جو بارہ خلفاء رسولؐ کے بموجبِ مضمونِ حدیث مندرجۂ صدر تفصیل لکھی ہے۔ جس میں یزید خلیفۂ ششم بیان کیا گیا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ بصورت غلط ہونیکے صحیح کیا کیا نام ہیں؟

(۳) جنابِ معاویہ و یزید و مروان ایسے ہی خلیفہ تھے جیسے کہ حضرت ابوبکر و عمر یا ان میں کوئی فرق تھا؟ اگر کہا جائے کہ شیخین وغیرہ خلیفہ تھے۔ اور معاویہ و یزید و مروان شاہانِ اسلام تو جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ نے سب کے لیے ایک لفظ خلیفہ کیوں استعمال فرمایا؟ اور حدیثِ موصوفہ بالا سے خلافت و سلطنت کا کیونکر امتیاز ہو سکتا ہے؟

(۴) کیا خدانخواستہ یہ بات سچ ہے کہ ۴۱ھ ہجری سے ۹۹ھ ہجری تک علیؑ و اولادِ علیؑ پر معاویہ اور اُنکے اتباع نے لعن کی اور کرائی؟

(۵) امام حسن علیہ السلام کو حضرت معاویہ نے زہر دلایا۔ اور اُن کے مرنے پر خوشی کی تکبیریں کہیں یا نہیں؟

(۶) بی بی عائشہ کا سبب وفات کیا ہے۔ آیا وہی اوگھی میں بترکیب حضرت معاویہ گر کر مرنا یا کچھ اور؟

(۷) درحالیکہ حسب مفاد حدیث اسلام قیامت تک رہیگا اور سلسلۂ خلافت بھی جب تک منقطع نہ ہوگا تو جبکہ حسب تصریح مولوی رشید احمد صاحب و دیگر علمائے سنیہ بارھویں خلافت کا نمبر عمر ابن عبدالعزیز پر ۹۹؁ ہجری میں ختم ہو گیا تو اسلام بھی جاتا رہا۔ اب حضرات اہلسنت کس حیثیت کے مسلمان ہیں۔ آیا خالص یا نخالص؟ اس لیے کہ اگر زمانہ میں امام ہے تو اسلام بھی ہے و الا فلا۔ نیز یہ بھی فرمائیں کہ حضرت ابوبکر و عمر کا حشر بوجہ ہم رتبہ ہونیکے خلیفۂ ششم حضرت یزید کے ساتھ ہوگا یا اُس سے علٰحدہ؟ درحالیکہ جملہ خلفائے دوازدہ گانہ کو خلافت نبوی حسب خبر ملی ہے تو علٰحدہ علٰحدہ محشور ہونیکی وجہ خاص کیا ہے؟

(۸) جبکہ معاویہ و یزید پانچویں اور چھٹے نمبر پر ایسے ہی خلیفہ لازم الاطاعت تھے جیسے کہ نمبر اول و دوم پر ابوبکر و عمر تو معاویہ کا علیؑ پر لعن کرنا اور کرانا۔ امام حسن کو زہر دلانا۔ اُنکی وفات سے خوشدل ہو کر تکبیریں کہنا۔ بی بی عائشہ کو اوندھے مُنھ تحت الثرٰے پر پہنچانا۔ یزید کا قتل حسینؑ کرنا۔ ایسے ہی فعل جائز۔ نیک و ممدوح ہیں کہ جیسا شیخین سے اپنے اپنے زمانہ میں مثل قتل مالک بن نویرہ وغیرہ ہوا۔ یا کیا؟ اگر یہ افعال معاویہ و یزید کے بُرا سمجھنے اور دونو سے نفرت کرنیکے ہیں تو اسکی وجہ کیا ہے کہ کردار خلیفۂ پنجم و ششم کو بُرا سمجھا جائے اور افعال شیخین کو اچھا؟ دلیل معقول مسلمۂ فریقین پیش ہونی چاہیئے۔

(۹) جو تقریر کہ منسوب بہ علماء درج اوراق اشتہار کی گئی ہے کیا یہ ایسی گفتگو ہے کہ جس کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ علماء کبھی ایسا نہیں کہہ سکتے؟ بصورت

انکار وجوہات بطلان کیا ہیں؟ ہر بات جو کہ علماء سے متعلق کی گئی ہے اُس کی غلطی بیان کی جائے۔

اطلاع

رسالۂ ہٰذا کا جواب شیخ احمد حسن متخلص بہ رسوا متوطن بجنور نے مسمّیٰ بہ الحقیقت لکھا۔ پاکیزہ خیال میں جو قوتِ خیالی سے حقیقتِ شیعہ دکھلائی گئی ہے اُس کے ایک لفظ کا جواب نہ ہو سکا۔ صرف یہ لکھا کہ حضرتِ علیؑ کو معاویہ نے کبھی بُرا نہیں کہا۔ امام حسنؑ کو زہر نہیں دیا۔ معاویہ نے عائشہ کو گڑھے میں ڈالکر ہلاک نہیں کیا۔ اِسکا جواب جناب منشی سید سجاد حسین صاحب نے رسالۂ اصل الحقیقت بردّ الحقیقت میں عجیب پُرلطف قابلِ ملاحظۂ مؤمنین تحریر فرماکر چھپوا دیا ہے۔

تمّت بالخیر عمّت



